62

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ

سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۳

سیر الصحابہ کے حصۂ مہاجرینؓ کی تیسری جلد

مہاجرینؓ

حصۂ دوم

جس مین

بقیہ ان حضرات صحابہؓ کے حالات، سوانح، اخلاق وفضائل، اور اُن کے مذہبی، علمی، سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہین، جو فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لائے اور ہجرت کی۔

از

مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

باہتمام مسعود علی ندوی

سنہ ۱۳۴۹ھ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ مین چھپی سنہ ۱۹۳۰ء

سیر الصحابہ ؓ

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابۂ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہو، لیکن ان کے حالات، واقعات اور اخلاق و عادات بھی اسی تنقید و تنقیح کے محتاج تھے، اور یہ سلسلہ بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر زیادہ تر قرآن و حدیث سے اخذ کرکے لکھا گیا ہو، اب تک اسکے پانچ حصے شائع ہو چکے ہین، دو حصون مین انصار کے حالات حروف تہجی کے مطابق لکھے گئے ہین اور مقدمہ مین انصار کے نسب، تمدن، وغیرہ کے متعلق متعدد مباحث ہین، ایک حصے مین صرف صحابیات، ازواج مطہرات ؓ و بنات طیبات ؓ کے حالات مذکور ہین، اس سلسلے کے اہم ترین دو حصے وہ ہین، جو اسوۂ صحابہ کے نام سے شائع ہوئے ہین، اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر عربی، فارسی مین بھی نہین ملتی، یعنی اس کے پہلے حصے مین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت مستند اور پر اثر واقعات درج کیے گیے ہین، جو بیشتر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہین،

دوسرے حصہ مین صحابۂ کرام کے سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کی تفصیل کیگئی ہو، اور اس مین بھی زیادہ تر احادیث سے کام لیا گیا ہے، صحابیات کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے ان کو الگ کرکے ایک مستقل رسالہ مین جمع کر دیا گیا ہے، جو لوگ عہد رسالت اور عہد صحابہ کی تمام اخلاقی مذہبی، سیاسی اور علمی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، ان کے لیے سیرت کے ساتھ اس سلسلہ کا مطالعہ بھی ازبس ضروری ہے

قیمت اسوۂ صحابہ جلد اول ۱۲؎، جلد دوم للعہ، سیر الانصار حصہ اول ۱۲؎، حصہ دوم ۱۲؎
سیر الصحابیات ۱۲؎، اسوۂ صحابیات ۱۲؎، خلفاے راشدین سے ر، مہاجرین حصہ اول للعہ،

فہرست اسماء بلحاظ ترتیب کتاب

فہرست بلحاظ حروف تہجی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، آبائی سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر، مان کا نام زینب تھا، ننہالی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب ابن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصیص،

ولادت یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غزوۂ احد مین جو ۳ھ مین پیش آیا، چوده برس کے تھے، اس حساب سے انکی پیدائش کا تخمینی زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے، اور سنہ ۶ نبوی مین جب حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمر کا سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا،

اسلام حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کو پرتو فگن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن مین ان کی نشو و نما ہوئی، بعض روایتون مین ہے، کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، مگر صحیح یہ ہے، کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب کیساتھ گھر کے کمسن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہین، جن غیر معتبر راویون نے حضرت ابن عمرؓ کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے، درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کیساتھ التباس

ہوا ہے، صحیح بخاری مین خود حضرت ابن عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوئے تو مین چھوٹا بچہ تھا[1]، ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ قوت نگاہ نہین رکھتا، جو اس زمانہ مین اس کو کسی مذہب کے بذات خود ردّ و قبول پر آمادہ کر سکے۔

ہجرت | انوار اسلام کی چمک کے ساتھ ساتھ، مشرکین کے ظلم و طغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمرؓ اور ان کا خاندان بھی ان کی ستم کیشیون سے محفوظ نہ رہا، اس لیے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی،

بدر | ہجرت کے حق و باطل کی پہلی آویزش غزوۂ بدر ہے، اس وقت ابن عمرؓ کی عُمر کل ۱۳ سال کی تھی، تاہم جان بازی کے شوق مین شرکت کی درخواست کی، مگر صغیر السن ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم نے قبول نہ فرمائی[2]،

احد | اس کے ایک سال بعد، دوسرا معرکہ احد مین ہوا، اس مین بھی انھون نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ ۱۴ سال سے متجاوز نہ ہوئے تھے، اس لیے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہو گئی[3]،

خندق | احد کے دو سال بعد ۵ھ غزوۂ خندق مین ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی، چنانچہ یہی وہ سب سے پہلا معرکہ ہے، جسمین ان کو سرکار رسالت سے شرکت کی اجازت ملی[4]،

بیعت رضوان | ۶ھ مین صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلعم کے ہم رکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا، اور حسن اتفاق یہ کہ انھون نے یہ شرف اپنے پدر عالی قدر سے پہلے حاصل کر لیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمرؓ نے عبد اللہ کو ایک

[1] صحیح بخاری باب اسلام عمرؓ [2] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ ابن عمرؓ [3] بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۹ [4] ایضاً باب غزوۂ خندق،

انصاری کے پاس گھوڑا لانے کیلیے بھیجا تھا، کہ جہاد مین وہ اسپر سوار ہوسکین عبد اللہ باہر نکلے تو معلوم ہوا، آنحضرت صلعم صحابہ سے بعیت لے رہے ہین، چنانچہ انھون نے پہنچکر پہلے خود بعیت کی، اور اس کے بعد گھوڑا لیکر گئے، اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انھون نے بھی جاکر بعیت کا شرف حاصل کیا[1]

خیبر — اس کے بعد غزوۂ خیبر مین بھی وہ مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سفر مین آنحضرت صلعم نے حلال وحرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہین[2]

فتح مکہ — قریش اور اسلام کی فتح وشکست کا آخری معرکہ فتح مکہ تھا، اس وقت ابن عمرؓ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہوچکے تھے، اور ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامان جنگ مین ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا، جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی، اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لیے گھانس کاٹ رہے تھے، اس حالت مین آنحضرت صلعم کی نظر پڑی تو تعریف کے لہجہ مین فرمایا، کہ عبد اللہ ہے عبد اللہ، فتح کے بعد خانہ کعبہ مین آنحضرت صلعم کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے، چنانچہ بیان کرتے ہین، کہ آنحضرت صلعم اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے، اسامہ بن زیدؓ ان کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہؓ اور بلالؓ جلو مین تھے، خانہ کعبہ کے صحن مین اونٹ بٹھاکر کنجیان منگائین، اور کعبہ کھول کر تینون ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگون کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا مین تھا[3]

غزوۂ حنین — فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین مین بھی صف آرا تھے، چنانچہ حنین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ مین کہتے ہین کہ جب ہم غزوۂ حنین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے اعتکاف کی نذر کی

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ، [2] صحیح بخاری جلد ۲، باب غزوۂ خیبر ص ۶۰۶،

[3] بخاری کتاب المغازی باب فتح مکہ،

متعلق پوچھا، جو جاہلیت کے زمانہ مین مانی تھی آنحضرت صلعم نے اُسکے پورا کرنے کا حکم دیا[۱]،

محاصرۂ طائف اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ مین بھی ابن عمر پیش پیش تھے، چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے، کہ جب محاصرہ مین مسلمانون کو کامیابی نہ ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جائین گے، یہ ارشاد لوگون پر گران گذرا اور انھون نے عرض کیا، کہ بغیر فتح کئے ہوے واپس چلین؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑو، چنانچہ دوسرے دن لڑے، اور فتح کے بجاے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائین گے، اس مرتبہ لوگون نے بخوشی منظور کر لیا، اس پر آپ مسکرا دیئے[۲]،

حجۃ الوداع حجۃ الوداع آنحضرت صلعم کا آخری حج تھا، اس مین مسلمانون کا جم غفیر آپ کے ہمرکاب تھا، حضرت ابن عمرؓ بھی اس شرف سے محروم نہ رہے، چنانچہ وہ حجۃ الوداع کے واقعات بیان کرتے ہین، کہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم اور بعض صحابہؓ نے بال منڈائے تھے اور بعضون نے صرف ترشوانے پر اکتفا کی تھی[۳]،

غزوۂ تبوک سنہ ۹ھ مین غزوۂ تبوک پیش آیا، اس مین آنحضرت صلعم نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کیساتھ رومیون کے مقابلہ کے لیے تبوک کا رخ کیا، حضرت ابن عمرؓ اس مین بھی شریک تھے، چنانچہ فرماتے ہین، کہ جب آنحضرت صلعم حجر[۴] کی طرف گذرے تو آپ نے فرمایا، ان لوگون کے مسکن مین داخل نہ ہو، جنھون نے (خدا کی نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب مین مبتلا نہ ہو جاؤ جس مین وہ مبتلا ہوئے، اگر گذرنا ہی ہو تو خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ[۵]،

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حنین، [۲] بخاری کتاب المغازی غزوۂ طائف، [۳] بخاری ج ۲ باب حجۃ الوداع [۴] قدیم اقوام عاد و ثمود کی آبادیان، [۵] بخاری کتاب المغازی غزوۂ تبوک،

غرض غزوۂ خندق سے لیکر آخر تک آنحضرت صلعم کی زندگی مین کوئی ایسی بڑی مہم نہ تھی جسمین انھون نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی ہو،

عہد صدیقی | ابن عمرؓ عہد صدیقی مین کہین نہین نظر آتے،

عہد فاروقی | البتہ عہد فاروقی کے بعض فتوحات مین شریک رہے، لیکن محض ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے، نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ نہاوند کی جنگ مین شریک ہوئے، اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کو تاگے مین پرو کر دوا مین پکاتے تھے جب اس مین پیاز کا مزہ آجاتا تھا تو اس کو نکال کے دوا پی لیتے تھے، [1] شام اور مصر کی فتوحات مین بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن ان فتوحات مین انکا کوئی کارنامہ قابل ذکر نہین ہے اور اس زمانہ مین سلطنت کے انتظامی امور مین بھی انھون نے کوئی حصہ نہین لیا، غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عزیزون کو اس مین پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہان امت کے نفع و نقصان کا کوئی سوال پیش آجاتا، تو حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا وقت قریب آیا، اور اپنی بہن ام المومنین حفصہؓ کی زبانی ابن عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنیکا خیال نہین رکھتے، جس سے ان کے خیال مین آیندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، خود بیان کرتے ہین کہ مین یہ جرأت تو کر گیا، مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہون، مین پہنچا تو پہلے حضرت عمرؓ لوگون کے حالات پوچھتے رہے، پھر مین نے جرأت کر کے عرض کی کہ مین لوگون کی چہ میگوئیان گوش گذار کرنے حاضر ہوا ہون، لوگون کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائین گے، فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریون اور اونٹون کو چراتا ہے، اگر وہ گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو گلہ کا

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۱۵،

کیا حشر ہوگا؟ انسانون کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے بھی کہین بڑھکر ہے، حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر مین کسی کو اپنا جانشین نامزد نکرون تو کوئی مضائقہ نہین کہ رسول اللہ صلعم نے بھی نامزد نہین فرمایا تھا، اور اگر کر جاؤن تو بھی کوئی حرج نہین، کہ ابوبکرؓ نامزد کر گیے، ابن عمر کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کا نام لیا، تو مین سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دین گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنا جائین گے[1]، چنانچہ انھون نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانون کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا، جسمین اکابر صحابہ داخل تھے،

عہد عثمانی، حضرت ابن عمرؓ عمرؓ فاروق کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ مین نظر آتے ہین، کیونکہ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب مین عبداللہ بحیثیت مشیر شریک ہون، مگر یہ شرط کر دی تھی، کہ وہ صرف مشورہ دے سکتے ہین خلیفہ نہین نامزد کئے جا سکتے[2]،

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین ان کو ملکی معاملات مین حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انھون نے اس سے کوئی فائدہ نہین اٹھایا، حضرت عثمانؓ نے قضا کا عہدہ پیش کیا، انھون نے معذرت کر دی، کہ "مین نہ دو شخصون کے درمیان فیصلہ کرتا ہون، اور نہ دو شخصون کی امامت کرتا ہون کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہین، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے، دوسرا عالم مائل الی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے، اور صحیح رائے قائم کرتا ہے، اوس کے لیے نہ عذاب ہے، نہ صواب، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمھارے باپ بھی تو قضا کرتے تھے، بولے یہ صحیح ہے، لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات مین

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸ مصر، [2] طبری ص ۲۷۷۶،

دشواری پیش آتی تھی، توآنحضرت صلعم کی طرف رجوع کرتے تھے، اور جب آنحضرت صلعم کو دشواری ہوتی تھی، تو جبریلؑ سے دریافت فرماتے تھے، مین کس کی طرف رجوع کرون گا؟ کیا آپ نے آنحضرت صلعم سے نہین سنا، کہ جس نے خدا کی پناہ مانگی اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس لیے خدارا مجھکو کہین کا عامل نہ بنائیے، ان کے انکار پر حضرت عثمانؓ نے زیادہ اصرار نہ کیا، البتہ یہ عہد لے لیا، کہ اِس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا[1]،

مگر با این ہمہ وہ جہاد فی سبیل اللہ مین برابر شریک ہوتے رہے، چنانچہ ۲۷ھ مین، افریقیہ (تونس الجزائر، مراکش) کی مہم مین شریک ہوئے[2]، پھر ۳۰ھ مین خراسان اور طبرستان کے معرکون مین سعید بن عاصؓ کے ساتھ رہے[3]، لیکن جب فتنہ وفساد شروع ہوا، تو بالکل کنارہ کش ہو گئے اور پھر کسی چیز مین حصہ نہ لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگون نے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہین ہم سب آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہین، فرمایا، جہان تک میرے امکان مین ہے اپنے لیے ایک پچھنے کے برابر بھی خون نہ بہنے دون گا، لوگون نے دھمکی دی کہ اگر آپ اس بارگران کو نہین سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کر دین گے، لیکن انھون نے اس دھمکی کی بھی مطلق پرواہ نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنون کا مرکز بنگیا تھا اپنے کو بچائے رکھا[4]،

البتہ اس بارے مین اختلاف ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ مین سے کسکو تسلیم کیا، ابن حجر کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارہ مین مسلمانون کا اختلاف تھا اسلیے ابن عمرؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہین کی، کیونکہ اُنکی رائے تھی کہ جب تک کسی شخص پر لوگون کا اجماع

---

[1] ابن سعد ج ۴، ق اوّل، ص ۱۰۸، [2] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۳۴ [3] ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴

[4] ابن سعد ج ۴، ق اوّل ص ۱۱۱،

نہ ہو جائے اس وقت اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنی چاہیئے،[1]

لیکن مستدرک نے غسان بن عبدالحمید کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ نے اس شرط پر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی، کہ وہ ان کے ساتھ خانہ جنگی مین نہ شریک ہون گے اور جناب امیر نے ان کو اس کی اجازت بھی دیدی تھی،[2] ہمارے نزدیک مستدرک کی روایت زیادہ صحیح اور قرین قیاس ہے، کیونکہ ابن حجر نے جس اصول پر ابن عمرؓ کا حضرت علیؓ کی خلافت سے دست کش ہونا بتایا ہے، اس سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، گو حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام مسلمانون کا اتفاق نہ ہوا تھا، تاہم اسلام کے ارباب حل وعقد یعنی مہاجرین وانصار کی اکثریت حضرت علیؓ کے ساتھ تھی اور ان کی نہایت ہی مختصر جماعت حضرت علیؓ سے الگ رہی، البتہ یہ مسلم ہے کہ انھون نے جنگ جمل اور صفین مین کسی کا ساتھ نہ دیا، اور ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا ایک قطرہ خون نہین گرا، لیکن ضمیر حق پرست تھا، اس لیے جنگ مین حضرت علیؓ کے ساتھ نہ دینے پر آخر دم تک متاسف رہے، فرماتے تھے کہ گو مین نے اپنا ہاتھ آگے نہین بڑھایا، لیکن حق پر مقاتلہ افضل ہے،[3]

جنگ صفین کے بعد جب ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا، تو ابو موسیٰؓ نے خلافت کے لیے ابن عمرؓ کا نام پیش کیا تھا،[4] مگر عمرو بن العاصؓ نے اختلاف کیا، فیصلہ سناتے وقت آپ بھی عام مسلمانون کے ساتھ امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل آئے تھے،[5]

ان واقعات کے بعد مسلمانون مین دو نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے، ایک وہ جو حضرت علیؓ

---

[1] فتح الباری ج ۷ ص ۱۰ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۸ طبع حیدر آباد،

[3] استیعاب ج اول ص ۳۸۱ [4] مستدرک ج ۳ ص ۵۵۸، [5] ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۷

کو برا سمجھتا تھا، دوسرا وہ جو حضرت عثمانؓ کی برائیان بیان کرتا تھا کہ وہ احد مین بھاگ کھڑے ہوئے تھے، حضرت ابن عمرؓ سے جب ان لوگون نے ان کی راے پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ کو اللہ نے معاف کیا، (قرآن پاک مین اس کی آیت ہے) مگر تم معاف کرنا نہین چاہتے، اور علیؓ تو وہ رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی، اور آپکے داماد تھے اور دیکھو کہ وہ گھر انکا ہے جہان تم دیکھ رہے ہوا، حضرت علیؓ کے بعد پھر امیر معاویہ کی خلافت تسلیم کرلی، اور اس عہد کے بعض معرکون مین شریک ہوئے چنانچہ قسطنطنیہ کی مہم مین شریک تھے،

خلافت یزید امیر معاویہ کے بعد جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تو حضرت ابن عمرؓ نے محض اختلاف امت کے فتنہ سے بچنے کے لئے اس کی بیعت کرلی، اور فرمایا، اگر یہ خیر ہے، تو ہم اس سے راضی ہین، اور اگر شر ہے تو ہم نے صبر کیا،[۲]

کچھ دنون کے بعد جب مدینہ والون نے فسخ بیعت کیا، تو آپ نے اسی فتنہ سے احتراز کے لئے اپنے اہل وعیال کو بلا کر فرمایا، کہ مین نے اس شخص کے ہاتھ پر خدا اور رسول کی بیعت کی ہے، اور مین نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا ہے، کہ قیامت کے دن ہر دھوکہ باز کا ایک جھنڈا کھڑا کیا جائیگا، کہ یہ فلان کی فریب کاری ہے، اور سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ خدا کا شرک کیا جائے، کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر خدا اور رسول کے لئے بیعت کرلے اور پھر اس کو فسخ کردے، اس لئے تم مین سے کوئی شخص فسخ بیعت مین حصہ نہ لے، اگر کسی نے حصہ لیا تو میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کریگی،[۳]

یزید کی بیعت آپ نے کسی لالچ یا خوف کی بنا پر نہین کی تھی، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا، تو عمرو بن العاصؓ کو ان کے پاس ان کا عندیہ لینے کے لئے بھیجا،

---

[۱] صحیح بخاری کتاب التفسیر وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ، [۲] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ ابن عمر [۳] ایضاً صفحہ ۱۳۴، تھوڑے تغیر کے ساتھ یہ واقعہ بخاری ج ۲ ص ۵۳۰ مین بھی مذکور ہے،

انھون نے جاکر دبی زبان سے اس کا اظہار کیا، اور اس کے عوض ایک رقم خطیر پیش کی، رشوت کا نام سن کر وہ غصہ سے کانپ اٹھے، اور اسی وقت عمرو بن العاص کو کھڑے کھڑے نکال دیا۔[1]

معاویہ بن یزید مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت،

یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوا، مگر اس کی خلافت صرف ۳ مہینہ رہی، ۳ مہینہ کے بعد وہ خود خلافت سے دست بردار ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد ایک طرف مکہ مین عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعوی کیا، عراق، حجاز اور یمن کے لوگون نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی، دوسری طرف شام مین مروان نے اپنی بیعت لی، گو اکثر اسلامی ممالک ابن زبیرؓ کی طرف مائل تھے، لیکن حضرت ابن عمرؓ ان کے دعوائے خلافت کو بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے[2]، چنانچہ انھین کے زمانہ مین جب فریقین مین جنگ برپا تھی، تو ایک شخص نے اُن سے آکر کہا کہ خدا فرماتا ہے، کہ فتنہ کو روکنے کے لئے لڑو، اُنھون نے جواب دیا تھا کہ جب فتنہ تھا تو ہم لڑے، فتنہ یہ تھا کہ مسلمان کو کفار یہ امان نہین دیتے تھے کہ وہ اپنے خدا کی عبادت کرسکین اب یہ جانہ جنگی جہاد نہین ہے، بلکہ بادشاہی کے لئے لڑائی ہے[4]، مگر با این ہمہ عبد الملک کی طرف سے حجاج جب ابن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ آیا، اور خود خانۂ کعبہ کے ایک حصہ کو اپنے گولون کا نشانہ بنایا تو وہ سخت برہم ہوئے، اور اپنی برہمی کو وہ قابو مین نہ رکھ سکے[5]،

خلافت عبد الملک مروان کے بعد جب عبد الملک کی خلافت پر بیعت ہوئی، تو آپ نے بھی تحریری بیعت نامہ بھیجدیا، جس کا مضمون یہ تھا، کہ خدا اور رسول کی سنت پر

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۲۱، [2] ابو الفداء ج اص ۱۹۳ مطبوعۂ مصر، [3] ابن سعد قسم اول جزء ۴ تذکرۂ ابن عمرؓ [4] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب حتی لا تکون فتنۃ، [5] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۷ حیدر آباد

ہین اور میرے لڑکے امیر المومنین عبد اللہ عبد الملک کی سمع وطاعت کا بقدر استطاعت عہد کرتے ہین[1]

عبد الملک حضرت ابن عمرؓ کا بڑا احترام کرتا تھا، اور مذہبی معاملات مین ہمیشہ ان کی اقتدا کرتا تھا چنانچہ حج کے موقع پر ارکان مین آپ کی اقتدا کا وہ فرمان جاری کرتا تھا[2]،

علالت اور وفات، ۷۳ھ مین تراسی چوراسی برس کی عمر مین وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ مین ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر مین بجھی ہوئی تھی، ان کے پاؤن مین چبھ گئی، یہ زہر ان کے جسم مین سرایت کر گیا، اور یہی زخم اُن کی موت کا باعث ہوا، عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ حجاج کے اشارہ سے وہ اس طرح زخمی کئے گئے، البتہ اس کی تفصیلات مین اختلاف ہے، مستدرک کی روایت ہے، کہ حجاج نے جب خانہ کعبہ مین منجنیق نصب کرائی، اور ابن زبیرؓ کو شہید کرایا، تو اس کا یہ فعل شنیع ابن عمرؓ کو بہت ناپسند ہوا، آپنے اس کو بہت برا بھلا کہا، حجاج برافروختہ ہوگیا، اور اس کے اشارے سے شامیون نے اُن کو زخمی کر دیا[3]،

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہین کہ عبد الملک نے حجاج کو ہدایت کی تھی، کہ وہ ابن عمرؓ کی مخالفت نہ کرے، یہ حکم اُس پر بہت شاق گذرا لیکن عدول حکمی بھی نہیں کر سکتا تھا، اس لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور آپ کو زخمی کروایا[4]،

ابن سعد کی روایت ہے، کہ ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیرؓ پر یہ اتہام لگایا، کہ انھوں نے نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے، حضرت ابن عمرؓ نے اسکی تردید کی، اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے، نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے، نہ تجھ میں یہ مجال ہے، مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ علانیہ

---

[1] بخاری جلد ۲ باب کیف یبایع الامام الناس، [2] بخاری جلد ۱ ص ۲۲۵، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۶،

[4] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد.

کوئی برابر تاؤ نہین کرسکتا تھا، اس لئے خفیہ انتقام لیا[1]،

ابن خلکان اور اسد الغابہ مین اس کے علاوہ دو روایتین نقل کی گئی ہین، ایک یہ کہ ایک دن حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا، کہ عصر کا وقت تنگ ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہین کرسکتا، حجاج نے کہا جی مین آتا ہے کہ "تمھاری آنکھین پھوڑ دون"، فرمایا تجھ کوتاہ بین سے یہ بھی کچھ بعید نہین، دوسری روایت یہ ہے، کہ عبد الملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام حجاج مناسک حج مین حضرت ابن عمرؓ کی اقتدا کرین، حضرت ابن عمرؓ حجاج سے عرفہ اور دوسرے مواقف سے بغیر حجاج کا انتظار کئے بڑھ جاتے تھے، حجاج کی فرعونیت کب اسکو گوارا کرتی، مگر عبد الملک کے حکم سے مجبور تھا، اس لئے آپ کی جان کا خواہان ہوگیا[2]،

علامہ ابن عبد البر نے استیعاب مین بھی یہی دونون روایتین نقل کی ہیں، اگرچہ ان روایتون کی صورت واقعہ مین اختلاف ہے، مگر تضاد نہیں، اس لئے ان مین سے کسی کو غلط نہین کہا جاسکتا، یہ تمام واقعات ایک ہی سلسلہ میں یکے بادیگرے ہوتے رہے، مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا، کہ ابن عمرؓ کے آگے اس کی پیش نہین چلتی، اور وہ اس کو مطلق دھیان مین نہین لاتے، تو اخیر مین آپ کا قصہ ختم کردینے کا فیصلہ کرلیا، لیکن علی الاعلان وہ شہید بھی نہین کراسکتا تھا، کیونکہ اس مین خود اس کی جان خطرہ مین پڑجاتی، اس لئے یہ خفیہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیون مین سے کسی کو حکم دیا، کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگون کا ازدحام ہوتا ہے مسموم نیزہ سے آپ کے پاؤن مین خراش دیدین، اس ازدحام مین زخمی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہوسکے گا، اور زہر کے اثر سے آپ کا کام بھی تمام ہوجائے گا، اور یہی ہوا جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عیادت کو آیا، اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کاش مجھکو ملزم کا پتہ چل جاتا، تو مین

---

[1] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ، [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۸۴ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۰،

اس کی گردن اڑا دیتا، آپ نے فرمایا تم ہی نے یہ سب کچھ کیا اور پھر کہتے ہو کہ مین مجرم کو قتل کر دیتا، نہ تم حرم مین اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے، نہ یہ واقعہ پیش آتا، یہ سنکر وہ خاموش ہوگیا[1]

حضرت ابن عمرؓ کو مدینہ منورہ مین وفات پانے کی تمنا بہت تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت زیادہ نازک ہوئی، تو دعا کرتے تھے، کہ خدایا مجھکو مکہ مین نہ موت دیجئے[2]، اور اپنے صاحبزادہ سالم سے وصیت بھی کی، کہ اگر مین مکہ ہی مین مر جاؤن تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی، پھر اسی مین پیوند خاک ہوتے اچھا نہیں معلوم ہوتا، وصیت کے چند دنون بعد سفر آخرت کیا[3]، اور علم و عمل کا یہ آفتاب تابان ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا،

تجہیز و تکفین وفات کے بعد، وصیت کے مطابق لوگون نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا، مگر حجاج نے مداخلت کی، اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً "فخ" مہاجرین کے قبرستان مین سپرد خاک کئے گئے[4]،

فضل و کمال حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت صلعم کی صحبت، آپ کی بارگاہ کی دائمی حاضرباشی، سفر و حضر کی ہمرکابی، فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت اور خود ان کی تلاش و جستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے پایان تھے، آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اُس زمرہ مین تھا جو علم و عمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے[5]،

تلاوت و تفسیر قرآن تلاوت قرآن سے ساتھ آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سور و آیات پر فکر و تدبر مین اپنی عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا، اس کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف بقرہ پر ۱۴ برس صرف کئے[6]، اس غیر معمولی شغف نے آپ مین قرآن کی تفسیر و تاویل کا غیر معمولی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۵، [2] ابن سعد قسم اول جزو ۴ ص ۱۴۶، [3] ابن سعد ق ۱ ج ۴، ص ۱۴۰، [4] تلخیص مستدرک جلد ۳ و ابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ [5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد، [6] موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی

ملکہ پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا مادہ آپ میں عنفوانِ شباب ہی مین پیدا ہو گیا تھا، اکابرِ صحابہ کے ساتھ آنحضرت صلعم کی علمی مجلسون مین شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے گرد صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عمرؓ بھی موجود تھے آنحضرت صلعم نے قرآن پاک کی اس مثال

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا، (ابراہیم)

تم نے نہین دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے، کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے، جسکی جڑ مضبوط ہے، اور شاخین آسمان تک ہین، وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہی،

کے متعلق صحابۂ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مردِ مسلم کی طرح سدا بہار ہے، اس کے پتے کبھی خزان رسیدہ نہین ہوتے، اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب مین تمام صحابہؓ حتی کہ ابو بکرؓ و عمرؓ بھی خاموش رہے، تو آپ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن ابن عمرؓ پہلے ہی سمجھ چکے تھے، لیکن اکابرِ صحابہؓ کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، بعد کو حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ تم نے جواب کیون نہ دیا، تمھارا جواب دینا مجھے فلان فلان چیز سے زیادہ محبوب ہوتا[1]،

الفاظِ قرآن کے معنوں پر بہت غائر نظر تھی، وہ ان کے ایسے جامع معنی اختیار کرتے تھے جو مفہوم پر پورے طور سے حاوی ہوتے تھے، چنانچہ "اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل" مین دلوک کے معنی ڈھلنے کے لیتے تھے،

"دلوک" لغت مین ڈھلنے، زرد ہونے، غروب ہونے، تینون معنون کے لئے استعمال ہوتا ہی حضرت ابن عمرؓ اس کے معنی مطلق ڈھلنے کے لیتے تھے[2] اس معنی سے ظہر، عصر، اور مغرب تینون کے اوقات متعین

[1] بخاری و فتح الباری کتاب التفسیر سورۂ ابراہیم و کتاب العلم باب الفہم [2] موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی باب جارفی دلوک الشمس و غسق اللیل،

ہوجاتے ہین، اس لئے کہ میل یا زوال کی سو منزلین ہین، ایک متعارف جسمین سمت الراس سے زوال ہوتا ہے، یہ ظہر کا وقت ہے، دوسرا جس مین سمت نظر سے ڈھلتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے، تیسرا وہ جسمین سمت افق سے ڈھل کر غروب ہوجاتا ہے، یہ مغرب کا وقت ہے،

بعض اوقات شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگون کے دلون مین شکوک و شبہات ہوجاتے ہین، ابن عمرؓ اپنے معلومات سے اس قسم کے شکوک کا قلع قمع کر دیتے تھے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیہ،

والذین یکنزون الذھب والفضۃ	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور اس کو خدا
ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم	کی راہ مین صرف نہین کرتے اس کو عذاب الیم کی
بعذاب الیم،	بشارت دیدو،

پر یہ اعتراض ہوا، کہ زکوٰۃ دینے کے بعد کیون انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے، اور عدم انفاق کی صورت مین عذاب الیم کی دھمکی کیون ہے، اس نے ابن عمرؓ سے پوچھا، آپ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے، جو سونا چاندی جمع کرکے زکوٰۃ نہین دیتا، وہ قابلِ افسوس ہے اور یہ آیہ زکوٰۃ کے نزول کے قبل کی ہے، زکوٰۃ تو خود ہی مال کو طاہر کر دیتی ہے[1]،

اسی آیہ مین ایک شخص نے کنز کے معنی پوچھے، آپ نے ایسے لطیف معنی بتائے کہ اگر یہ آیہ نزولِ زکوٰۃ کے بعد کی بھی ہوتی، تب بھی کوئی اعتراض نہ ہوسکتا، اس سے اندازہ ہوگا، کہ قرآن پاک کے اصل مفہوم و منشا اور اندازِ بیان کے سمجھنے مین کیسا راسخ ملکہ تھا، "کنز" کے لغوی معنی مال مدفونہ کے ہین، حضرت ابن عمرؓ نے بتایا، کہ کنز اس مال کو کہتے ہین جس کی زکوٰۃ نہ ادا کیجائے، اس معنی سے لاینفقون کا مفہوم صرف یکنزون سے ادا ہوجاتا ہے، اور

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۱۸۸ کرزن پریس دہلی، [2] موطا امام مالک ص ۱۰۹،

لا ينفقونها سے مزید تاکید ہوجاتی ہے، اور کنز کے لغوی معنی بھی نہین جاتے، کیونکہ جب زکوٰۃ نہ دیجائیگی، توخواہ مخواہ جمع ہی ہوگا، ورنہ پھر زکوٰۃ کا مطالبہ اور عذاب الیم کی وعید کیون ہوتی اور جمع بمنزلہ دفن کے ہے،

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا، کہ آپ فتنہ مین قتال کے بارے مین کیا فرماتے ہین، قرآن کا حکم ہے کہ:-

قاتلوهم حتى لا تكون فتنة — ان لوگون سے مقاتلہ کرو یہان تک کہ فتنہ نہ باقی رہے،

یہ سوال مسلمانون کی خانہ جنگی کے زمانہ مین کیا گیا تھا، انھون نے فرمایا تم فتنہ کے معنی کیا سمجھے، یہان قتال علی الفتنہ کا یہ مطلب نہین ہے، کہ تم بادشاہت کیلئے لڑو، بلکہ قتال سے وہ قتال مراد ہے جو آنحضرت صلعم نے مشرکین کے ساتھ فرمایا تھا، کہ ان کے دین مین داخل ہونا مسلمانون کیلئے فتنہ تھا،[۱]

صحیح بخاری مین اس واقعہ کی جو صورت بیان کی ہے وہ اس سے زیادہ صحیح ہے، حضرت ابن زبیرؓ کے ہنگامہ کے زمانہ مین دو آدمی ان کے پاس آئے، اور کہا سب لوگ ختم ہوچکے، آپ عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلعم کے ساتھی ہین، آپ کیون نہین میدان مین آتے، فرمایا خدا نے بھائی کا خون حرام کیا ہے، اس لئے مین نہین نکلتا، دونون نے کہا خدا تو خود فرماتا ہے،

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله، — یعنی ان سے لڑو یہان تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص خدا کے لئے ہوجائے،

فرمایا بے شک ہم لڑے یہان تک کہ فتنہ باقی نہ رہا، اور دین خدا کے لئے ہوگیا، اور تم لوگ اس لئے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر خدا کے لئے ہوجائے، دوسری روایت مین ہے کہ انھون نے

۱؎ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۹۴،

کہا یہ اُس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد مین کم تھے، وہ اپنے مذہب کا اعلان نہین کرسکتے تھے، جب کرتے تھے تو کفار ان کو ستاتے تھے، یہی وہ فتنہ تھا جس کو روکنے کے لئے جہاد تھا، اب مسلمانون کی تعداد بہت بڑھ گئی، اب اس فتنہ کا ڈر نہین رہا،[1]

حدیث تفسیر قرآن کے بعد حدیث کا نمبر آتا ہے، ابن عمرؓ کا شمار اساطین حفاظِ حدیث مین ہے، اگر ان کی مرویات کی تعداد حدیث کی کتابون سے علٰحدہ کر لی جائے، تو اس کی عمارت بے ستون ہو جائے گی، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۱۶۳۰ ہے، ان مین ۱۷۰ متفق علیہ ہین، اور ۸۱ مین بخاری اور ۳۱ مین مسلم منفرد ہین،[2]

حدیث کی جستجو ابن عمرؓ کو حدیث نبویؐ کی اس قدر جستجو تھی، کہ اپنی غیر حاضری کے اقوال اور افعال نبویؐ، ان لوگون سے جو آپ کی خدمت مین حاضر رہا کرتے تھے، پوچھ لیا کرتے تھے، اور اس کو یاد رکھتے تھے،[3] اگر کوئی ایسی حدیث یا ایسا مسئلہ سنتے، جو ان کے علم مین نہ ہوتا، تو فوراً خود آنحضرت صلعم یا حدیث کے راوی کے پاس جاکر اس کی تصدیق کرتے، ایک مرتبہ کسی نے ایک ایسا مسئلہ بیان کیا، جو ان کے علم مین نہ تھا، فوراً خدمت نبوی مین حاضر ہوکر اس کی تصدیق کی،[4] ایک مرتبہ ایک لیثی نے ابو سعید خدریؓ کے حوالہ سے بیان کیا، کہ آنحضرت صلعم نے سونا چاندی کی بیع صرف اس صورت مین جائز رکھی ہے کہ برابر ہو، ان کو اس کا علم نہ تھا، اس لئے ابو سعید خدریؓ کے پاس جاکر اس کی تصدیق کی،[5]

حدیث کی اشاعت وتعلیم درحقیقت اسی تلاش وجستجو نے ابن عمرؓ کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا، انھون نے ہزارون لاکھون مسلمانون کو اس سے سیراب کیا، ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا،

---

[1] یہ دونون روایتین صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۴۸ کتاب التفسیر باب قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ مین ہین [2] تہذیب الکمال ص ۲۰۷ مطبوعہ مصر [3] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ [4] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ مطبوعہ مصر [5] ایضاً ص ۶۳۰

آپ آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ سال سے زیادہ زندہ رہے، اس مین آپ کا مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا، اسی ملئے آپ نے کوئی عہدہ قبول نہ کیا، کہ اس سے یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو جاتا،

مدینہ مین مستقل حلقۂ درس تھا، لیکن اشاعت کے لئے سب سے بہترین موقع حج کا تھا، جسمین تمام اکناف کے مسلمان شامل ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتوے دیتے تھے، اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھین،[۱] لوگون کے گھرون پر جاکر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ وہ ابن عمرؓ کے ساتھ عبد اللہ بن مطیع کے یہان گئے، عبد اللہ نے خوش آمدید کہا، اور ان کے لئے فرش بچھایا، انھون نے کہا مین اسوقت تمھارے پاس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہون، رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دست برداری کی، وہ قیامت کے دن ایسی حالت مین آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا،[۲]

بات بات مین تعلیم دیتے تھے، علی بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے، کہ مین حالت نماز مین کنکریون سے کھیل رہا تھا، نماز تمام کر چکا تو ابن عمرؓ نے ٹوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ صلعم پڑھتے تھے، اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی طریقہ بتایا،[۳]

ایک مرتبہ سعید بن یسار مکہ کے راستہ مین آپ کے ساتھ تھے، صبح ہونے کے قریب ہوئی تو سعید نے سواری سے اتر کر وتر پڑھی، اور پڑھکر پھر ابن عمرؓ سے مل گئے، انھون نے پوچھا کہان تھے، کہا صبح ہو جانے کے خوف سے سواری سے اتر کر وتر ادا کی، ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی

---

[۱] استیعاب ج ا ص ۳۹۰ [۲] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۲۲۸ [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۵۶ [۴] موطا امام مالک ص ۳۴

ذات تمھارے لئے اسوۂ حسنہ نہین ہے؟ سعید نے کہا خدا کی قسم ضرور ہو، کہا رسول اللہ صلعم اوٹ ہی پر وتر پڑھتے تھے[1]

ان رسمی طریقون کے علاوہ خود آپ کی ذات گرامی سرتاپا اوصاف نبوی کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی، جو سیکڑون درس اور ہزارون تلقینات سے زیادہ کارآمد تھی، جس کا صرف ایک نظر دیکھ لینا اور چند ساعتین صحبت اٹھالینا برسون کے درس و تدریس کے برابر ہوتا ہے، گویا آپ کے صحیفۂ زندگی مین تمام احادیث عملاً بعنوان جلی مرقوم تھین، ان تمام صحابہ اور تابعین نے جنھون نے ان کو دیکھا تھا، بالاتفاق ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے، حضرت حذیفہؓ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا، مگر عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ نہین بدلے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھین کہ عہد نبوی کی حالت وکیفیت کا عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی پابند نہین رہا، حضرت نافع جو عبداللہ بن عمرؓ کے خادم اور شاگرد خاص تھے اور جو ان کی خدمت مین تیس برس رہے تھے، وہ تابعین اور اپنے شاگردون سے کہتے تھے، کہ اگر آج اس زمانہ مین ابن عمرؓ ہوتے تو ان کو آثار نبوی کی اس شدت سے اتباع کرتے ہوئے دیکھکر تم یہی کہتے کہ یہ دیوانہ ہین[2]،،

آپ دوسرون کے لئے نمونہ تھے، لوگ دعا کرتے تھے، کہ، خدایا ہماری زندگی مین ابن عمرؓ کو زندہ رکھ کہ ان کی اقتدا سے فیضیاب ہوتے رہین، ان سے زیادہ عہد رسالت کا کوئی واقف کار نہین[3]،

اسی لئے اکابر علما، مشکلات مین ان کی طرف رجوع کرتے تھے، سعید بن جبیر جو خود

---

[1] موطا امام مالک ص ۴۳، [2] مستدرک ج ۳ ص ۵۷۱، وابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ،

[3] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۰۷،

بھی بڑے تابعی تھے، بیان کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے لعان کے متعلق مجھ سے سوال کیا، مجھکو معلوم نہ تھا مین نے ابن عمرؓ سے جاکر دریافت کیا[1]، ابن شہاب زہری جن سے بڑا کوئی محدث تابعین مین نہین گذرا، وہ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ وہ ہین جو رسول اللہ صلعم کے بعد ساٹھ برس تک افادۂ خلق مین مصروف رہے، ان سے رسول اللہ صلعم کی کوئی بات چھپی نہ تھی،[2]

چونکہ آپ ایک عالم کے مقتدا تھے، آپ کا ہر قول و فعل دوسرون کے لئے نمونہ بنجاتا تھا، اس لئے آپ ان امور و اعمال کی جنکو سنت سے تعلق نہ ہوتا، بلکہ طبعاً یا بدرجہ مجبوری سرزد ہوتے تصریح فرمادیتے تھے، آپ مردہ مین بال بنوا رہے تھے، لوگ گرد و پیش ہوکر دیکھنے لگے فرمایا یہ سنت نہین ہے، بلکہ بال تکلیف دے رہے تھے، اس لئے بنوا دیئے،[3]

ایک شخص آپ کے پہلو مین نماز پڑھ رہا تھا، چوتھی رکعت مین پلتھی مار کر بیٹھا، اور دونون پاؤن موڑ لئے، آپ نے اس کو مذموم بتایا، اس نے کہا آپ ایسے ہی بیٹھتے ہین، فرمایا مجبوری کرتا ہون،[4] آپ کا بدن بھاری تھا اس لئے مسنون طریقہ سے نہیں بیٹھ سکتے تھے،

احتیاط فی الحدیث لیکن اس فضل و کمال، اس وسعتِ علم، اور اس دقتِ نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے مین حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہین، کہ صحابہؓ کی جماعت مین ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے مین کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث مین کمی و بیشی سے بہت ڈرتے تھے،[5] ابو جعفر کا بیان ہے، کہ ابن عمرؓ رسول اللہ صلعم کی حدیثون مین کمی و زیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے،[6] سعید اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہین، کہ حدیث نبوی مین ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہین گذرا،[7] اس لئے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے،

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۱۹ [2] تذکرۃ الحفاظ تذکرۂ ابن عمرؓ، [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول، ص ۱۱۴، [4] موطا امام مالک ص ۳۰، [5] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۴ [6] مستدرک ج ۳ ص ۵۱۶، [7] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۶،

مجاہد کا بیان ہے، کہ مدینہ کے راستہ مین میرا اور ابن عمرؓ کا ساتھ ہوا، اس درمیان مین انھون نے صرف ایک حدیث بیان کی، [1] امام شعبی کا بیان ہے، کہ مین ایک سال تک عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا لیکن انھون نے کوئی حدیث نہین بیان کی،

احادیث کی روایت مین وہ آنحضرت صلعم کے خاص الفاظ یاد رکھنا بھی ضروری سمجھتے، چنانچہ ایک مرتبہ عبید بن عمیرؓ خدمت سنا رہے تھے کہ "قال رسول اللہ صلعم مثل المنافق کشاۃ بین ربیضتین اذا اتت ھٰؤلاء نطحتھا" حضرت ابن عمرؓ نے فوراً ٹوک دیا، کہ یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ یون فرمایا ہے "ومثل المنافق بین غنمین" عبید عمر مین آپ سے بڑے تھے، اس لئے ان کو غیرت آگئی، بہت برہم ہوئے، ان کے اس بے جا غصہ کا یہ جواب دیا، کہ اگر مین نے آنحضرت صلعم سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا، تو نہ تردید کرتا، [2]

اس شدت احتیاط کی بنا پر اکابر علما آپ کی مرویات کو بہت زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہین، اس کے بعد پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہین رہتی، امام شعبیؓ فرماتے ہین، کہ ابن عمرؓ کی روایت بہت درست ہوتی تھی [3] ابن شہاب زہریؒ ان کی راے کے بعد پھر کسی دوسری راے کی ضرورت نہین سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے کتاب اللہ کے بعد صداقت او وثوق مین دوسرا درجہ دیا ہے زیادہ تر انھین کی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمرؓ سے اون کے خادم و شاگرد نافع نے بیان کی ہین، اور ان سے امام مالک نے سنا ہے، کہ حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت مین تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا، اور حضرت عمرؓ کی خدمت مین گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافع ابن عمرؓ کی صحبت مین تیس برس رہے، پھر امام مالک حضرت نافع کے حلقۂ درس مین دس بارہ برس بیٹھے، اسطر

[1] بخاری ج اول ص ۱۶، [2] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۳۲، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۸،

مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کا سلسلہ محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے، اور بجا کہا جاتا ہے، کہ،

این سلسلہ از طلائے ناب است — این خانہ تمام آفتاب است

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، بلالؓ، صہیبؓ، رافع بن خدیجؓ، عائشہؓ، اور حفصہؓ جیسے اکابر امت ہیں[1]،

تلامذہ | آپ کے علم کی کثرت، اور فیضان نے آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، صاحبزادوں میں بلال، حمزہ، زید، سالم، عبداللہ، عبیداللہ، عمر، پوتوں میں ابوبکر، محمد، عبداللہ، غلاموں میں نافع، اسلم، بھتیجوں میں حفص، عبداللہ، عام لوگوں میں زید، خالد، عروہ بن زبیرؓ، موسی بن طلحہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عامر بن سعد، حمید بن عبدالرحمٰن، سعید بن مسیب، عون بن عبداللہ، قاسم، محمد بن ابی بکر، مصعب بن سعد، ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعریؓ، انس بن سیرین، بسر بن سعید، بکر بن عبداللہ المزنی، ثابت البنانی، جبلہ بن سحیم، حرملہ، حکم بن مینار، حکیم بن ابی حرہ، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، ابوصالح السمان، زاذان ابوعمر، زبیر بن عربی، زیاد بن جبیر، ابوعقیل زہرہ بن معبد، سالم بن ابی الجعد، زید بن جبیر جشمی، سعد بن عبیدہ، سعید بن حارث، سعید بن یسار، سعید بن عمرو، صفوان بن محرز، طاؤس، عطاء، عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوالزبیر، عبداللہ بن شقیق عقیلی، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن مرہ ہمدانی، عبداللہ بن کیسان، عبید بن جریج، عبداللہ بن مقسم، عکرمہ بن خالد مخزومی، علی بن عبداللہ البارقی، علی بن عبدالرحمٰن وغیرہم[2]،

فقہ | حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے، کہ اسی پر تشریع اسلامی کا دار و مدار ہے، حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجۂ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم و افتا میں کٹی، مدینہ کے ان سات

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۸ دائرۃ المعارف حیدرآباد، [2] تہذیب التہذیب تذکرۂ ابن عمرؓ،

صحابہؓ میں جن سے علم حدیث کی سب سے زیادہ روایتیں ہیں ایک یہ بھی تھے[1]، فقہ مالکی، جو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی فقہ ہے، اس کا تمام تر دار و مدار حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ پر ہے[2]، اسی بناپر امام مالک فرماتے تھے، کہ ابن عمرؓ ائمہ دین میں تھے[3]، ابن عمرؓ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں، تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے[4]، کبارِ مشایخ کی رائے ہے کہ تنہا ابن عمرؓ کے اقوال اسلامی مسائل کے استقصا کے لئے کافی ہیں،

احتیاط فی الفتاویٰ | حدیث کی طرح فتاویٰ میں بھی بہت محتاط تھے جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا، فتویٰ نہ دیتے، حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے، کہ وہ اپنے فتووں میں اور اعمال میں نہایت سخت محتاط، اور خوب سوچ سمجھکر کہنے والے اور کرنے والے تھے[5]،

اگر کوئی مسئلہ نہ معلوم ہوتا تو اپنی کسرِ شان کا لحاظ کئے بغیر نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا، آپ کو علم نہ تھا، فرمایا "مجھے نہیں معلوم" اسکو ان کی صاف گوئی پر تعجب ہوا، کہنے لگا "ابن عمرؓ بھی خوب آدمی ہیں جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کردی[6]"، عقبہ بن مسلم کا بیان ہے، کہ ایک شخص نے آپ سے کچھ دریافت کیا، فرمایا "مجھکو نہیں معلوم، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمرؓ نے مجھکو ایسا فتویٰ دیا تھا[7]" ابن عباسؓ کو آپ کا یہ طرزِ عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا، فرمایا کرتے تھے، کہ "مجھکو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے، کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں، اور مستفتی کو لوٹا دیتے ہیں[8]"، اگر کبھی فتاویٰ دینے کے بعد غلطی معلوم ہوتی تو بلا پس و پیش پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتویٰ سے آگاہ کر دیتے، ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہؓ نے آبی مردار کے متعلق استفتا کیا، کہ اس کا

[1] اعلام الموقعین ابن قیم ج اول ص ۱۳، [2] مقدمہ مسوی شرح موطا شاہ ولی اللہ صاحب [3] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۸،
[4] اعلام الموقعین ابن قیم ج اول ص ۱۳، [5] استیعاب ج اول ص ۳۹۰، [6] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۲۵، [7] ایضاً، [8] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹، [9] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۴

کھانا جائز ہے، یا نہین، آپ نے ناجائز بتایا، بعد مین قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا، احل لکم صید البحر وطعامہ[1] چنانچہ انھون نے عبدالرحمن کے پاس کہلا بھیجا کہ اس کے کھانے مین کوئی حرج نہین[2] عام مفتیون کو صرف اپنی رائے وقیاس سے فتوی دینے سے منع فرماتے تھے، حضرت جابرؓ بصرہ کے مفتی تھے، ابن عمرؓ ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہی فرمائی کہ "تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے استفتا کرتے ہین، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے بغیر فتوی نہ دیا کرو[3]"، آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی ہی نہین[4]،

قیاس واجتہاد | تاہم اس احتیاط کے باوجود بعض مسائل مین قیاس واجتہاد ناگزیر ہے، کہ کتاب وسنت مین تمام مسائل کا استقصا نہین ہے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا، ابن عمرؓ پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ صلعم یعنی رسول اللہ صلعم کے فیصلون اور عملی مثالون کی طرف رجوع کرتے تھے، جب مقصد براری نہ ہوتی تو اجتہاد کرتے[5]، لیکن مستفتی سے کہہ دیتے کہ یہ میرا قیاس ہے، طاوس کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوتا جس کے بارہ مین کتاب اور سنت مین کوئی حکم نہ ہوتا، تو پوچھنے والون سے کہتے کہ، "اگر کہو تو اپنے قیاس سے بتادون[6]"،

لیکن قیاس واجتہاد مین بھی آپ کو ایسا خداداد ملکہ حاصل تھا، کہ آپ کی رائے بھی ہم پایہ حدیث سمجھی جاتی تھی، اور بڑے بڑے ائمہ اس کے بعد پھر کسی دوسرے کی رائے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے، امام ابن شہاب زہری نے اپنے شاگرد امام مالک کو ہدایت کی تھی، کہ ابن عمرؓ کے مقابلہ مین کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا، کہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے، اس لئے آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ کی کوئی بات ان سے چھپی نہ تھی[7]، امام زین العابدینؓ فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ بڑے صائب الرائے تھے بڑے

[1] موطا امام مالک ص ۱۸۴، [2] اعلام الموقعین ج اول ص ۷، [3] ایضاً، [4] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج اول ص ۳۳

[5] اعلام الموقعین ج اول ص ۶۷، [6] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۴ ج ۱، [7] مستدرک ج ۳ ص ۵۶۰،

بڑے مشایخ کہا کرتے تھے کہ جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا اُس نے پھر تلاش و تفحص کے لئے کچھ نہین چھوڑا،[1]

بعض فتاوے، حضرت ابن عمرؓ دمِ سائل کو ناقضِ وضو سمجھتے تھے، چنانچہ اگر نماز کی حالت مین نکسیر پھوٹتی تو نماز چھوڑ کر وضو کرتے اور پھر نماز کا بقیہ حصہ پورا کرتے،[2]

ایک شخص نے حاملہ عورت کے روزہ کی نسبت پوچھا، اگر حاملہ کو روزہ سخت معلوم ہو، یا روزہ سے نقصان پہونچنے کا احتمال ہو، تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرے، فرمایا افطار کرے، اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد گیہون مسکین کو دیدیا کرے[3]، قرآن پاک کی آیت والذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے متعلق صحابہؓ کی دو جماعتین ہین، ایک اس حکم کو منسوخ سمجھتی ہے اور دوسری اس کو حاملہ، دودھ پلانے والی اور کبیر السن بوڑھون کیلئے مخصوص کرتی ہے، حضرت ابن عمرؓ کا یہ فتویٰ دوسرے فریق کی تائید کرتا ہے

زیور کی زکوۃ مین صحابہؓ اور مجتہدین کا اختلاف ہے، ایک گروہ زیور مین بھی زکوٰۃ واجب ٹھہراتا ہے، اور حنفیہ کا یہی مسلک ہے، دوسرا گروہ زیور مین زکوٰۃ کے وجوب کا قائل نہین، حضرت ابن عمرؓ کا عمل دوسرے گروہ کا موید ہے، چنانچہ اپنی لڑکیون کو سونے کے زیورات پہناتے تھے، اور ان کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے[4]، اس سے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمالی زیورات مین زکوٰۃ نہین ہے، کہ وہ ایک طرح سے عملاً عورت کے ضروریات مین ہے، ہان البتہ اگر کوئی زیور کو سرمایہ کے طور پر یا تجارت کی غرض سے رکھے تو بے شبہہ اس پر زکوٰۃ واجب آئیگی، صحابہؓ مین حضرت عائشہؓ کا بھی یہی مسلک ہے اور مجتہدین مین امام شافعی وغیرہ اس طرف گئے ہین،

سکھائے ہوئے کتے کے شکار کی حلت کا مسئلہ تو خود قرآن پاک مین مذکور ہے، مگر اس کی بعض تفصیلات مین لوگون کا اختلاف ہے، حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا، کہ اگر کتے نے شکار کا کوئی

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۲، [2] موطا امام مالک ص ۱۳ باب الرعاف فی الصلوٰۃ، [3] موطا امام مالک ص ۹۶ [4] ایضاً ۱۰۶،

حصہ خود نہیں کھایا ہے، تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ، دونون صورتون مین کھایا جاسکتا ہے[1]،

غلام کے تمام افعال آقا کی مرضی کے تابع ہین، تاہم اس کے کچھ فطری حقوق ایسے بھی ہین جنمین اس کو کامل اختیار ہے، ان مین آقا کی مرضی اور منشار کو کوئی دخل نہین، ابن عمرؓ غلام کے ان حقوق کے بڑے محافظ تھے، فرماتے تھے، کہ اگر غلام کو آقا نے شادی کی اجازت دیدی، تو پھر طلاق دینے نہ دینے کا کامل اختیار اسی غلام کو ہوگا، آقا کو اس مین کوئی دخل نہ ہوگا[2]، یعنی اگر آقا طلاق دلانا چاہے تو غلام طلاق دینے پر مجبور نہین ہے،

اسی طرح آپ عورتون کے حقوق کی بھی پوری نگہداشت کرتے تھے، کہ ان کے شوہر ان کو بازیچۂ اطفال نہ بنالین کہ جب تک چاہا کھیلا اور جب چاہا بگاڑ دیا، ایک شخص نے آکر پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن! مین نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ مین دیدیا تھا یعنی طلاق اس کی مرضی پر محول کردی تھی، اس نے طلاق لے لی، آپ کا کیا فتویٰ ہے، فرمایا عورت نے جو کچھ کیا صحیح کیا، (یعنی طلاق پڑگئی) اس نے کہا ایسا نہ کیجئے فرمایا مین کرتا ہون کہ تم نے خود کیا[3]،

ربا (سود) کے معاملہ مین بہت سخت تھے، اگر ربا کا خفیف شائبہ بھی نکلتا، تو اس کو ناجائز سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک سونار نے پوچھا کہ مین سونے کی چیزین بنا کر اس سے زیادہ وزن کے سونے کے ساتھ بیچتا ہون، اور یہ زیادتی میری محنت کا صلہ ہوتی ہے، آپ نے منع کیا، سونار بار بار پوچھتا تھا، اور آپ منع کرتے تھے، آخر مین فرمایا، کہ دینار سے دینار اور درہم سے درہم کے تبادلہ مین کسی قسم کی زیادتی نہ ہونی چاہئے، اس کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے، اور مین تم سے عہد لیتا ہون[4]،

اس تشدد کی بناپر آپ قرض کے معاملہ مین کسی جانب سے بھی مراعات پسند نہ کرتے تھے چنانچہ

---

۱ موطا امام مالک جلد ۲ فی صید المعلمات ص ۱۴۳، ۲ ایضاً ما جاء فی طلاق العبد ص ۲۰۵ ۳ ایضاً ما جاء فی الخلیۃ والبریۃ واشباہ ذالک ص ۲۰۰، ۴ ایضاً بیع الذہب بالورق عیناً وتبراً ص ۲۶۰،

یہ صورت بھی کہ ایک شخص مدت معینہ کے لئے قرض لے پھر قرض خواہ مدت معینہ سے پہلے روپیہ لینا چاہے، اور اس کے عوض مین رقم کا کچھ حصہ چھوڑ دے[۱] ناپسندیدہ تھی، گو ربا کا فائدہ قرض خواہ کو ملتا ہے، اس لئے عام معنی مین یہ شکل ربا کے تحت مین نہین آتی، لیکن چونکہ قرض کے سلسلہ مین رعایت ہے، اور اس سے ایک فریق کو فائدہ پہونچتا ہے، اس لئے اس مین اون کو ربا کا شائبہ نظر آیا،

ابن عمرؓ کے فضل و کمال کی جستجو مین جہان تک ہم اندازہ کر سکتے ہین، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم شاعری، نسابی، اور خطابت کو آپ کے مسند علم مین بار نہ تھا، اس کا ایک کھلا ہوا سبب یہ ہے، کہ آپ زہد و اتقا کے سبب سے مذہبی علوم کے علاوہ دوسرے علوم مین وقت صرف کرنا پسند نہ فرماتے تھے اسلئے جو وقت بھی ملتا تھا، وہ اسی علمی جہاد مین صرف ہوتا تھا، دوسرا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے جاہلانہ جذبات سے آپ کا دامن اخلاق ہمیشہ پاک رہا، حسن و عشق، حسب و نسب، غلط تہور و شجاعت آپ کے نزدیک بے معنی الفاظ تھے، اس لئے آپ شاعر اور نساب نہ بن سکے، کہ یہی چیزین عرب کی شاعری کے عناصر اور اس کی مایۂ خمیر ہین،

سیاست کے خارزار سے ہمیشہ دامن کشان رہے، اس لئے تیغ زبان کے جوہر نہ کھلے، چنانچہ انھون نے خطیب کی حیثیت سے کوئی خاص شہرت نہین حاصل کی، تاہم آپ کے مختصر کلمات اور حکیمانہ اقوال بڑے بڑے پر زور خطبون سے زیادہ وقیع، زیادہ باثر اور زیادہ مفید تھے، اہل علم کے بارے مین فرماتے تھے، کہ "آدمی اس وقت اہل علم کے زمرہ مین شمار ہونے کے قابل ہوگا جب وہ اپنے سے بلند آدمی پر حسد نہ کریگا، اور اپنے سے کمتر کو حقیر نہ سمجھے گا، اور اپنے علم کی قیمت نہ لے گا،" ایمان کے متعلق فرماتے تھے، کہ "بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک

---

[۱] زرقانی شرح موطا ص ۱۱۱ مطبوعۂ مصر،

نہین پہونچ سکتا جب تک وہ مذہب کے اس بلند مقام پر نہ پہونچ جائے، جہان سے عوام اس کے مذہب مین اس کو احمق نظر آئین"، یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ "بندہ خواہ خدا کے نزدیک برگزیدہ ہی کیون نہ ہو، مگر جب دنیا کا اس کو کچھ حصہ اس کو مل جاتا ہے تو خدا کے یہان اس کو کوئی نہ کوئی درجہ ضرور گھٹ جاتا ہے[1]، نیکی کے بارے مین ارشاد تھا، کہ نیکی بہت آسان شے ہے، خندہ جبینی اور شیرین کلامی[2]

فضائلِ اخلاق ابن عمرؓ نے اسلام کے سایہ مین نشو و نما پائی، فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت اور آنحضرت صلعم کی صحبتِ بابرکت نے اس پر اور جلا دی، اس لئے وہ خلق نبوی کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، اگرچہ تمام صحابۂ کرامؓ پر خلق نبوی کا پرتو پڑا تھا، لیکن ابن عمرؓ پر ایسا گہرا اثر تھا، کہ ان کی ہر ادا سے شان نبویؐ آشکارا تھی، اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر وہ کام اسی طرح کرتے تھے، جس طرح آنحضرت صلعم کو کرتے دیکھتے تھے، اس کی مثالین حدیث کی کتابون مین بکثرت مذکور ہین:-

خشیتِ الٰہی خشیتِ الٰہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، خشیت یہ ہے، کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب مین گداز پیدا ہو، قرآن پاک مین صحابہؓ کی تعریف مین ہے، اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم کہ جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہین، حضرت ابن عمرؓ مین یہ کیفیت نمایاں صورت میں تھی، چنانچہ جب وہ قرآن پاک کی یہ آیت،

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ — کیا مسلمانون کے لئے وہ وقت نہین آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے دل مین خشوع پیدا ہو"

پڑھتے تھے، تو ان پر بے انتہا رقت طاری ہوتی[3]، ایک مرتبہ حضرت عمیرؓ نے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید تلاوت کی، تو آپ اس قدر روئے، کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤن سے تر ہو گئے، اور پاس بیٹھنے والون پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بمشکل برداشت کر سکے[4]، فتنہ کے زمانہ مین جب ہر

[1] ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ مقصد دوم ص ۱۹۱، [2] اسد الغابہ ترجمۂ ابن عمرؓ مطبوعہ مصر، [3] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۵ مطبع شرفیہ مصر،

[4] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۲۹،

حوصلہ مند اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا، ابن عمرؓ باوجود اپنے فضل و کمال، زہد و اتقا، اور لوگون مین اپنی عام ہر دلعزیزی اور مقبولیت بلکہ اکثرون کی خواہش کے باوجود صرف خدا کے خوف سے محترز رہے، نافعؓ کہتے ہین، کہ مین نے اپنے کانون سے سنا ایک دن ابن عمرؓ خانہ کعبہ مین سربسجود ہوکر کہہ رہے تھے کہ خدایا تو خوب جانتا ہے، کہ مین نے حصول دنیا مین قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہین[1] کی"

عبادت | خشیت الٰہی کا نتیجہ عبادت ہے، وہ نہایت ذوق و شوق اور ولولہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے، وقت کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی مین صرف ہوتا نافع روایت کرتے ہین کہ ابن عمرؓ رات بھر نمازین پڑھتے تھے، صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوا؟ اگر مین ہان کہتا تو پھر طلوع سحر تک استغفار مین مشغول ہو جاتے، اور اگر نہین کہتا تو بدستور نماز مین مشغول رہتے[2]، روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبویؐ سے دن چڑھے نکلتے، بازار کی ضروریات پوری کرتے، پھر نماز پڑھکر گھر جاتے[3]، محمد بن زیدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہین، کہ ابن عمرؓ رات بھر مین چار پانچ مرتبہ اٹھ اٹھکر نمازین پڑھتے تھے، ابن سیرین کا بیان ہے، کہ رات کو جتنی مرتبہ آنکھ کھلتی تھی اٹھ کر نماز پڑھتے تھے[4]، تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا[5]، ایک رات مین پورا قرآن تمام کرتے، حج کسی سال ناغہ نہین ہوا حتی کہ فتنہ کے زمانہ مین جب کہ مکہ بالکل غیر مامون حالت مین تھا، انھون نے حج نہ چھوڑا چنانچہ جب مکہ مین ابن زبیر اور حجاج کی لڑائی ہو رہی تھی وہ حج کے لئے نکلے، لوگون نے روکا کہ یہ حج کا موقعہ نہین، انھون نے کہا اگر کسی نے روک دیا، تو اسی طرح رک جاوینگا جس طرح آنحضرت صلعم کو دشمنون نے روکا تھا تو وہ رک گئے تھے اور اگر نہ روکا تو سعی و طواف پورا کرونگا چنانچہ صرف اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انھون نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ آنحضرت صلعم کے اس واقعہ سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۹ [2] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ [3] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹،

مشابہت ہو جائے[1]، اسی لئے صحابہؓ کی جماعت میں وہ مناسک حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے[2]، معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹتی تھی، چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے[3]، مسجد جاتے وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑیں گے اتنا زیادہ اجر ملے گا[4]،

پابندیٔ سنت

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبوی کا عکس اور اس کا پرتو تھی، لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندیٔ سنت کا والہانہ جنون تھا[5]، پابندیٔ سنت کا اس درجہ خیال تھا کہ نہ صرف عبادات میں بلکہ آنحضرت صلعم کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرت صلعم اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں یہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور صلعم نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے[6]، حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت صلعم گذرا کرتے تھے[7]، انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور نے کبھی طہارت کی تھی اس مقام پر پہونچ کر وہ بھی طہارت کر لیا کرتے تھے، آنحضرت صلعم مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لیجاتے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا، آنحضرت صلعم ذو الحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے[8]،

دعوت قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی دعوت قبول کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے[9]، آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے[10]، عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوۂ نبوی کو پیش نظر رکھتے تھے

[1] صحیح بخاری کتاب المناسک باب اذا احصر المعتمر، [2] ابن خلکان ج اول ص ۴۱۴، [3] ابوداؤد ج اول، [4] ابن سعد جزو ۴ ص ۱۱۳، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۱، [6] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۷، [7] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹،
[8] صحیح بخاری ج اول ص ۲۰۶ و مسلم ج اول باب التعریس بذی الحلیفہ، [9] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۰۰، [10] ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۰۰،

چنانچہ ارکان مین صرف رکن یمانی کو چھوتے تھے، ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے، رنگون مین زرد رنگ استعمال کرتے، چپل پہنتے تھے، لوگون نے دریافت کیا، کہ آپ ایسا کیون کرتے ہین، فرمایا آنحضرت صلعم کیا کرتے تھے؎۱، غرض کہ آنحضرت صلعم کے وہ تمام حرکات و سکنات جو آپ سے برسبیل سنت کئے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمرؓ ان سب کی اقتدا کرنا ضروری سمجھتے تھے،

زہد و ورع

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زہد و تقوی کا نمونہ تھی، لوگون کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمرؓ کے وقت مین ان کے جیسے بہت سے لوگ تھے، لیکن ابن عمرؓ اپنے زمانہ مین بے نظیر تھے؎۲، عام طور پر لوگون مین آخر عمر مین جب قوی کا انحطاط ہوتا ہے تب زہد و تقوی کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کی پیشانی پر عنفوان شباب ہی مین زہد و ورع کا نور چمکتا تھا، اور جوانان قریش مین آپ کی ذات دنیا کی ہوا و ہوس اور نفس کی خواہشون پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی؎۳ حضرت جابرؓ فرماتے ہین، کہ ہم مین سوائے ابن عمرؓ کے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو دنیاوی دلفریبیون نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، البتہ ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہ ہوا؎۴، اس سے بڑھکر ان کے زہد و تقوی کی کیا سند ہوسکتی تھی، کہ خود زبان رسالت نے ان کو رجل صالح کی سند عطا کی، جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ آپ آغاز شباب مین مسجد مین سویا کرتے تھے، ایک دفعہ انھون نے دوزخ کے فرشتون کو خواب مین دیکھا، جاکر اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا، انھون نے آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبد اللہ جوان صالح ہے، اس کے بعد وہ اکثر نماز دن مین مشغول رہے؎۵، اور آخر عمر تک یہی زندگی قایم رہی، ایک مرتبہ حضرت جابرؓ نے لوگون سے کہا کہ جو آنحضرت صلعم کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو، جنمین آپ کے بعد بھی کوئی تغیر نہین ہوا، تو وہ ابن عمرؓ کو دیکھے، ان کے علاوہ ہم سے ہر شخص کو حوادث

؎۱ بخاری جلد ۱ ص ۲۸، ؎۲ اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹، اس مفہوم کی حدیث مستدرک ج ۳ ص ۵۵۹ مین بھی ہے، ؎۳ تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰، ؎۴ تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰، ؎۵ صحیح بخاری کتاب الرویا جلد ۲ ص ۱۰۴۰،

زمانہ نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے[1]، حضرت زین العابدینؒ فرماتے تھے، کہ ابن عمرؓ زہد و تقویٰ اور اصابت رائے مین ہم سب سے فائق تھے[2]، یہ صرف لوگون کے آراء و اقوال نہین ہین، بلکہ ان کی پوری زندگی ان خیالات کی لفظ بلفظ تصدیق کرتی ہے، چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتون مین بھی وہ اس کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ پانی مانگا، کسی نے شیشہ کے گلاس مین لاکر پیش کیا، انھون نے انکار کردیا، جب دوبارہ وہ لکڑی کے پیالے مین لایا، تو پی لیا، پانی پی کر وضو کے لئے برتن مانگا، انھون نے طشت و آفتابہ پیش کیا، آپ نے انکار کردیا اور لوٹے سے وضو کیا[3]،

مال و دولت آپ کی نگاہ مین بالکل بے حقیقت چیز تھی، بڑی سے بڑی دولت کو پیرون سے ٹھکرا دیتے تھے، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولیعہد بنانا چاہا، تو عمرو بن العاصؓ کو حضرت ابن عمرؓ کا عندیہ لینے بھیجا، انھون نے آکر کہا، کہ آپ صحابی اور امیر المومنین کے لڑکے ہین، لوگ بھی آپ کی بیعت پر آمادہ ہین، پھر کیون نہ ہم لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلین، انھون نے پوچھا کہ کیا سب آمادہ ہین؟ کہا "ہان معدودے چند اشخاص کے سوا سب تیار ہین،" کہا کہ اگر تین آدمی بھی میرے مخالف ہین، تو مجھے خلافت کی ضرورت نہین ہے، جب عمرو بن العاصؓ کو یقین ہوگیا کہ وہ کشت و خون ناپسند کرتے ہین، تو دبے لفظون مین کہا، کہ "پھر آپ ایسے شخص کے ہاتھ پر کیون نہ بیعت کرلین، جس پر سب متفق ہوجائین گے، اس کے عوض آپ کو اس قدر زمین اور نقد مال دیا جائیگا، کہ آپ کی پشتہا پشت کے لئے کافی ہوگا،" یہ سن کر آپ غصہ سے بیتاب ہوگئے، اور کہا کہ تمھاری یہ مجال، ابھی میرے یہان سے نکل جاؤ، اور پھر کبھی صورت نہ دکھانا، میرا دین تمھارے درہم و دینار کے عوض فروخت نہیں ہوسکتا، مجھ کو امید ہے کہ جب دنیا سے جاؤن گا تو میرے ہاتھ ان آلائشون سے پاک ہون گے[4]۔

۱؎ مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۰، ۲؎ ایضاً، ۳؎ ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۱۴، ۴؎ ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۲۱،

زہد و تقویٰ کی اصل آزمایش کا وہ وقت ہوتا ہے، جب دنیا اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ دعوت دیتی ہے، لیکن انسان اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، حضرت ابن عمرؓ کو بارہا ایسے موقعے ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ و جلال، اور شان و شوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے مگر انھون نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگون نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی، اور اس پر سخت اصرار کیا، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا، اور ان فتنون مین پڑنا گوارا نہ کیا[1]، اس سلسلہ مین ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے، جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے، سفیان ثوریؒ امام شعبی سے روایت کرتے ہین، کہ ایکمرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ، مصعب بن زبیرؓ، عبد الملک بن مروان، اور ابن عمرؓ چارون آدمی خانہ کعبہ مین جمع تھے، سب کی رائے ہوئی، کہ ہر شخص رکن یمانی پکڑ کر خدا سے اپنی اپنی دلی تمناؤن کے لئے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زبیرؓ اٹھے اور دعا مانگی، کہ خدایا تو بڑا ہے، اور تجھ سے بڑی ہی چیزین مانگی جاتی ہین، اس لئے مین تجھکو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی، اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ دلا کر دعا کرتا ہون، کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری ولایت اور عام خلافت نہ تسلیم کر لیجائے، اس کے بعد مصعب بن زبیرؓ اٹھے، اور رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگی، کہ تو تمام چیزون کا رب ہے، آخر مین سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے، مین تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر جس کے قبضہ مین تمام عالم ہے، دعا کرتا ہون، کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ مین عراق کا والی نہ ہو جاؤن، اور سکینہ میرے نکاح مین نہ آجائے، اس کے بعد عبد الملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے زمین و آسمان کے خدا! مین تجھ سے ایسی چیزین مانگتا ہون جس کو تیرے اطاعت گذار بندون نے تیرے حکم سے مانگا ہے، مین تجھ سے تیری ذات کی حرمت، تیری مخلوقات و بیت الحرم کے رہنے والون کے حق کا واسطہ دیکر دعا مانگتا ہون، کہ تو مجھے دنیا سے

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۳۷۱

اس وقت تک نہ اٹھا جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہوجائے، اور اس مین جو شخص رخنہ اندازی کرے، اس کا سر قلم کردون، جب یہ جاہ پسند دعا مانگ چکے، تو وہ بادۂ حق کا سرشار اٹھا جس کے نزدیک دنیاوی طمطراق کی حقیقت سراب سے زیادہ نہ تھی، اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے، کہ تو ،،رحمٰن ورحیم ہے، مین تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہون، جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت مین رسوا نہ کر، اور اُس عالم مین مجھے جنت عطا فرما[1]،،

برا روایت کرتے ہین، کہ مین ایک مرتبہ ابن عمرؓ کی لاعلمی مین ان کے پیچھے پیچھے جارہا تھا، وہ چپکے چپکے کہتے جاتے تھے، کہ لوگ کندھون پر تلوارین رکھے، آپس مین کٹے مرتے ہین، اور مجھ سے کہتے ہین کہ ابن عمرؓ ہاتھ لاؤ بیعت کرین[2]،

عموماً پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے، ایک شخص چورن لایا، آپ نے پوچھا، کیا ہے؟ اُس نے کہا اگر کھانا ہضم نہ ہو، تو اس سے ہضم ہوجاتا ہے، فرمایا، اس کی مجھ کو کیا ضرورت ہے، مین نے تو مہینون سے شکم سیر ہوکر کھانا ہی نہین کھایا[3]،

مشتبہات سے اجتناب، شدت ورع کی وجہ سے ہمیشہ مشتبہات سے اجتناب فرماتے، مروان نے اپنے زمانہ مین میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمرؓ ادھر رخ کرکے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، کہ اس مین پتھر کی پرستش کا خیالی شائبہ ہے، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ ہمیشہ عہد رسالت اور اس کے بعد خلفائے اربعہؓ کے وقت تک کھیتون کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیج نے بیان کیا، کہ آنحضرت صلعم نے کھیتون کے کرایہ سے منع کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے سنا تو جاکر ان سے تصدیق چاہی، رافعؓ نے کہا کہ ہان منع کیا ہے، کہا تم کو معلوم ہے، کہ عہد نبوی صلعم

[1] ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۴، مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ء [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۱ [3] ایضاً ص ۱۱۰، [4] ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۹۰ بحوالہ مصنف ابن ابی بکرؒ،

مین زمین کا لگان لیا جاتا تھا، اگرچہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ آنحضرت صلعم نے ایسا حکم دیا تھا، مگر محض اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد مین آنحضرت صلعم نے ممانعت فرمادی ہو، اور مجھے علم نہ ہوا ہو،[1]

ککڑی اور خربوزہ صرف اس لئے نہ کھاتے تھے، کہ اس مین گندی چیزون کی کھاد دیجاتی ہے[2]

ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے، معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے، انھون نے فوراً پھکوا دیا کہ سکر نہ پیدا ہو گیا ہو،[3]

اگرچہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، تاہم احتیاط کا اقتضا یہی ہے، کہ اس سے احتراز کیا جائے، چنانچہ جب اپنے کسی صاحبزادے کو گنگناتے ہوئے سنتے تو تنبیہ فرماتے،[4]

اگر کسی چیز مین صدقہ کے شائبہ کا بھی وہم ہوتا، تو اس کو استعمال نہ کرتے، ایک دن بازار گئے، وہان ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا لے لو، اس نے اپنے دام سے خرید لیا، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لئے افطار کے وقت اسی بکری کا دودھ پیش کیا گیا، فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے، اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے، اور غلام صدقہ کا ہے، اس لئے اس کو لیجاؤ، مجھکو اس کی حاجت نہین ہے[5]

ایک مرتبہ کہین دعوت مین تشریف لے گئے، وہان پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چنا گیا، تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا، اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر مین روزہ ہون،[6] یہ عذر پھولدار فرش کی وجہ سے تھا،

ایک مرتبہ احرام کی حالت مین سردی معلوم ہوئی، فرمایا مجھکو اڑھادو، آنکھ کھلی تو چادر کی

---

[1] بخاری ج اص ۳۱۵، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اص ۱۲۰، [3] ابن سعد ج ۴ ق اص ۱۲۲، [4] ایضاً ص ۱۱۴،
[5] ایضاً ص ۱۱۸، [6] ایضاً ۱۲۷،

سنجاف اور پھول بوٹون پر نظر پڑی، کہ وہ ابریشم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس مین یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال مین کوئی مضائقہ نہ تھا[1]،

صدقات وخیرات، صدقہ وخیرات حضرت ابن عمرؓ کا نمایان وصف تھا، ایک ایک نشست مین بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے تھے، دو دو تین تین ہزار کی رقمین تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے[2]، اسناوقات یکمشت ۳۰ ہزار کی رقم خدا کی راہ مین لٹا دی[3]، قرآن پاک مین نیکوکاری کے لئے محبوب چیز خدا کی راہ مین دینے کی شرط ہے، لَن تَنالُوا البِرَّ حَتّیٰ تُنفِقُوا مِمّا تُحِبُّون، حضرت ابن عمرؓ اس آیہ کی عملی تفسیر تھے، آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزون کو راہِ خدا مین دیدیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو بہت پسند ہوتا اس کو راہِ خدا مین آزاد کر دیتے، اور آپ کی نظر مین وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گذار ہوتا، غلام اس نکتہ کو سمجھ گئے تھے، چنانچہ وہ مسجدون کے ہو رہتے، حضرت ابن عمرؓ ان کے ذوقِ عبادت کو دیکھکر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے، آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ آپ کے غلام آپ کو دھوکہ دیتے ہین، اور وہ صرف اپنی آزادی کے لئے یہ دینداری دکھاتے ہین، آپ فرماتے من خدعنا باللہ انخدعنا لہ، "جو شخص ہم کو خدا کے ذریعہ سے دھوکا دیتا ہے، ہم اس سے دھوکا کھا جاتے ہین[4]"، آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی، اس کو راہِ خدا مین آزاد کر کے آپنے ایک غلام کیساتھ بیاہ دیا، اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کو آپ چومتے، اور فرماتے کہ اس سے کسی کی بو آتی ہے[5]، اسی طریقہ سے ایک دوسری چاہتی لونڈی کو آزاد کر دیا اور فرمایا، لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون[6]، آپ غلام اس کثرت سے آزاد کرتے تھے، کہ آپ کے آزاد کردہ غلامون کی تعداد ایکہزار سے متجاوز ہو گئی تھی[7]،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۱۰، [2] اصابہ تذکرہ ابن عمرؓ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۹، [4] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۲۴، [5] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹، [6] ایضاً ص ۱۰۸، [7] تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۳۳۰،

ایک مرتبہ انھون نے نہایت عمدہ اونٹ خریدا اور سوار ہوکر حج کو چلے، اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی، فوراً اتر پڑے، اور حکم دیا، کہ سامان اتالو، اور اس کو قربانی کے جانورون مین داخل کر دو[1]

مسکین نوازی | مسکین نوازی آپ کا نمایان جوہر تھا، خود بھوکے رہتے، لیکن مسکینون کی شکم سیری کرتے، عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے،

آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالان رہتی تھین، اور شکایت کیا کرتی تھین کہ جو کھانا مین ان کے لئے پکاتی ہون، وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہین، فقرا اس کو سمجھ گئے تھے، اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آکر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے، بیوی نے عاجز ہوکر ایک مرتبہ کھانا فقرا کے گھرون پر بھجوا دیا کہلا دیا کہ راستہ مین نہ بیٹھا کرین، اور اگر وہ بلائین تو بھی نہ آئین، ابن عمر مسجد سے واپس ہوکر حسب معمول گھر آئے، اور غصہ مین حکم دیا کہ فلان فلان محتاجون کو کھانا بھجوا دو، کیا تم چاہتی ہو، کہ مین رات فاقہ مین بسر کرون، چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا،[2]

دسترخوان پر اگر کسی فقیر کی صدا کانون مین پہونچ جاتی، تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو بھجوا دیتے اور خود روزہ سے دن گذار دیتے، ایک مرتبہ آپ کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے نہایت لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا، کہ ایک فقیر نے صدا لگائی، فرمایا فقیر کو دیدو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہین دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس لئے اس کو ندیا، اور کھانے کے عوض نقد ہی فقیر کو دیکر واپس کیا، تب آپ نے تناول فرمایا،[3] ایک مرتبہ بیمار پڑے، کھانے کے لئے انگور کے چند دانے خریدے گئے، ایک سائل آیا، حکم دیا انگور دیدو، لوگون نے عرض کیا آپ اس کو کھا لیجئے اس کو

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۲۱۲، [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۲۲، [3] ابن سعد ج ۴ ص ۱۲۲،

دوسرے دیدیئے جائینگے فرمایا نہین یہی دیدو، مجبوراً وہی دینے پڑے، اور دیکر پھر اس سے خرید لئے گئے، آپ کا یہ حسن سلوک انھین لوگون کے ساتھ تھا جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے جب دسترخوان پر بیٹھتے، اور خوش پوش اور مرفہ الحال دکھائی پڑتا، تو نہ بلاتے، لیکن آپ کے بھائی اور لڑکے اس کو بٹھا لیتے، اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا، تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلاتے ہین، اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجتمند ہوتے ہین ان کو چھوڑ دیتے ہین،[2]

فیاضی اور سیرچشمی فقرا و مساکین کے علاوہ آپ کے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم برستا تھا، اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے پاس چلی گئی، تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے، عطا کہتے ہین، کہ ایک دفعہ ابن عمرؓ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لئے، جب ادا کئے، تو دو سو زیادہ آگئے ہین نے واپس کرنا چاہا، تو کہا تمھیں لے لو،[3] اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی، جب واپس کی، تو مقروضہ درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کئے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہمون سے زیادہ کھرے ہین، فرمایا عمداً ایسا کیا تھا،[4] آپ کے غلام نافع کا بیان ہے، کہ ایک مرتبہ بیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دیئے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے، ان کو جنکو پہلے دے چکے تھے انھین سے قرض لے کر دیئے،[5] اقامت کی حالت مین اکثر روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی مہمان آجاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی مین روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے،[6] جہان مہمان جاتے ۳ دن کی مسنون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرتے، جب مکہ جاتے، تو عبداللہ بن خالد کے گھرانے مین اتر تے تھے، لیکن ۳ دن کے بعد

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۶، [2] ایضاً ص ۱۰۱، [3] ایضاً ص ۱۲۳، [4] ایضاً [5] ایضاً ص

[6] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ،

اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے[1]

ایک مرتبہ کہین جارہے تھے، راستہ مین ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمرؓ نے سلام کیا او سواری کا گدھا، اور سر کا عمامہ اتار کر اس کو دیدیا، ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھکر بولے، خدا آپ کو صلاحیت دے، یہ اعرابی تو معمولی چیزون سے خوش ہوجاتے ہین، یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی، فرمایا ان کے والد، میرے والد کے دوست تھے، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے[2]،

استغنا اس فیاضی کے ساتھ حد درجہ مستغنی المزاج واقع ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہین کیا، لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے، تو آپ قبول نہ کرتے، عبد العزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا، کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھکو دیا کیجئے، ان کو جواب مین لکھ بھیجا کہ جن کی پرورش تمھارے ذمہ ہے ان کی امداد کرو، اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے ہاتھ سے مراد لینے والا[3]

مگر اسی کے ساتھ کسی کا ہدیہ بھی واپس نہین کرتے تھے، چنانچہ مختار اکثر مال ومتاع بھیجا کرتا تھا، آپ قبول کرلیتے، اور فرماتے کہ مین کسی سے مانگتا نہین، لیکن جو خدا دیتا ہے اس کو رد بھی نہین کرتا[4]، آپ کی پھوپھی رملہ نے دوسو دینار بھیجے، انھون نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلئے[5]، امیر معاویہؓ آپ کے سامنے ایک لاکھ کی رقم اس خیال سے پیش کرنی چاہی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہوجائین، آپ نے فرمایا، میرا ایمان اتنا ارزان نہین ہے[6]،

محبت نبوی، آنحضرت صلعم کی محبت ان کا سرمایۂ حیات، اور جان حزین کی تسکین کا باعث

---

[1] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ، [2] ایضاً، [3] ابن سعد تذکرہ ابن عمر، [4] ایضاً جزو اول ق اول ص ۱۱۰، [5] ایضاً ص ۱۱۲، [6] ایضاً ص ۱۲۴،

تھی، آپ کی وفات کے بعد ایسے شکستہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا۔[1] وفات نبوی صلعم کے بعد جب آپ کا ذکر آتا، تو بے اختیار رو پڑتے،[2] جب سفر سے لوٹتے تو روضہ نبوی صلعم پر حاضر ہو کر سلام کہتے،[3] ذات نبوی کے ساتھ اس شیفتگی کا قدرتی اقتضا یہ تھا کہ آل اطہار رض سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو، اس نے کہا عراقی، فرمایا لوگو! ذرا اس کو دیکھنا، یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگون نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے، جن کے متعلق آنحضرت صلعم فرماتے تھے، کہ یہ دونون میرے باغ دنیا کے دو پھول ہین،[4]

یہ محبت آل اطہار رض کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ جس چیز کو آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی، اس سے آپ کو وہی شغف تھا، آنحضرت صلعم کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمر رض ہمیشہ اس کو پانی دیتے تھے، کہ خشک نہ ہو جائے،[5] مدینۃ الرسول صلعم سے اس درجہ محبت تھی، کہ تنگی کی حالت مین بھی وہان سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی، اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی، کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کریگا، قیامت مین مین اس کا شفیع ہون گا،[6]

اختلاف امت کا لحاظ حضرت ابن عمر رض اس کام سے جسمین امت مسلمہ کے اختلاف وافتراق کا ادنیٰ خطرہ بھی نکلتا ہو احتراز فرماتے تھے، ان کی حق پرستی مسلم ہے، لیکن امت کے ضرر کے خیال سے بعض مواقع پر خاموش ہو جاتے تھے، فرماتے ہین، کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ رض نے دعویٰ سے کہا کہ خلافت کا ہم سے زیادہ حقدار کون ہے، میرے دل مین آیا کہ جواب دون، کہ تم سے زیادہ وہ حقدار ہے،

[1] ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۰۹ بحوالہ مصنف ابن ابی بکر، [2] ابن سعد تذکرہ ابن عمر رض، [3] ایضاً، [4] بخاری ج ۱ ص ۴۴۶،
[5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۷، [6] مسند احمد ابن حنبل ج ۲ ص ۱۳۳،

جس نے تم کو اور اور تمہارے باپ کو اس پر مارا، مگر فساد کے خیال سے خاموش رہا[1] اختلاف امت کا ادنیٰ ادنیٰ باتون مین خیال رکھتے تھے، منیٰ مین آنحضرت صلعم عصر کی نماز مین قصر کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی یہی طریقہ رہا، حضرت عثمانؓ بھی ابتدا مین دو ہی رکعت پڑھتے تھے، مگر کچھ دنون کے بعد پوری چار پڑھنے لگے، حضرت ابن عمرؓ بھی تفریق کے خیال سے امام کے پیچھے چار پڑھتے، لیکن اکیلے ہوتے تو قصر کرتے، اور فرماتے کہ "الخلاف منکر"[2] اختلاف ناپسندیدہ ہے، فرمایا کرتے تھے، کہ اگر میری خلافت پر دو شخص کے علاوہ پوری امت محمدیؐ متفق ہوجائے تو بھی مین ان سے نہ لڑون گا، لوگون کو نصیحت کرتے، کہ ہم لوگون سے اس لئے لڑتے تھے کہ دین فساد کا ذریعہ نہ بنے، اور خالص خدا کے لئے ہوجائے اور تم اس لئے لڑتے ہو کہ دین غیر خدا کا ہو کر فتنہ و فساد کی بنیاد بن جائے، ایک شخص نے کہا، کہ آپ سے زیادہ فتنہ پرداز امت محمدیؐ مین کوئی نہین، فرمایا یہ کیسے، خدا کی قسم نہ مین نے ان کا خون بہایا، نہ ان کی جماعت مین اختلاف ڈالا، نہ ان کی مجتمعہ قوت منتشر کی، اس نے بر سبیل مبالغہ کہا کہ اگر آپ چاہتے تو دو شخص بھی آپ کی خلافت مین اختلاف نہ کرتے، آپ نے فرمایا مین اس کو ناپسند کرتا ہون کہ ایک شخص کہے کہ مین تمہاری خلافت سے راضی ہون، دوسرا کہے کہ مین راضی نہین ہون،

برار روایت کرتے ہین، کہ مین ایک دن عبداللہ بن عمرؓ کی لاعلمی مین ان کے پیچھے پیچھے جارہا تھا، وہ فرماتے جاتے تھے، کہ لوگ تلوارین لئے آپس مین کٹے مرتے ہین، پھر کہتے ہین، کہ ابن عمرؓ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ،[3]

اسی اختلاف امت کے خیال سے ہر خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے، کہ مبادا انکا

---

[1] طبقات ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۳۴ و بخاری، [2] ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶ و مسلم ج ۱ باب قصر الصلوٰۃ بمنیٰ، [3] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۱۱،

کسی نئے فتنہ کی بنیاد نہ بنجائے، چنانچہ فتنہ کے زمانہ مین ہر امیر کے پیچھے نماز پڑھ لیتے، اور زکوٰۃ ادا کر دیتے، خود فرماتے تھے، کہ مین دورِ فتن مین جنگ وجدل سے الگ رہتا ہون، اور ہر غالب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہون[1]، مگر یہ اطاعت اسی حد تک تھی جہان تک مذہب اجازت دیتا، لیکن اگر مذہبی پابندی مین کوئی خلل پڑتا، تو اطاعت ضروری نہین سمجھتے تھے، چنانچہ ابتداءً حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے لیکن جب اس نے نماز مین تاخیر شروع کی، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بلکہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے[2]،

اس احتیاط کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین فتنہ وفساد اور افتراق وانشقاق کا جو طوفان اٹھا اور اسمین بہت کم ایسے مسلمان تھے، جنکا ہاتھ ایک دوسرے کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو، ابن عمرؓ اپنے کمالِ احتیاط کے باعث اس ہنگامۂ عام مین بھی بچے رہے، چنانچہ محمدؒ کہتے ہین، کہ "ہم مین سے کوئی شخص مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے تو وہ عبد اللہ بن عمرؓ ہین"،

اظہارِ حق مین جرأت وبیباکی

اس مصالحانہ اور مرنج ومرنجان زندگی کے باوجود دینی مسائل اور مذہبی معاملات جہان آجاتے وہ حق گوئی مین حد درجہ بیباک ہو جاتے تھے، اور اس موقع پر حق گوئی کے جذبات مصالحِ امت پر غالب آجاتے تھے، چنانچہ بنی امیہ کا جابرانہ طرزِ عمل سخت ناپسند تھا، اور اس پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حجاج کے مظالم سے دنیائے اسلام تنگ آگئی تھی، مگر کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، لیکن حضرت ابن عمرؓ بےخوف وخطر اس کے منہ پر کہہ دیتے، ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا حضرت ابن عمرؓ بھی تھے آپ نے فرمایا، یہ خدا کا دشمن ہے اس نے حرم الٰہی کو رسوا کیا، بیت اللہ کو تباہ کیا، اولیاء اللہ کو قتل کیا[3]، ایک مرتبہ حجاج نے دوران خطبہ مین کہا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے کلام اللہ مین تغیر وتبدل کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے جھلا کر فرمایا کہ تو

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۱۰، [2] طبقات جز ۴ ق ۱ تذکرہ ابن عمرؓ [3] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۲،

جھوٹ بکتا ہے، نہ ابن زبیرؓ مین اتنی طاقت ہے، اور نہ تیری یہ مجال ہے[1]، مرض الموت مین جب حجاج عیادت کو آیا، اور انجان بنکر کہا کہ، کاش زخمی کرنے والے کا مجھکو علم ہو جاتا، تو بگڑ کر کہا کہ وہ تمھارا نیزہ تھا، حجاج نے پوچھا یہ کیسے، کہا تم نے ایام حج مین لوگون کو مسلح کیا، اور حرم محترم مین ہتھیارون کو داخل کیا، پھر پوچھتے ہو کس نے زخمی کیا[2]، ایک مرتبہ حجاج مسجد مین خطبہ دے رہا تھا، اور اس کو اس قدر طول دیا، کہ عصر کا وقت آخر ہو گیا، آپ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جا رہا ہے، تقریر ختم کرو، اس نے نہ سنا، دوبارہ پھر کہا، اس مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا، تیسری مرتبہ پھر کہا، تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا، اگر مین اٹھ جاؤن تو تم بھی اٹھ جاؤگے؟ لوگون نے کہا ہان چنانچہ یہ کہکر، کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمکو نماز کی ضرورت نہین ہے، اٹھ گئے، اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا، اور نماز پڑھی، اور ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیون کیا، کہا کہ ہم لوگ نماز کے لئے مسجد آتے ہین، اس لئے جس وقت نماز کا وقت آجائے، اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہئے، نماز کے بعد جس قدر تمھارا دل چاہے، بکا کرو[3]، اسی وجہ سے خلفائے بنو امیہ اپنی رعونت کے باوجود ان کا بہت لحاظ کرتے تھے، آنحضرت صلعم کے وقت سے خط لکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب بسم اللہ کے بعد اپنا نام لکھتا، پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتا، کہ منجانب فلان الی فلان، لیکن خلفائے امیہ نے جہان اور بدعات رائج کین، وہان اس طریقہ کو بھی بدل دیا، اور اظہار ترفع کے لئے یہ طریقہ رائج کیا کہ خط مین پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے، پھر بھیجنے والا اپنا نام تحریر کرے، ابن عمرؓ کی خودداری اس کو کب گوارا کر سکتی تھی، انھون نے جو بیعت نامہ لکھا، اس مین اسی سابق طریقہ پر من عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مروان لکھا، اس تحریر کو دیکھ کر درباریون نے کہا کہ ابن عمرؓ نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے، عبد الملک نے کہا کہ ابو عبد الرحمن کی ذات سے اتنا بھی بہت

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم اول ص ۱۳۵، [2] بخاری جلد ۱ ص ۱۳۲، [3] ابن سعد ق ۱ ص ۱۱۷،

بہت غنیمت ہے[1]،

مساوات، | اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بیجا عظمت ہو مٹا دیا، ابن عمرؓ اس مساوات کا عملی نمونہ تھے، وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات مین فرق آتا ہو ناپسند فرماتے تھے، جہان لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے وہان نہ بیٹھتے[2]، اپنے غلامون کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا، اور ان کو عزتِ نفس کی تعلیم دیتے تھے، دستور تھا کہ غلام تحریر مین پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا، انھون نے اپنے غلامون کو ہدایت کردی کہ جب مجھکو خط لکھو، تو پہلے اپنا نام لکھو[3]، غلامون کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے، ایک مرتبہ دسترخوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اسکو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا[4]، غلامون کے کھانے پینے کا خیال بال بچون کی طرح رکھتے تھے، ایکمرتبہ ان لوگون کے کھانے مین تاخیر ہوگئی، خانساماں سے پوچھا غلامون کو کھانا کھلایا، اس نے نفی مین جواب دیا، برہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلاو، انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلامون کے خورد و نوش کا خیال نہ رکھے[5]، غلامون کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے، اور نہ کبھی ان کو مار پیٹ کرتے تھے، اگر کبھی غصہ کی حالت مین ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اسکو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے، سالم کہتے ہیں، کہ ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہین کی، ایک مرتبہ غصہ میں ابع کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی، اور فرمایا مین ایسی بات زبان سے نکال رہا ہون، جو نہ نکالنی چاہئے[6]، ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اسکو آزاد کر دیا[7]،

[1] ابن سعد ق ا ص ۱۱۲ [2] ایضاً جز ۴ ق ا ص ۱۲۰ [3] ایضاً ص ۱۲۲، [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۸،
[5] مسلم ج ا ص ۳۶۹، [6] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۸، [7] مسلم ج ۲ ص ۲۵،

تواضع وانکسار | اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفات نہ ہون گی،
اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہین پیدا ہو سکتا، ابن عمرؓ مین یہ صفات بھی بدرجۂ اتم موجود
تھین، اپنی مدح سرائی سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمرؓ اپنی تعریف سننا سخت ناپسند
کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انھون نے اس کے منہ مین مٹی جھونک دی
اور کہا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مداحون کے منہ مین مٹی ڈالا کرو[1]، اپنے لئے معمولی انسانون
سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے، کسی نے ان سے پوچھا تم کون ہو، فرمایا جو تم سمجھو، اس نے
کہا تم سبط ہو تم وسط ہو، فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے، اور امت وسط پوری
امت محمدیؐ ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہین، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے، تو
جھوٹا ہے، بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرتے، بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے طفیل
بن کعب جو روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمر بلا امتیاز
تاجر، مسکین، اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن مین نے ان سے پوچھا آپ
بازار کیون جاتے ہین، حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہین، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہین، فرمایا صرف
لوگون کو سلام کرنے کی غرض سے[2]، اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے، تو پلٹ کر
سلام کرتے[3]، تواضع اور فروتنی کا سب سے بڑا مظہر حلم ہے، ابن عمرؓ تلخ سے تلخ باتین سنکر پی
جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیان دینی شروع کین، آپ نے صرف
اس قدر جواب دیا، کہ مین اور میرے بھائی عالی نسب ہین، پھر خاموش ہو گئے[4]،

ہر دلعزیزی | اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا، کہ عام طور پر لوگون میں آپ کو محبوبیت

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۹۴ [2] موطا امام مالک ص ۳۸۰، [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۳۲،
[4] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۸،

حاصل تھی، مجاہد کہتے ہین، کہ ایک دن مین ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کرتے تھے، انھون نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اسقدر محبت کرتے ہیں، کہ اگر چاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا چاہوں تو اس سے زیادہ نہین مل سکتی، [1]

سادگی، ابن عمرؓ کی تصویر حیات تکلفات کے آب ورنگ سے یکسر پاک تھی، گو آپ بہت فارغ البال تھے، اوپر گذر چکا ہے، کہ ۲۰، ۲۰ ہزار ایک ایک نشست مین لوگون کو دے ڈالتے تھے، لیکن خود ان کی زندگی یہ تھی، کہ کل اثاث البیت ۱۰۰ درہم سے زیادہ کا نہ تھا، مہران کا بیان ہے، کہ مین نے ابن عمرؓ کے اثاث البیت کا جائزہ لیا، تو فرش اور بستر ملا کر بھی اس کی قیمت سو درم (یعنی تقریباً بیس روپے) تک نہین پہونچی تھی [2]، فاروق اعظمؓ کا بیٹا اور یہ مسکنت اللہ اکبر! ہر وہ چیز ناپسند تھی جسمین تنعم کی بو ہوتی، چنانچہ جمعہ کے علاوہ اور دنون مین خوشبو کا استعمال بھی پسند خاطر نہ تھا، ایک مرتبہ کپڑے بخورات مین بسائے گئے، ان کو جمعہ کے دن استعمال کیا، پھر اتار کر رکھدیا، اتفاق سے دوسرے دن سفر پیش آیا، منزل کے قریب پہونچکر کپڑے مانگے تو وہی جوڑا پیش کیا گیا، لیکن اس مین خوشبو کا اثر تھا، اس لئے واپس کر دیا [3]، طعام بھی نہایت سادہ تھا، اگر دسترخوان نہ بچھتا، تو بڑے برتن مین کھانا رکھدیا جاتا، سب مع اہل وعیال اسی کے گرد بیٹھکر کھا لیتے، اس کش مکش مین کھانے والون کو کبھی کھڑے ہو کر کھانا پڑتا [4]،

دعوت وغیرہ مین عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمرؓ کا دسترخوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے، کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی، اور مجھ سے کہا مدینہ والون کو مدعو کر آؤ، مین نے عرض کیا، کس چیز

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۲۴، [2] ایضاً ج ۴ ق ۱ ص ۱۲۱، [3] ایضاً ص ۱۰۸، [4] ایضاً ص ۱۰۹،

کی دعوت دیتے ہین، روٹی تک تو ہے نہین" فرمایا بس خدا تم کو بخشے گوشت موجود ہے، شوربا موجود ہے، جس کا دل چاہے گا، کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا[۱]،

اسی سادگی کی بنا پر تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، مجاہد کا بیان ہے، کہ ابن عمرؓ جو کام خود کر سکتے تھے، وہ دوسرون سے نہ کراتے تھے، حتی کہ اونٹنی وغیرہ بٹھانے مین بھی دوسرون سے نہ مدد لیتے تھے[۲]، گھر بھی اپنے ہاتھ سے بناتے تھے، خود فرماتے تھے، کہ مین نے بلاکسی اعانت کے آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنے ہاتھون سے ایک گھر بنایا تھا،

ذریعۂ معاش، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب صحابہؓ کے وظیفہ کئے گئے، تو ڈھائی ہزار ان کا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور اسامہ بن زیدؓ کا ۳ ہزار مقرر ہوا، انھون نے اعتراض کیا کہ جب مین کسی چیز مین ان سے اور آپ ان کے والد سے پیچھے نہ رہے تو پھر اس تفریق کا کیا سبب ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو تم سچ کہتے ہو، مگر آنحضرت صلعم ان کے والد کو تمھارے والد سے اور انکو تم سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، یہ جواب سنکر وہ خاموش ہو گئے[۳]، اس کے علاوہ لگانی زمینین بھی تھین[۴]،

لباس، لباس بہت معمولی پہنتے تھے، عموماً قمیص، ازار، اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، چپل پہنتے تھے، ازار نصف ساق تک ہوتا تھا، رنگون مین زرد رنگ استعمال کرتے تھے، کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ رنگ پسند تھا، کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہین، کہ مین نے ان کو پانسو تک کی چادر اوڑھے دیکھا ہے، انگوٹھی بھی رکھتے تھے، جس پر عبداللہ بن عمرؓ کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۲۱، [۲] بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، [۳] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۹، [۴] بخاری جلد ۲ باب کراء المزارع،

وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہنتے نہ تھے[1]،

حلیہ، شکل وصورت مین وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے، دراز قامت اور بھاری بھر کم تھے، رنگ گندمی تھا[2]، کندھون تک کاکلین تھین، کبھی کبھی مانگ بھی نکالا کرتے تھے[3]، داڑھی بقدر ایک مشت رکھتے تھے، موچھین اس قدر گہری کترواتے تھے، کہ لبون کی سپیدی نمایان ہوجاتی تھی، زرد خضاب کرتے تھے[4]،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب، عمیر نام، ابوہریرہ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری ابن طریف بن غیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس[5]، اصل خاندانی نام عبد شمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے عمیر رکھا، کنیت کی وجہ خود بیان کرتے ہین کہ مین ایک "ہرہ" بلی پالے تھا، شب کو ایک درخت مین رکھتا تھا، اور صبح کو جب بکریان چرانے جاتا، تو ساتھ لے لیتا، اور اس کے ساتھ کھیلتا، لوگون نے یہ غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر مجھ کو ابوہریرہ کہنا شروع کیا[6]، دوس کا قبیلہ یمن مین آباد تھا،

قبل از اسلام، بچپن مین باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، اس لئے فقر وافلاس بچپن کے ساتھی بن گئے تھے بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑے پر ملازم تھے اور خدمت یہ سپرد تھی، کہ جب وہ سوار ہو تو یہ پاپیادہ ننگے پاؤن دوڑتے ہوئے اسکی سواری لے چلین، اتفاق سے بعد مین یہی عورت ان کے نکاح مین آگئی، توجو کام وہ ان سے لیتی تھی، وہی کام یہ اس سے لینے لگے[7]،

اسلام وہجرت، ابوہریرہؓ کے ایک ہم قبیلہ طفیل بن عمر دوسی ہجرت عظمیٰ کے قبل مکہ ہی مین قرآن کے

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اول تذکرۂ ابن عمرؓ، [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹، [3] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۳۳[4] ایضاً تذکرۂ ابن عمرؓ، [5] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۵۲، [6] ترمذی مناقب ابوہریرہؓ، [7] ابن سعد ترجمۂ ابوہریرہؓ دوسی،

معجزانہ سحر سے مسحور ہو چکے تھے اور اسلام لانے کے بعد اس کی تبلیغ کے لئے یمن لوٹ آئے تھے، چنانچہ انکی کوششون سے دوس مین اسلام پھیلا اور غزوۂ خیبر کے زمانہ مین یہ یمن کے اسّی خانوادون کو لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے، لیکن آپؐ اس وقت خیبر مین تشریف رکھتے تھے، اس لئے مدینہ سے خیبر پہونچے اسّی قبیلہ کے ساتھ ابوہریرہؓ بھی تھے، یہ راستہ مین نہایت شوق وولولہ کے ساتھ یہ شعر

یا لیلۃ من طولھا وعنائھا　　　علی انھا من دار الکفر نجت

پڑھتے جاتے تھے، اسی ولولہ کے ساتھ مدینہ پہونچے، ایک غلام ساتھ تھا، وہ راستہ مین گم ہوگیا، مدینہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم خیبر مین تشریف رکھتے ہین، چنانچہ وہین جاکر مشرف باسلام ہوئے، اتفاق سے اسی وقت مفرور غلام دکھائی دیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا ابوہریرہؓ تمھارا غلام آگیا، عرض کیا خدا کی راہ مین آزاد ہے[1]، بیعتِ اسلام کے بعد دامن نبوی سے وابستہ ہوگئے، اور ایسے وابستہ ہوئے کہ مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا[2]،

غزوات، غزوات مین انکی شرکت کی تصریح نہین ملتی مگر اس قدر معلوم ہے، کہ اسلام کے بعد متعدد غزوات مین شریک ہوئے، بیان کرتے تھے، کہ مین جن جن لڑائیون مین شریک رہا غزوۂ خیبر کے علاوہ ان سب مین مالِ غنیمت ملا کیونکہ اس کا مال حدیبیہ والون کے لئے مخصوص تھا[3]،

مان کا اسلام، دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہونے کے بعد فکر ہوئی کہ مادر شفقہ کو بھی اس سعادت مین شریک کرین، مگر وہ برابر انکار کرتی رہین، ایک دن حسب معمول ان کو اسلام کی دعوت دی، انھون نے شانِ نبوت مین کچھ ناروا الفاظ استعمال کئے، ابوہریرہؓ روتے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور واقعہ بیان کرکے مان کے اسلام کے لئے طالبِ دعا ہوئے، رحمتِ عالم نے دعا فرمائی، واپس ہوئے تو دعا قبول

[1] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۵۰، [2] بخاری ج ۱ باب اذا قال لعبدہ ہو معہ ونوی العتق خیبر جانے کا واقعہ ابن سعد سے ماخوذ ہے، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۶، [4] طبقات ابن سعد جز ۴ ق ا ص ۵۴،

ہوچکی تھی، والدہ اسلام کے لئے نہادھوکر تیار ہورہی تھین، ابوہریرہؓ گھر پہونچے توان کو اندر بلایا، اور اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ کی سامعہ نواز ترانہ کے ساتھ ان کا استقبال کیا، یہ فوراً اُلٹے پاؤن فرطِ مسرت سے روتے ہوئے کاشانۂ نبوی پر حاضر ہوکر عرض گذار ہوئے "یارسول اللہ بشارت ہو، آپ کی دعا قبول ہوئی، خدا نے میری مان کو اسلام کی ہدایت بخشی[1]"

عہدِ خلفاء | حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت مین ملکی معاملات مین کوئی حصہ نہ لیا، اس لئے کہین نمایان طور نظر نہین آتے، اس مدت مین اپنے محبوب مشغلے حدیث کی اشاعت مین خاموشی کے ساتھ مصروف رہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا، انھون نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا، اور اسی دن سے ان کا فقر وافلاس ختم ہوا، وہان سے واپس ہوئے تو دس ہزار روپیہ پاس تھا حضرت عمرؓ کے سخت گیر احتساب نے بازپرس کی، کہ اتنی رقم کہان سے ملی؟ عرض کی، گھوڑیون کے بچون، عطیون اور غلامون کے ٹیکس سے، تحقیقات سے واقعہ صحیح نکلا، تو حضرت عمرؓ نے دوبارہ بحرین کی امارت پر واپس کرنا چاہا، مگر انھون نے انکار کردیا، حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کو امارت قبول کرنے مین کیون عذر ہے، اسکی خواہش تو حضرت یوسفؑ نے کی جو تم سے افضل تھے، عرض کی، وہ نبی اور نبی زادہ تھے، مین بیچارہ ابوہریرہ امیہ کا بیٹا ہون، مین تین باتون سے ڈرتا ہون، ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہون، دوسرے یہ کہ بغیر حجت شرعیہ کے فیصلہ کرون، تیسرے یہ کہ مارا جاؤن، میری آبروریزی کی جائے، اور میرا مال چھینا جائے[2]،

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت مین بالکل خاموش رہے، البتہ آخر مین حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے بعد ان کی حمایت مین لوگون کو ان کی امداد واعانت پر آمادہ کرتے تھے، چنانچہ محاصرہ کی حالت مین حضرت عثمانؓ کے گھر مین موجود تھے، کچھ اور لوگ بھی تھے، ان سب کو خطاب کرکے کہا مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ "تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف مین مبتلا ہوگے، لوگون نے

---

[1] مسلم ج ۲ فضائل ابی ہریرہ ، [2] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۶

پوچھا، یا رسول اللہ اس وقت ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہئے، فرمایا، تم کو امین اور اس کے حامیون کے ساتھ ہونا چاہئے، اس سے حضرت عثمان غنیؓ کی طرف اشارہ تھا[1]،

حضرت عثمانؓ کے محاصرہ تک حضرت ابوہریرہؓ کا پتہ چلتا ہے، اس کے بعد آپ کی شہادت، جنگ جمل، جنگ صفین وغیرہ مین کہین نہین نظر آتے، اس کا سبب یہ ہے، کہ اس فتنۂ عام کے زمانہ مین اکثر محتاط صحابہؓ گوشہ نشین ہو گئے تھے، بہتون نے تو آبادی چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی حضرت ابوہریرہؓ بھی فتنہ مین مبتلا ہونے کے خوف سے کہین روپوش ہو گئے تھے، ان فتنون کے بعد امیر معاویہؓ کے عہد حکومت مین مدینہ پر مروان کے قایم مقام کی حیثیت سے نظر آتے ہین[2]،

علالت | ۵۸ھ مین مدینہ مین بیمار ہوئے، بڑے بڑے لوگ عیادت کو آتے تھے، خود مروان بن حکم بھی آتا تھا، بیماری کی حالت مین زندگی کی کوئی آرزو باقی نہ رہی تھی، اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جلد سے جلد یہ دار الابتلا چھوڑ کر دار البقا مین داخل ہو جائین، ابو سلمہ بن عبد الرحمن عیادت کو آئے، رواج کے مطابق ان کی صحت کے لئے دعا کی، انھون نے کہا خدایا اب دنیا مین نہ لوٹا، پھر ابو سلمہ کو مخاطب کرکے بولے، وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے، جب انسان موت کو سونے کے ذخیرہ سے زیادہ پسند کریگا، اگر تم زندہ رہے، تو دیکھوگے کہ جب آدمی کسی قبر پر گذریگا، تو تمنا کریگا، کہ کاش بجائے اس کے یہ خود محو خواب ہوتا[3]،

بیماری کی حالت مین پیش آنے والی منزل کے خطرات کو یاد کرکے بہت روتے تھے، لوگ رونے کا سبب پوچھتے تو فرماتے کہ مین اس دنیا کی دلفریبیون پر نہین روتا بلکہ سفر کی طوالت اور زاد راہ کی قلت پر آنسو بہاتا ہون، اس وقت مین دوزخ جنت کے نشیب و فراز کے درمیان ہون، معلوم نہین ان مین سے کس راستہ پر جانا ہوگا[4]،

[1] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۳۴۵ [2] مسلم ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ مصر، [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۶۲، [4] ایضاً،

وصیت | آخر وقت مین تجہیز وتکفین کے متعلق ہدایتین دین، کہ آنحضرت صلعم کی طرح مجھکو عمامہ اور قمیص پہنانا اور عرب کے دستور کے مطابق میری قبر پر نہ خیمہ نصب کرنا، اور نہ جنازہ کے پیچھے آگ لے چلنا، اور جنازہ لیجانے مین جلدی کرنا، کہ اگر مین صالح ہون گا تو جلد اپنے رب سے ملون گا، اور اگر بد قسمت ہون گا تو ایک بوجھ تمھاری گردن سے دور ہوگا[1]،

وفات اور تجہیز وتکفین | وصیت وغیرہ کے بعد انتقال فرمایا، لیکن چونکہ مدینہ کے امیر ولید بن عتبہ نے پہلے سے کہلا بھیجا تھا کہ بغیر میری اجازت کے میت دفن نہ کیجائے، اس لئے ظہر سے عصر تک اس کا انتظار کیا گیا، اس کے بعد لوگون نے نماز پڑھانی چاہی، لیکن ولید کے آدمی نے روک دیا کہ بغیر امیر کے نماز نہین پڑھائی جا سکتی چنانچہ بعد نماز عصر ولید نے نماز پڑھائی، اکابر صحابہ مین حضرت ابن عمرؓ، ابو سعید خدریؓ موجود تھے، نماز کے بعد حضرت عثمانؓ کے صاحبزادون نے کندھا دیکر جنت البقیع پہونچایا، اور مہاجرین کے گور غریبان مین اس مخزن علم کو سپرد خاک کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون[2]، انتقال کے وقت ۷۰ سال کی عمر تھی[3]،

ترکہ | معلوم نہین کس قدر چھوڑا، البتہ جب ولید حاکم مدینہ نے امیر معاویہؓ کو آپ کی وفات کی خبر دی تو انھون نے ترکہ کے علاوہ خزانۂ شاہی سے دس ہزار درہم آپ کے ورثہ کو دلوائے، اور ولید کو ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی[4]،

حلیہ | رنگ گندم گون، شانے کشادہ، دانت آبدار تھے، اور آگے دو دانتون کے درمیان جگہ خالی تھی، زلفین رکھاتے تھے، اور بالون مین زرد خضاب کرتے تھے،

لباس | عموماً سادہ ہوتا تھا یعنی صرف دو رنگین کپڑے استعمال کرتے تھے، کبھی کبھی کتان وغیرہ کے

---

[1] ابن سعد جزء۴ ق ۲ ص ۶۲-۶۳، [2] ایضاً ص ۶۳، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۷،
[4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۸،

بیش قیمت لباس بھی استعمال کر لیتے تھے،

فضل وکمال، حضرت ابوہریرہؓ اُن صحابہ مین ہین جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہین، آپ بالاتفاق صحابۂ کرامؓ کی جماعت مین سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور انس بن مالکؓ بھی حفاظ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہؓ کو کثرتِ روایت مین ان پر بھی تفوق حاصل تھا، آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ ابوہریرہؓ علم کا ظرف ہین[۱]،

ذوقِ علم حضرت ابوہریرہؓ کو علم کی بڑی جستجو تھی، اُن کا ذوقِ علم حرص کے درجہ تک پہونچ گیا تھا، ان کی علمی حرص کا اعتراف خود آنحضرت صلعم نے فرمایا، ایک مرتبہ انھون نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا، کہ "قیامت کے دن کون خوش قسمت آپ کی شفاعت کا زیادہ مستحق ہوگا، فرمایا کہ "تمھاری حرص علی الحدیث کو دیکھکر میرا پہلے سے خیال تھا، کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہ کرے گا[۲]،

عام طور پر لوگ آنحضرت صلعم سے زیادہ سوالات کرتے ہوئے جھجکتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہؓ نہایت دلیری سے پوچھتے تھے، عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا کہ "ابوہریرہؓ آنحضرت صلعم سے کثرت سے روایت کرتے ہین" انھون نے جواب دیا "پناہ بخدا، ان کی روایات مین کسی قسم کا شک وشبہہ نہ کرنا، اسکی وجہ محض یہ ہے، کہ وہ آنحضرت صلعم سے پوچھنے مین بہت جری تھے، اس لئے وہ ایسے ایسے سوالات کرتے تھے، جنکو ہم لوگ نہین کر سکتے تھے[۳]،

یہ ذاتی ذوق وشوق تھا، اسی کے ساتھ ساتھ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کے دل مین طلب علم کی یہی تڑپ پیدا ہو جائے، ایک دن بازار جاکر لوگون کو پکارا کہ تم کو کس چیز نے مجبور رکھا ہے؟ لوگون نے پوچھا، کس شے سے؟ کہا وہان رسول اللہ صلعم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہان بیٹھے ہو، لوگون نے پوچھا کہان؟ کہا مسجد مین، چنانچہ سب دوڑ کر مسجد آئے، لیکن یہان کوئی مادی

[۱] بخاری کتاب العلم، [۲] مسند احمد ابن حنبل ج ۲ ص ۳۰۲، [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰،

میراث نہ تھی، اس لئے لوٹ گئے اور کہا وہاں کچھ بھی تقسیم نہین ہوتا، البتہ کچھ لوگ نمازیں پڑھ رہے تھے، کچھ لوگ قرآن پاک کی تلاوت مین مصروف تھے، کچھ حلال وحرام پر گفتگو کر رہے تھے، بولے تم لوگوں پر افسوس ہی، یہی تمہارے نبی کی میراث[۱] ہے،

حدیث مین ان کا پایہ، اس تلاش وجستجو نے ان کو حدیث کا بحرِ بیکران بنا دیا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو خود بھی بڑے حافظِ حدیث ہین، بیان کرتے ہین، کہ "ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ حدیث جانتے تھے[۲]" امام شافعیؒ کا خیال ہے، کہ "ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر حفاظ مین سب سے بڑے حافظ تھے[۳]" اعمش ابوصالح سے روایت کرتے ہین، کہ ابوہریرہؓ اصحابِ رسول اللہ صلعم مین سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، علامہ ذہبی اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین، کہ ابوہریرہؓ علم کا ظرف تھے، اور صاحبِ فتویٰ ائمہ کی جماعت مین بلند پایہ رکھتے تھے[۴]، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین، کہ "ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر رواۃ مین سب سے بڑے حافظ تھے اور تمام صحابہ مین کسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ نہین فراہم کیا[۵]"

کمال کی آخری حد یہ تھی، کہ آپ کو خود اپنی ہمہ دانی کا یقین واثق تھا، چنانچہ ایک موقعہ پر اپنی زبان سے کہا، کہ مین آنحضرت صلعم کے صحابہ مین کسی ایسے شخص کو نہین جانتا، جسکو مجھ سے زیادہ احادیث یاد ہوں[۶]، ترمذی کی روایت مین حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا استثنا[۷] ہے،

کثرتِ روایت کا سبب، بڑے بڑے جلیل القدر اور مقربِ بارگاہ صحابہؓ مین جنھوں نے اپنی ساری عمرین آنحضرتؐ کی خدمت مین بسر کر دی تھین، حضرت ابوہریرہؓ کا علمی پایہ بلند ہونا بظاہر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے، لیکن خوش قسمتی سے ان کو اس قسم کے اسباب اور مواقع حاصل ہو گئے تھے، جو دوسرے صحابہ کو حاصل نہ تھے، یہ خود اپنی کثرتِ روایت کے وجوہ واسباب بیان کرتے تھے، کہ "لوگ اعتراض

۱؎ جمع الفوائد کتاب العلم بحوالہ طبرانی الاوسط جلد ۱ ص ۲۱، ۲؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰، ۳؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۱
۴؎ ایضاً ص ۲۰ ۵؎ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۶ ۶؎ مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ ابوہریرہؓ، ۷؎ ترمذی مناقب ابوہریرہؓ

کرتے ہین، کہ ابوہریرہ بہت حدیثین بیان کرتا ہے، حالانکہ مہاجر و انصار ان حدیثون کو نہین بیان کرتے
مگر ہمارے معترضین اس پر غور نہین کرتے، کہ ہمارے مہاجر بھائی بازارون مین اپنے کاروبار مین لگے رہتے
تھے، اور انصار اپنی زراعت کی دیکھ بھال مین سرگردان رہتے تھے، مین محتاج آدمی تھا، میرا اسارا وقت
آنحضرت صلعم کی صحبت مین گذرتا تھا، اور جن اوقات مین وہ لوگ موجود نہ ہوتے تھے، اس وقت بھی
مین موجود رہتا تھا، دوسرے کہ جن چیزون کو وہ بھلا دیتے تھے، مین انکو یاد رکھتا تھا[1]، حضرت ابوہریرہ رض
کی اس توجیہ کی تصدیق کبار صحابہ رض کرتے رہتے تھے، چنانچہ ابوعامر روایت کرتے ہین، کہ مین حضرت طلحہ رض
کے پاس بیٹھا تھا، کہ اتنے مین ایک شخص نے آکر کہا، ،، ابومحمد آج تک ہمکو نہ معلوم ہوسکا، کہ یہ یمنی (ابو
ہریرہ رض) اقوال نبوی کا بڑا حافظ ہے، یا تم لوگ ،، انھون نے جواب دیا کہ " بلاشبہہ انھون نے بہت سی
ایسی حدیثین سنین جو ہم لوگون نے نہین سنین، اور بہت سی ایسی باتین جانتے ہین جو ہمارے علم سے باہر
ہین، اسکی وجہ یہ ہے، کہ ہم لوگ دولت و جائداد والے تھے، ہمارے گھربار اور اہل و عیال تھے، ہم ان مین
پھنسے رہتے تھے، صرف صبح و شام آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضری دیکر لوٹ جاتے تھے، اور
ابوہریرہ رض مسکین تھے، مال و متاع کی زحمتوں اور بال بچون کی ذمہ داری سے سبکدوش تھے، اس لئے
آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے، آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہم سب کو یہ یقین ہے، کہ انھون
نے ہم سب سے زیادہ احادیث نبوی سنین، ہم مین سے کسی نے ان پر یہ اتہام نہین لگایا کہ وہ بغیر
آنحضرت صلعم سے سنے ہوئے بیان کرتے ہین[2]، حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے تھے، کہ " ابوہریرہ رض
ہم سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر باش تھے[3]،، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رض نے ان کو بلا کر
پوچھا، کہ کیسی حدیثین بیان کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ مین نے (فعل نبوی) دیکھا اور (قول نبوی) سنا وہی

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۲ ص ۵۶ و مسلم ج ۲ فضائل ابی ہریرہ ۔ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۲ و ترمذی مناقب ابوہریرہ رض ، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱ ،

تم نے بھی سنا اور دیکھا،، عرض کی ہاں آپ آنحضرت صلعم کے خاطر زیب وزینت میں مصروف رہتی تھین اور خدا کی قسم میری توجہ آنحضرت صلعم کی طرف سے کوئی چیز نہین ہٹاتی تھی[1]،،

ایک مرتبہ مروان کو ان کی کوئی بات ناگوار ہوئی، اس نے ان سے غصہ مین کہا کہ لوگ کہتے ہین کہ "ابوہریرہ رضہ بہت حدیثین روایت کرتے ہین، حالانکہ آنحضرت صلعم کی وفات کے کچھ ہی دن پہلے مدینہ آئے،، بولے جب مین مدینہ آیا، تو آنحضرت صلعم خیبر مین تھے، اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی اور آپکی وفات تک سایہ کیطرح آپ کے ساتھ رہا آپکے ساتھ ازواج مطہرات رضہ کے گھرون مین جاتا تھا، آپکی خدمت کرتا تھا، آپ کے ساتھ لڑائیون مین شریک رہتا تھا، آپ کی معیت مین حج کرتا تھا، اس لئے مین دوسرے لوگون سے زیادہ حدیثین جانتا ہون، خدا کی قسم وہ جماعت جو مجھ سے قبل آپ کی صحبت مین تھی، وہ بھی میری حاضر باشی کی معترف تھی، اور مجھ سے حدیثین پوچھا کرتی تھی، ان پوچھنے والون مین عمر رضہ، عثمان رضہ، طلحہ رضہ اور زبیر رضہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہین[2]،،

آپ دعا بھی مانگتے تھے، تو ازدیادِ علم ہی کی مانگتے تھے، زید بن ثابت رضہ کا بیان ہے، کہ ایک دن مین ابوہریرہ رضہ اور ایک دوسرا شخص مسجد مین بیٹھے دعا اور ذکرِ خدا مین مشغول تھے، اس درمیان مین آنحضرت صلعم بھی تشریف لائے، ہم لوگ خاموش ہو گئے، آپ نے فرمایا، اپنا کام جاری رکھو، اس ارشاد پر مین اور دوسرا شخص ابوہریرہ رضہ کے قبل دعا کرنے لگے، اور آنحضرت صلعم آمین کہتے جاتے تھے، اس کے بعد ابوہریرہ رضہ نے دعا کی کہ خدایا جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے قبل مانگ چکے ہین، وہ مجھے دے، اس کے علاوہ ایسا علم عطا فرما جو پھر فراموش نہ ہو، اس پر آنحضرت صلعم نے آمین کہی، اسکے بعد ہم دونون شخصون نے عرض کی "یا رسول اللہ صلعم ہمکو بھی ایسا علم عطا ہو، جو فراموشی کی دست برد سے محفوظ رہے" فرمایا وہ دوسی نوجوان کے حصہ مین آچکا[3]،

اسیطرح ایکمرتبہ انھون نے آنحضرت صلعم سے نسیانِ حدیث کی شکایت کی آپنے فرمایا چادر پھیلاؤ، انھون نے چادر پھیلا دی، آپنے اسمین دونون دستِ مبارک ڈالے پھر فرمایا کہ اسکو سینہ سے لگالو، کہتے ہین کہ اس کے بعد سے مین پھر کبھی نہ بھولا[4]،

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۹ [2] اصابہ ج ۷، ص ۲۰۵ [3] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۶ [4] صحیح بخاری کتاب العلم،

حدیثون کا لکھنا، حضرت ابوہریرہ رضؓ حدیثون کے بارہ مین بہت احتیاط سے کام لیتے تھے چنانچہ بھولنے یا الفاظ کے ردوبدل کے ڈر سے جو کچھ سنتے تھے اسکو قلمبند کر لیتے تھے فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمرو کا ایک واقعہ خود انکی زبان سے سنا ہوا بیان کرتے ہین، کہ ابوہریرہ رضؓ کو ایک حدیث سنائی، ابوہریرہؓ نے اس سے لاعلمی ظاہر کی، حسن نے کہا، مین نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے، فرمایا کہ اگر مجھ سے سنی ہے، تو میرے پاس ضرور لکھی ہوگی، چنانچہ انکو اپنے ساتھ گھر لے گئے، اور ایک کتاب دکھائی، جسمین تمام حدیثین درج تھین، اسی مین وہ حدیث بھی تھی، حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ مین نے تم سے کہا نہ تھا، کہ اگر تم نے مجھ سے سنی ہے، تو وہ ضرور لکھی ہوگی[1]،

لیکن صحاح کی ایک اور روایت مین ہے جو خود انھین سے مروی ہے کہ، عبداللہ بن عمرو رضؓ بن العاص مجھ سے زیادہ حدیث اس لئے جانتے تھے کہ وہ آپکی باتون کو لکھ لیا کرتے تھے اور مین نہین لکھتا تھا[2]، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مین گو نہین لکھ لیتے تھے، مگر بعد کو ان کو بھی لکھنا ضروری معلوم ہوا،

امتحان، ابوہریرہ رضؓ کی کثرتِ روایت سے بعض اشخاص کے دل مین شکوک و شبہات پیدا ہوئے، ایک مرتبہ مروان نے امتحان کی غرض سے بلوایا، اور اپنے کاتب کو تخت کے نیچے بٹھا کر، آپ سے حدیثین پوچھنا شروع کین، یہ بیان کرتے جاتے تھے، اور کاتب چھپا ہوا، ان کی لاعلمی مین لکھتا جاتا تھا، دوسرے سال پھر اسی طریقہ سے امتحان لیا، اس مرتبہ بھی انھون نے بلاکم وکاست وہی جوابات دیئے، جو ایک سال قبل دے چکے تھے، حتی کہ ترتیب مین بھی کوئی فرق نہ آیا[3]،

اشاعتِ حدیث، حضرت ابوہریرہ رضؓ کا یہ خاص امتیاز ہے کہ خدا نے آپ کو جس فیاضی سے علم کی دولت عطا کی، اسی فیاضی سے آپ نے عام مسلمانون مین اس دولت کو لٹایا بھی، عام طور سے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱ [2] صحیح بخاری کتاب العلم، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰،

کوئی مقام اس کے لئے مخصوص نہ تھا، بلکہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، جہان بھی کچھ مسلمان مل جاتے ان کے کانون تک اقوالِ نبوی صلعم پہونچا دیتے، لیکن جمعہ کے دن، نماز کے قبل کا وقت تحدیث کے لئے مخصوص تھا، چنانچہ ہر جمعہ کو نماز سے پہلے، لوگون کے سامنے حدیثین بیان کرتے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قایم رہتا، جب تک مقصورہ کا دروازہ نہ کھلتا، اور امام برآمد نہ ہوتا[1]

حضرت ابوہریرہؓ کے علم وعرفان کی بارش صرف مردون تک محدود نہ تھی، بلکہ عورتین بھی اس مین برابر کی شریک تھین، گو اس طبقہ کو آپ باقاعدہ تعلیم نہین دیتے تھے، لیکن اگر کسی عورت سے کوئی فعل خلافِ احکامِ نبوی صلعم سرزد ہو جاتا، تو فوراً ٹوک دیتے کہ اس بارے مین رسول اللہ صلعم کا یہ حکم ہے، ایک مرتبہ ایک عورت سے ملے، اس کے پیراہن سے خوشبو کی لپٹ آتی تھی، پوچھا تو مسجد سے آتی ہے، اس نے کہا ہان، پھر پوچھا مخصوص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگائی تھی، ؟ اس نے کہا ہان، فرمایا، مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، کہ اس عورت کی نماز جو مخصوص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگائی ہے، اس وقت تک مقبول نہ ہوگی، جب تک کہ وہ غسل نہ کر ڈالے[2] یعنی اسکی خوشبو نہ دھل جائے، سبب یہ ہے کہ وہ فتنہ بنجاتی ہے، غرض اس عہدِ مبارک کی خواتین بھی ان کے خرمنِ علم کی خوشہ چین تھین، چنانچہ آپ کے زمرۂ رواۃ مین حضرت عائشہؓ کا نام بھی نظر آتا ہے،

آپ کے دامنِ کمال مین جس قدر علمی جواہر تھے، سب عام مسلمانون مین تقسیم کر دیئے، لیکن وہ احادیث جو فتنہ سے متعلق تھین، اور جنکو آنحضرت صلعم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا، زبان سے نہ نکالین کہ یہ خود فتنہ کی بنیاد بن جاتین، فرماتے تھے، کہ مین نے احادیث نبوی دو ظرف مین محفوظ کی ہین " ایک ظرف کی پھیلائین، اگر دوسرے کو پھیلا دون تو نرخرہ کاٹ

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۲، [2] ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۱،

ڈالاجائے[1]، صوفیہ کہتے ہین، کہ وہ اسرار توحید کی امانت تھی، متکلمین کہتے ہین کہ وہ اسرار دین تھے لیکن محدثین کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ فتنہ کی حدیثین تھین،

اشاعت علم فریضۂ مذہبی اور عمل خیر ہے، لیکن اگر اسمین مذہبی خدمت کے جذبہ کے بجائے نمود و نمائش کا شائبہ شامل ہوجائے، تو یہی عمل شر بنجائے گا، ابوہریرہؓ جس جذبہ کے تحت اس فرض کو انجام دیتے تھے، اس کے متعلق خود ان کا بیان ہے، کہ اگر سورۂ بقرہ کی یہ آیت

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون،

ان لوگون پر جو ہمارے نازل کئے ہوئے، کھلے ہوئے احکام اور ہدایت کی باتون مین جنکو ہم نے لوگون کے لئے کتاب مین کھول کر بیان کردیا ہے چھپاتے ہین، خدا بھی لعنت بھیجتا ہے، اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہین،

نہ ہوتی تو مین کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا[2]،

حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہے، ان مین ۳۲۵ متفق علیہ ہین، اور ۹۳ مین بخاری، اور ۹۳ مین مسلم منفرد ہین[3]، احادیث نبوی صلعم کے عظیم الشان ذخیرہ کی مناسبت سے آپ کے رواۃ و تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا، اکابر صحابہؓ مین زید بن ثابتؓ، ابوایوب انصاریؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، ابی بن کعبؓ، انس بن مالکؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، جابر بن عبد اللہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، اور عام صحابہؓ و تابعین مین، ابورافعؓ، واثلہ، جابر، مروان بن حکم، قبیصہ بن ذویب، سعید بن مسیب، سلیمان الاغر، قیس بن ابی حازم، مالک بن ابی عامر اصبحی، ابو اسامہ بن سہل بن حنیف، ابوادریس خولانی، ابوعثمان نہدی، ابورافع صائغ، ابوزرعہ

[1] صحیح بخاری کتاب الفتن و ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۷، [2] صحیح بخاری باب العلم، و ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۰، [3] تہذیب الکمال ص ۴۶۲،

بن عمرو، ابو سلمٰم، ابن فارض، بسر بن سعید، بشیر بن نہیک، بعجہ جہنی، ثابت بن عیاض، حفص بن عاصم بن عمر الخطاب رضؓ، حمید و ابو سلمہ ابنا عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، حنظلہ بن علی اسلمی، خباب صاحب مقصورہ، خلاس بن عمرو، حکم بن میناء، خالد بن غلاق، ابو قیس، زیاد بن رباح، سالم بن عبداللہ، زرارہ بن ابی اوفی، سالم ابو الغیث، سالم مولی شداد، سعید بن ابی سعید، ابو سعید مقبری، حسن بصری، محمد بن سیرین و سعید بن عمرو بن سعید بن العاص، سلیمان بن یسار، ابو الحباب، سعید بن یسار، سنان بن ابی سنان، عامر بن سعد بن ابی وقاص، شریح ابن ہانی، شفی بن ماتع، طاؤس، عکرمہ، مجاہد، عطاء، عامر شعبی، عبداللہ بن رباح انصاری، عبداللہ بن شقیق، عبداللہ بن ثعلبہ، ابو الولید عبداللہ بن حارث، سعید بن حارث، سعید بن سمعان، سعید بن مرجانہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن عبدالرحمٰن بن سعد المقعد، عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری، عبدالرحمٰن بن یعقوب، عبدالرحمٰن بن ابی نعم البجلی، عبدالرحمٰن بن مہران، اعرج، عبیداللہ بن عبداللہ، عبیداللہ بن سفیان حضرمی، عطاء بن میناء، عطاء بن یزید لیثی، ابو سعید مولی بن کریز، عجلان بن مولی فاطمہ، عراک بن مالک، عبید بن حنین، عبیداللہ بن ابی رافع، عطاء بن یسار، عمرو بن ابی سفیان، عنبسہ بن سعید بن العاص، محمد بن قیس بن مخرمہ، موسیٰ، عیسیٰ ابنا طلحہ بن عبیداللہ، عروہ بن زبیر، محمد بن عباد، جعفر، محمد بن ابی عائشہ، محمد بن زیاد جمحی، محمد بن عبدالرحمٰن، موسیٰ بن یسار، نافع بن جبیر بن مطعم، نافع مولی بن عمر، نافع مولی ابی قتادہ، یوسف بن ماہک، ہشیم بن ابی سنان، یزید بن ہرمز، ابو حازم الاشجعی، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ابو تمیمہ ہجیمی، یزید بن اصم، موسیٰ بن وردان، ابو الشعثاء المحاربی، ابو صالح السمان، ابو غطفان بن طریف المری[1]

یہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کے رواۃ کی نہایت مختصر فہرست ہے، صحابہؓ اور تابعینؒ ملا کر ان کے رواۃ کی تعداد ۸۰۰ سے متجاوز ہو جاتی ہے،

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ ابوہریرہ رضؓ،

فقہ، | حضرت ابو ہریرہ رضؓ کا نمایاں امتیاز حدیث دانی تھا تفقہ مین وہ کوئی امتیازی پایہ نہین رکھتے تھے،
تاہم آنحضرت صلعم کے بعد مدینہ مین جو جماعت منصب افتا پر فائز ہوئی تھی اسکے ایک رکن ابو ہریرہ رضؓ
بھی تھے،[1] اور مدینہ کے عام فقہا مین آپ کا شمار ہوتا تھا،

عام تعلیم، | لیکن عام تعلیمی لحاظ سے صحابہ رضؓ کی جماعت مین وہ بہت نمایاں تھے عربی مادری زبان تھی، اس کے
علاوہ فارسی بھی جانتے تھے، ایک مرتبہ ایک ایرانی عورت استغاثہ لیکر آئی کہ شوہر نے مجھکو طلاق
دیدی ہے، اور لڑکا لینا چاہتا ہے، یہ عورت فارسی مین گفتگو کرتی تھی اور ابو ہریرہ رضؓ اسی زبان مین
جواب دیتے تھے[2] اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے بھی واقفیت رکھتے تھے، چنانچہ توراۃ کے مسائل
سے کافی واقفیت تھی[3]، لکھنے مین بھی پوری مہارت رکھتے تھے، چنانچہ ایک احادیث کا مجموعہ
لکھا تھا،

اخلاق وعادات، | حضرت ابو ہریرہ رضؓ غزوہ خیبر مین دار الاسلام آئے، اس حساب سے کل چار سال
صحبت نبوی صلعم سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا، اگرچہ بظاہر یہ مدت کم معلوم ہوتی ہے لیکن
اس حیثیت سے کہ اس مدت مین سفر حضر خلوت جلوت مین ایک لمحہ کے لئے بھی خدمت اقدس
سے جدا نہ ہوئے، اور اس قلیل مدت مین جو لمحات بھی میسر آئے، ان سے پورا فائدہ اٹھایا، یہ چھوٹی
مدت کیفیت کے اعتبار سے بڑی طویل مدت کے برابر ہو جاتی ہے، اس ملازمت رسول کا یہ
نتیجہ تھا، کہ آپ پر تعلیمات نبوی کا بہت گہرا رنگ چڑھا تھا، اور آپ اسلامی تعلیمات کا مکمل ترین
نمونہ بن گئے تھے،

خوف قیامت، | خشیت الٰہی اور خوف قیامت صحابۂ کرام کا خاص وصف تھا، ابو ہریرہ رضؓ اس سے
لرزہ براندام رہتے تھے، خوف خدا اور قیامت کے احتساب کے ذکر سے چیخ کر بیہوش ہو جاتے تھے،

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳، [2] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۷، [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۰۵،

ایک بار شُفیا اصبحی مدینہ آئے، دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون ہین، لوگون نے کہا، ابوہریرہ رضؓ، چنانچہ یہ ان کے پاس جاکر بیٹھ گئے، اس وقت ابوہریرہ رضؓ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے جب حدیث سنا چکے، اور مجمع چھٹا، تو انھون نے ان سے کہا، کہ رسول صلعم کی کوئی حدیث سنائیے، جس کو آپنے اُن سے سنا ہو سمجھا ہو اور جانا ہو، ابوہریرہ رضؓ نے کہا ایسی ہی حدیث بیان کرون گا، یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا، تو کہا مین تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرونگا، جو آپ نے اس گھر مین بیان فرمائی تھی، اور اس وقت میرے اور آپکے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا، اتنا کہکر پھر زور سے چلائے اور بیہوش ہوگئے، افاقہ ہوا، تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا مین تم سے ایسی حدیث بیان کرونگا، جو آنحضرت صلعم نے اس گھر مین بیان فرمائی تھی، اور وہان میرے اور آپ کے سوا کوئی نہ تھا، یہ کہا اور چیخ مار کر غش کھاکر، منہ کے بل گر پڑے، شُفیا اصبحی نے تھام لیا، اور دیر تک سنبھالے رہے ہوش آیا تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب خدا بندون کے فیصلہ کے لئے اتریگا، تو سب سے پہلے تین آدمی طلب کئے جائین گے، عالم قرآن، راہِ خدا مین مقتول، اور دولتمند، پھر خدا عالم سے پوچھے گا، کیا مین نے تجھکو قرآن کی تعلیم نہین دی وہ کہے گا،، ہان خدایا،، فرمائے گا تونے اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا،، رات دن اسکی تلاوت کرتا تھا،، خدا فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھکو قاری کا خطاب دین،، چنانچہ خطاب دیا، پھر دولتمند سے سوال کریگا،، کیا مین نے تجھکو صاحب مقدرت کرکے لوگون کی احتیاج سے بے نیاز نہین کردیا،، وہ کہے گا، ہان خدایا،، فرمائے گا تونے کیا کیا،، وہ کہے گا مین صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا، خدا فرمائے گا،، تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تو فیاض اور سخی کہلائے،، اور لوگون نے کہا، پھر وہ جسکو راہ خدا مین اپنی جان دینے کا دعویٰ تھا پیش کیا جائیگا، اس سے سوال ہوگا، تو کیون مار ڈالا گیا؟ وہ کہے گا تونے

اپنی راہ مین جہاد کا حکم دیا، مین تیری راہ مین لڑا اور مارا گیا، خدا فرمائے گا "تو جھوٹ کہتا ہے، بلکہ تو چاہتا تھا، کہ تو دنیا مین جری اور بہادر کہلائے، تو یہ کہا جا چکا، یہ حدیث بیان کرکے رسول اللہ صلعم نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا ابوہریرہ: سب سے پہلے انھین تینون سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی[1]،

عبادت، حضرت ابوہریرہ رض کو عبادت سے خاص ذوق تھا، شب بیداری آپ کا محبوب مشغلہ تھا خود بھی شب بیداری کرتے تھے، اور گھر والون کو بھی شب بیدار بناتے تھے، آپ کا کنبہ تین آدمیون پر مشتمل تھا، ایک خود، دوسری بیوی، اور تیسرا خادم، یہ تینون بالالتزام باری باری سے اٹھکر ایک ایک تہائی شب مین نماز پڑھتے تھے، ایک ختم کرکے دوسرے کو جگاتا، اور دوسرا تیسرے کو اسی طریقہ سے تینون مل کر پوری رات نماز مین گذار دیتے[2]،

ہر مہینہ کے شروع مین تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، اگر کسی سبب سے شروع مین نہ رکھ سکتے، تو آخر مین پورے کرتے[3]، ارکان عبادت کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کرتے تھے، بلکہ شدت احتیاط کے باعث اسمین مبالغہ سے کام لیتے تھے نعیم بن عبد اللہ رض بیان کرتے ہین کہ ابوہریرہ رض مسجد کی چھت پر وضو کرتے تھے، مین نے دیکھا کہ ہاتھ اٹھا کر شانون تک دھویا، اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ قیامت کے دن میری امت کے وہ اعضا جو وضو مین دھوئے جاتے ہین چمکین گے، اس لئے تم لوگون سے جہان تک ہو سکے، اسکی چمک کو بڑھاؤ[4]، عکرمہ رض راوی ہین کہ ابوہریرہ رض بارہ ہزار تسبیحین روزانہ کرتے تھے، اور کہتے تھے، کہ بقدر گناہ تسبیح کرتا ہون، مضارب بن جزء بیان کرتے ہین، کہ رات مین کو نکلا کرتا تھا، ایک دن نکلا، تو تکبیر کی آواز تھی، قریب جا کر پوچھا، یہ کیا کر رہے ہو، کہا خدا کا شکر ادا کرتا ہون، کہ ایک

---

[1] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۵۳، [3] ایضاً، [4] ایضاً ص ۲۳۴،

دن وہ تھا، کہ مین برہ بنت غزوان کے پاس پیٹ کی روٹی پر ملازم تھا، اس کے بعد خدا نے یہ دن دکھایا، کہ وہ میرے عقد مین آگئی، آپ ہمیشہ تسبیح و تحلیل مین مصروف رہتے تھے، ایک تھیلی مین کنکریان اور گٹھلیان بھری رہتی تھین جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے جب تھیلی ختم ہو جاتی تو لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر بھر لاتی، [۱]

محبت رسول[۲] حضرت ابوہریرہؓ کی محبت آنحضرت صلعم کے ساتھ شیفتگی کے درجہ تک پہونچ گئی تھی، ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے، تمام مہاجرین و انصار اپنے اپنے کاروبار مین لگے رہتے لیکن ان کا کام صرف یہ تھا کہ جمالِ نبوی کے دیدار سے شوق کی آگ بجھائین، ایک موقع پر اس کا اظہار بھی کیا کہ یا رسول اللہ صلعم حضور کا مشاہدۂ جمال میری جان کا سرمایۂ راحت اور میری آنکھون کی ٹھنڈک ہے[۳]،

آنحضرت صلعم کے بعد لطیف غذا سے محض اس لئے پرہیز کرتے تھے، کہ آپنے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا، ایک مرتبہ لوگون نے ان کو بھنی ہوئی بکری کی دعوت دی، انھون نے محض اس لئے قبول کرنے سے انکار کیا، کہ آنحضرت صلعم دنیا سے اس حال مین سدھارے کہ کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہین کھائی[۴]،

محبت آلِ رسولؐ ذاتِ نبوی کے ساتھ اس غیر معمولی شغف کا فطری اقتضا تھا، کہ آلِ اطہار کے ساتھ بھی یہی شیفتگی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان کے سامنے حضرت حسنؓ کو بلا کر گود مین بٹھایا، اور ان کے منہ مین منہ ملا کر تین مرتبہ فرمایا، کہ "خدایا مین اسکو محبوب رکھتا ہون، اس لئے تو بھی محبوب رکھ، اور اس کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ"، اس کے بعد سے جب یہ حضرت حسنؓ کو دیکھتے تھے، تو ان کی آنکھین پرنم ہو جاتی تھین[۵]، عمیر بن اسحٰق راوی ہین، کہ ایک مرتبہ ابوہریرہؓ حضرت حسنؓ سے ملے تو کہا کہ اپنے شکم

[۱] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۶، [۲] ابوداؤد کتاب النکاح باب مایکرہ من ذکر الرجل مایکون من اصابۃ اہلہ [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۰۴، [۴] بخاری ج ۲ کتاب الاطعمہ باب کان النبی صلعم و اصحابہ یاکلون، [۵] مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۵۳۲،

مبارک کا وہ حصہ کھولدے، جو آنحضرت صلعم کا بوسہ گاہ تھا، آپ نے کپڑا ہٹا دیا، اور ابوہریرہؓ نے اسی مقام پر بوسۂ عقیدت ثبت کر دیا۔[1]

والدہ کی خدمت گزاری، حق العباد مین سب سے مقدم یہ فرض ہے، کہ انسان تا بمقدور ان ضعیف اور سب سے بڑے محسنون کی خدمتگزاری کو باعث فخر، اور ذریعۂ نجات سمجھے جنھون نے اس کو بچہ سے جوان بنایا، اسلام نے خاص طور پر ان کے اعزاز و احترام اور خدمت گزاری کی تعلیم دی ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے اس فریضہ کا یہان تک لحاظ رکھا، کہ مان کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی بھر حج نہین کیا[2]

اظہارِ حق مین بے باکی، حق گوئی اور راست بازی حضرت ابوہریرہؓ کا خاص جوہر تھا، اس مین آپ اس قدر جری اور دلیر تھے، کہ بڑے سے بڑے شخص کو اس کی لغزش پر فوراً ٹوک دیتے تھے، آپ کا قیام مدینہ مین تھا، مروان یہان کا حاکم تھا، اس لئے اکثر اس سے سابقہ پڑتا تھا، ایک مرتبہ اسکے یہان گئے، تو تصویرین آویزان دیکھین، فرمایا، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے، جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے، (اگر دعوائے تخلیق ہے) تو کوئی ذرہ غلہ یا جو پیدا کر کے دکھائے،[3]

مروان کے زمانۂ امارت مین مدینہ مین چک (ہنڈی) کا رواج ہو چلا تھا، حضرت ابوہریرہؓ کو معلوم ہوا تو مدینہ جا کر مروان سے کہا تم نے ربا حلال کر دیا، مروان نے برأت ظاہر کی، فرمایا تم نے چکون کو رائج کیا حالانکہ آنحضرت صلعم نے اشیاء خوردنی کی بیع کی اس وقت تک ممانعت فرمائی ہے، جب تک پہلا بائع اسکو ناپ نہ لے، حضرت ابوہریرہؓ کی اس تنبیہ سے مروان نے فوراً یہ طریقہ منسوخ کر دیا،[4]

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۴۲۸، [2] مسلم ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ مصر و ابن سعد تذکرۂ ابوہریرہؓ، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۲ احادیث ابوہریرہؓ [4] مسلم ج ۲ کتاب البیوع باب بیع المبیع قبل القبض مطبوعہ مصر، و مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹،

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی مسجد نبوی مین کچھ لوگون کے ساتھ بیٹھے تھے، مروان بھی موجود تھا آپ نے لوگون کو مخاطب کر کے سنایا کہ مین نے صادق مصدوق صلعم سے سنا ہے، کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈون کے ہاتھون ہوگی[1]،

فقروغنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی کی زندگی کے دو دور تھے، پہلا افلاس، تنگدستی، اور فقروفاقہ مین بسر ہوا، دوسرے مین جاہ وثروت اور فارغ البالی نصیب ہوئی، فقروفاقہ کا دور نہایت دردانگیز تھا، مسلسل فاقون سے غش پر غش آتے تھے، لیکن رحمۃ للعلمین کے سوا، کوئی پوچھنے والا نہ تھا، اس زمانہ مین آپ نے سخت تکلیفین برداشت کین، لیکن زبان کبھی سوال سے آلودہ نہ ہوئی، بلکہ اکثر صبر کیا، اور جب بھوک کی شدت سے بہت بے قرار ہوئے، تو صرف حسنِ طلب سے کام لیا، ایک بار اس قسم کی ضرورت پیش آئی، تو راستہ میں بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر رضی کا گذر ہوا، ان سے ایک آیت پوچھی، وہ بتا کر گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی، اس کے بعد حضرت عمر رضی کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، اس کے بعد رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو آپ اس حسنِ طلب کو سمجھ گئے، اور ساتھ لیجا کر ان کو اور تمام اصحاب صفہ کو کھانا کھلایا[2]،

جب فقروفاقہ کا دور ختم ہوا، اور خدا نے فارغ البال کیا، تو اس وقت اپنی فقیرانہ سادگی کو قایم رکھتے ہوئے فارغ البالی کا بھی اظہار کیا، چنانچہ کتان کے دو رنگے ہوئے کپڑے پہنے، ایک سے ناک صاف کر کے کہا واہ وا، ابوہریرہ آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل منبر نبوی اور حضرت عایشہ رضی کے حجرہ کے درمیان غش کھا کر گرتے تھے، اور گذرنے والے تمھاری گردن پر پیر رکھکر کہتے تھے، کہ ابوہریرہ رضی کو جنون ہو گیا ہے، حالانکہ تمھاری یہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی[3]،

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب الفتن باب قول النبی صلعم ہلاک امتی علی ایدی اغیلمۃ سفہاء [2] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلعم، [3] بخاری کتاب الاعتصام باب ما ذکر النبی صلعم وحض علی اتفاق اہل العلم،

سادگی، | ایشن امارت کی حالت مین بھی اپنی زندگی مین کوئی امیرانہ تبدیلی نہین پیدا کی، شہر سے نکلتے، تو سواری مین گدھا ہوتا جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا چھال کی رسی کی لگام ہوتی، غرض اس سادگی سے نکلتے کہ کسی کو علم بھی نہ ہوتا جب کوئی سواری کے سامنے آجاتا تو دمذاق سے، خود کہتے کہ راستہ چھوڑدو، امیر کی سواری آرہی ہے،[1]

فیاضی، | فقر و غنا دونون حالتون مین بلند حوصلہ اور فیاض رہے، لوگون کو کھلانے پلانے مین بڑی سیرچشمی سے کام لیتے تھے، عبد اللہ بن رباح راوی ہین، کہ چند آدمیون کا وفد امیر معاویہؓ کے پاس گیا جسمین ہم اور ابوہریرہؓ بھی تھے، رمضان کا زمانہ تھا ہم لوگون کا معمول تھا کہ کھانے پر ایک دوسرے کو بلایا کرتے تھے، ان سب مین سب سے زیادہ ابوہریرہؓ دعوت کرتے تھے،[2]

گو مہمان نوازی صحابۂ کرام کا عام وصف تھا، تاہم لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے زیادہ مہمان نواز کم لوگ تھے،[3]

حضرت ابوذر غفاریؓ

نام ونسب، | جندب نام، ابوذر کنیت، "مسیح الاسلام" لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، جندب بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حرام بن غفار بن ملیل، بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری، مان کا نام رملہ تھا، اور قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتی تھین،

قبل از اسلام، | حضرت ابوذرؓ کا قبیلہ بنو غفار رہزنی کیا کرتا تھا، جاہلیت مین ابوذرؓ کا بھی یہی پیشہ تھا اور یہ نہایت مشہور راہزن تھے تن تنہا نہایت جرأت اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے، لیکن کچھ دنون کے بعد انکی زندگی مین دفعۃً انقلاب ہوا اور ایسا سخت ہوا کہ رہزنی یکلخت ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی کی طرف مائل ہوگئے، چنانچہ ظہور اسلام کے پہلے جب سارا عرب ضلالت مین مبتلا تھا خدا کی پرستش کرتے تھے، ابو معشر راوی ہین کہ ابوذرؓ جاہلیت ہی سے توحید پرست تھے خدا کے

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۶۰ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۰۸ [3] ایضاً،

کسی کو معبود نہین سمجھتے تھے، اور بتون کی پوجا نہین کرتے تھے، انکی خداپرستی عام طور پر لوگون مین مشہور تھی، چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے ظہور کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ تھے کہ "ابوذر مکہ مین تمھاری طرح ایک شخص لاالہ الااللہ کہتا ہے"[1]، ابوذر رض کی خداپرستی صرف اعترافِ توحید تک محدود نہ تھی، بلکہ جس طرح بن پڑتا تھا نماز بھی پڑھتے تھے، وہ خود کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلعم سے ملنے کے تین سال قبل سے نماز پڑھتا تھا، لوگون نے پوچھا کس کی نماز پڑھتے تھے،، کہا خدا کی، پھر پوچھا، کس طرف رخ کرتے تھے،، جواب دیا، جس طرف خدا پھیر دیتا،[2] اینما تولوا فثم وجه الله ع

ہر جا کنیم سجدہ بآن آستان رسد

اسلام کی تلاش اور پہلی آزمائش

چونکہ ابوذر رض جاہلیت ہی سے راہِ حق کے جویان تھے، اس لئے حق کی پکار سنتے ہی لبیک کہا، چنانچہ انھون نے اس وقت دعوتِ حق کا جوابدیا، جب چار آدمیون کے سوا ساری دنیا کی زبانین اس اعلانِ حق سے خاموش تھین، اس اعتبار سے اسلام لانے والون مین ان کا پانچوان نمبر ہے، ان کے اسلام کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ دلچسپ داستان خود انکی زبان سے سنو، بیان کرتے تھے کہ مین جب قبیلۂ غفار مین تھا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ مکہ مین کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، مین نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بھیجا، وہ واپس آئے تو مین نے، پوچھا، کہو کیا خبر لائے ہو، انھون نے کہا "خدا کی قسم یہ شخص نیکیون کی تعلیم دیتا ہے، اور برائیون سے روکتا ہے" اس قدر مجمل بیان سے میری تشفی نہین ہوئی، اس لئے مین خود سفر کا مختصر سامان لیکر مکہ چل کھڑا ہوا، مکہ پہنچا تو یہ وقت پیش آئی کہ مین رسولِ اکرم کو پہچانتا نہ تھا، اور کسی سے پوچھنا بھی مصلحت نہ تھی،

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۶۳، [2] ایضاً و مسلم ا اسلام ابی ذر رض

اس لئے خانہ کعبہ مین جاکر ٹھہر گیا، اور زمزم کے پانی پر بسر کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن علیؓ گذرے، انھون نے پوچھا"تم مسافر معلوم ہوتے ہو"مین نے کہا، ہان،، وہ مجھکو اپنے گھر لے گئے لیکن ابھی تک مجھ سے ان سے کوئی گفتگو نہ ہوئی، صبح کو اٹھکر مین پھر کعبہ گیا کہ لوگون سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کرون، کیونکہ ابھی تک آنحضرت صلعم کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر علیؓ گذرے اور پوچھا کہ"اب تک تمکو اپنا ٹھکانا نہین معلوم ہوا،، مین نے کہا نہین، وہ پھر دوبارہ مجھکو ساتھ لے چلے، اس مرتبہ انھون نے پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ مین نے کہا اگر آپ اسکو راز رکھین تو عرض کرون، فرمایا مطمئن رہو، مین نے کہا، مین نے سنا تھا کہ یہان کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لئے مین نے اپنے بھائی کو بھیجا، مگر وہ تشفی بخش خبر نہ لایا، اب مین خود اس سے ملنے کو آیا ہون، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم نے نیکی کا راستہ پالیا' سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ، جس مکان مین مین جاؤن تم بھی میرے ساتھ چلے آنا، راستہ مین اگر کوئی خطرہ پیش آئیگا، تو مین جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤنگا، اور تم بڑھے چلے جانا، چنانچہ مین حسب ہدایت ان کے ساتھ ہو لیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم میرے سامنے اسلام پیش کیجئے، آپ نے اسلام پیش کیا، اور مین اسلام کے عقیدتمندون کے زمرے مین شامل ہو گیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا ابوذرؓ ابھی تم اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھو، اور اپنے گھر لوٹ جاؤ، میرے ظہور کے بعد واپس آنا، مین نے قسم کھا کر کہا کہ مین اپنے اسلام کو چھپا نہین سکتا، ابھی لوگون کے سامنے پکار کر اعلان کرون گا' یہ کہکر مسجد مین آیا، یہان قریش کا مجمع تھا، مین نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ قریشیو! مین شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہین،، یہ سنکر ان لوگون نے للکارا کہ اس بے دین کو لینا، اس آواز کے ساتھ ہی چارون طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے'

اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، یہ دردناک منظر دیکھ کر حضرت عباسؓ سے ضبط نہ ہو سکا، میرے اوپر گر پڑے اور ان لوگون سے کہا کہ تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو، حالانکہ یہ قبیلہ تمھاری تجارت کا گذرگاہ ہے، اس پر سب ہٹ گئے، لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جسکا خمار قریش کے غیض و غضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن پھر اس حق گو کی زبان پر یہ نعرۂ مستانہ تھا، ؎

در عجائبہاے طورِ عشق حکمتہا کم است | عشق را با مصلحت اندیشی مجنون چہ کار

اور پھر وہی مسجد تھی، وہی صنادید قریش کا مجمع تھا، اور وہی ان کی ستم آرائی تھی،[1]

مسلم فضائل ابی ذر مین انکے اسلام کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک وہی جو ہم نے اوپر نقل کی، فرق یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ابن عباسؓ ہین، دوسری روایت خود ان سے مروی ہے، لیکن دونون روایتون کے واقعات باہم مختلف ہین، انکی زبانی جو روایت منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے وطن سے اپنے بھائی انیس اور اماں کو لیکر ماموں کے یہان آئے، کچھ دنون کے بعد ان سے خفا ہو کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انیس کسی ضرورت سے مکہ گئے، وہان سے لوٹ کر ابوذرؓ سے آنحضرت صلعم کے واقعات بیان کئے، یہ آپ کے اوصاف سنکر خود تحقیقات کے لئے مکہ پہونچے، اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا، پتہ پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا، لیکن یہ نہ ہٹے، تیسرے دن آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، وہ انکو اپنے ساتھ لے گئے اور یہ مشرف باسلام ہوئے، ہم نے جو صورت واقعہ نقل کی ہے، وہ چونکہ بخاری، مسلم اور مستدرک تینون مین ہے، اسی لئے اسکو ترجیح دی،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۸، و ۳۳۹ و بخاری باب بنیان الکعبہ و مسلم ج ۲ فضائل ابی ذر،

[2] مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۱۷۴،

مراجعتِ وطن کچھ دن مکہ مین قیام کے بعد آنحضرت صلعم نے اُنکو ان کے گھر واپس کیا، اور فرمایا کہ مین عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہون، بہتر یہ ہے کہ تم اپنی قوم مین جاکر اسلام کی تبلیغ کرو، شاید خدا ان کو فائدہ بخشے، اور اس صلہ مین تمھین بھی اجر ملے، چنانچہ انھون نے آپ کے حسبِ ارشاد روانگی کی تیاری شروع کردی، اور وطن کا سفر کرنے کے قبل اپنے بھائی انیس سے ملے[1] انھون نے پوچھا کیا کر کے آئے، جواب دیا، اعترافِ صداقت کر کے اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا ہون، یہ سنکر وہ بھی دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے، یہان سے دونون تیسرے بھائی اُنیس کے پاس پہونچے، وہ بھی مشرف باسلام ہوئے، اس کے بعد تینون وطن پہونچے، اور دعوتِ حق مین اپنا وقت صرف کرنے لگے، آدھا قبیلہ تو اُسی وقت مسلمان ہو گیا، اور آدھا ہجرت کے بعد مسلمان ہوا[2]،

ہجرت و مواخاۃ، آنحضرت صلعم کی مدینہ کی تشریف آوری کے بعد بھی عرصہ تک وہ بنی غفار مین رہے، اور بدر، احد، خندق وغیرہ ختم ہونے کے بعد، ہجرت کر کے مدینہ آئے، اسی بنا پر مواخاۃ مین اختلاف ہے، محمد بن اسحٰق راوی ہین کہ آنحضرت صلعم نے ابوذرؓ اور منذر بن عمرو کے درمیان مواخاۃ کرائی تھی لیکن واقدی کا قول ہو کہ ابوذرؓ آیتِ میراث کے نزول کے بعد مدینہ گئے اور اس آیہ کے بعد مواخاۃ کا طریقہ باقی نہ رہا تھا،

مدینہ کا قیام، مدینہ کے قیام مین اُن کا سارا وقت آنحضرت صلعم کی خدمت مین گذرتا تھا، اور ان کا محبوب مشغلہ آنحضرت صلعم کی خدمت تھی، خود کہتے ہین کہ مین پہلے آنحضرت صلعم کی خدمت کرتا تھا، اس سے فراغت کے بعد پھر آکر مسجد مین آرام کرتا تھا[3]،

چونکہ ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اس لئے مہاجرین زیادہ تر اسی مین مشغول رہتے تھے، حضرت ابوذرؓ کی غزوات مین شرکت کے تفصیلی حالات نہین ملتے، صرف

---

[1] صحیح مسلم فضائلِ ابی ذر و مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۷۴، [2] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۶،

[3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۴،

غزوۂ تبوک کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لئے نکلے تو بہت سے لوگ بچھڑنے لگے (کیونکہ یہ قحط سالی کا زمانہ تھا)، جب کوئی شخص بچھڑتا تو لوگ آنحضرت صلعم کو بتاتے کہ یا رسول اللہ صلعم فلان شخص نہین آیا، آپ فرماتے جانے دو اگر اس کی نیت اچھی ہے تو عنقریب خدا اس کو تم سے ملا دیگا، ورنہ خدا نے اس کو تم سے چھڑا کر اسکی طرف سے راحت دیدی، یہان تک کہ ابوذرؓ کا نام لیا گیا کہ وہ بھی بچھڑ گئے، واقعہ یہ تھا کہ انکا اونٹ سست پڑ گیا تھا، اسکو جھڑکتے رہے، جب نہ چلا تو انھون نے ساز و سامان اتار کر پیٹھ پر لادا اور آنحضرت صلعم کے پیچھے پیچھے پاپیادہ ہو لئے، آنحضرت صلعم ایک مقام پر منزل کئے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ صلعم، وہ راستہ پر کوئی شخص آرہا ہے، آپ نے فرمایا ابوذر ہون گے، لوگون نے بغور دیکھکر پہچانا، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلعم، خدا کی قسم ابوذر ہین، آپ نے فرمایا خدا ابوذر پر رحم کرے، وہ تنہا چلتے ہین، تنہا مرین گے، اور قیامت کے دن تنہا اٹھین گے[1]، آنحضرت صلعم کی دوسری پیشین گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی، آیندہ واقعات مین اسکی تفصیل آئے گی، اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ قحط کے زمانہ مین جب بہتون کے ارادہ متزلزل ہو گئے پیچھے نہ ہٹے، اور اپنا سامان پیٹھ پر لاد کر پاپیادہ میدانِ جہاد مین پہونچے تو وہ غزوات جنمین اس قسم کی دشواریان نہ تھین یقیناً شریک ہوئے ہون گے، پھر وہ آنحضرت صلعم کے خدام مین تھے، اس لئے ان لڑائیون مین جنمین آپ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہوگی، ان مین یہ بھی یقیناً ہمرکاب رہے ہون گے، خصوصاً جب کہ یہ معلوم ہے کہ ان کو جہاد کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا[2]، اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ جب تمام

---

[1] مستدرک حاکم، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵،

مسلمانون کی تلوارین اپنے جوہر دکھا رہی ہون، اس وقت انکی تلوار نیام مین ہو، فتح مکہ کے بعد جب اسلامی افواج کا مظاہرہ ہو رہا تھا تو سب سے آگے انھین کے قبیلہ کا پرچم تھا،

عہد شیخین، حضرت ابوذرؓ فطرۃً فقیر منش زہد پیشہ، تارک الدنیا اور عزلت پسند تھے، اور اسی لئے آنحضرت صلعم نے ان کو "مسیح الاسلام" کا لقب دیا تھا، آنحضرت صلعم کے بعد انھون نے دنیا سے اور بھی بالکل قطع تعلق کر لیا، لیکن قیام دیار محبوب ہی مین رہا، عہد صدیقی مین کسی چیز مین کوئی حصہ نہ لیا، وفات نبوی سے دل ٹوٹ چکا تھا، حضرت ابوبکرؓ کی وفات نے اور شکستہ خاطر کر دیا، اور گلشن مدینہ ویرانہ نظر آنے لگا، چنانچہ مدینہ چھوڑ کر شام کی غربت اختیار کر لی[1]،

عہد عثمانی، اسلام کی اصل سادگی شیخین کے عہد تک قایم رہی لیکن فتوحات کی کثرت کے ساتھ جب مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو قدرۃً سادگی کی جگہ تمدن کے تکلفات نے نقش آرائیان شروع کین چنانچہ عہد عثمانی مین امرا مین شاہانہ شان و شوکت کی ابتدا ہو چکی تھی، ان کا اثر عام مسلمانون پر بھی پڑا، اور ان مین عہد نبوت کی سادگی کی بجائے عیش و تنعم کے تکلفات پیدا ہونے لگے، شام مین رومیون کے اثر نے اس کو اور زیادہ فروغ دیا، دولت و ثروت نے خزانون کی صورت اختیار کی، جگہ جگہ قصر و ایوان بننے لگے، زرق برق پوشاکین پہنی جانے لگین، حضرت ابوذرؓ لوگون مین وہی عہد نبوت کی سادگی چاہتے تھے، اور اپنی طرح سب کے دلون کو مال و دولت کی محبت سے خالی دیکھنا چاہتے تھے، انکے متوکلانہ مذہب مین کل کے لئے آج اٹھا رکھنا جائز نہ تھا، انکا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو اسکا حق نہین ہے کہ وہ دوسرون کو بھوکا اور ننگا دیکھ کر بھی اپنے لئے دولت کا خزانہ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۸۳،

جمع کرے، حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ امرائے شام یہ سمجھتے تھے کہ خدا نے اہل دول پر زکوٰۃ کا جو فرض عائد کیا ہے اس کے ادا کرنے کے بعد ہر قسم کی دولت جمع کرنیکا مسلمانون کو اختیار ہے، اس اختلاف رائے نے بڑھتے بڑھتے نزاع کی صورت اختیار کر لی حضرت ابوذرؓ نہایت بے باکی کے ساتھ ان امراء پر اعتراضات کرتے تھے اور انکے طمطراق، دولت وحشمت اور ساز وسامان پر نکتہ چینیان کرتے تھے، اور ان کے زائد از ضرورت خزانون کے جمع کر لینے پر ان کو قرآن پاک کی اس آیت کا مورد ٹھہراتے تھے،

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور اس کو خدا
ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب	کی راہ مین صرف نہین کرتے، ان کو دردناک عذاب
الیم (توبہ)	کی خوشخبری سنادو،

اس آیہ پاک کے پہلے یہود ونصاریٰ کا ذکر ہے، امیر معاویہ کہتے تھے کہ اس آیہ کا تعلق بھی انھین لوگون سے ہے، حضرت ابوذرؓ اسکو مسلمانون اور غیر مسلمانون دونون سے متعلق سمجھتے تھے دوسرا اختلاف یہ تھا کہ خدا کی راہ مین نہ دینے کا مطلب حضرت ابوذرؓ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنا کل مال راہ خدا مین نہین دیتے، اور امیر معاویہؓ وغیرہ کا یہ خیال تھا کہ یہ صرف زکوٰۃ کے متعلق ہے، بہرحال حضرت ابوذرؓ نے اپنے خیال کے مطابق بڑی سختی سے طعن وتشنیع شروع کر دی، امیر معاویہؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ جذبہ یون ہی بڑھتا رہا تو عجب نہین کہ شام مین کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو، چنانچہ انھون نے حضرت عثمانؓ کو اس صورت حال کی اطلاع دی، اور کہلا بھیجا کہ انکو مدینہ بلا لیا جائے، حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلا لیا، اور خواہش ظاہر کی کہ آپ میرے پاس رہئے، دودھ والی اونٹنیان صبح شام دروازہ پر حاضر کی جائین گی، لیکن اس بے نیاز نے جواب دیا، کہ مجھکو تمھاری دنیا کی مطلق ضرورت نہین، یہ کہکر واپس چلے آئے،

لیکن اب مدینہ بھی پہلا مدینہ باقی نہین تھا، لوگ آآکر حضرت ابوذرؓ کو تعجب سے دیکھتے تھے، جہان وہ جاتے ہر جگہ ہجوم ہوجاتا، اس سے حضرت ابوذرؓ کو تکلیف ہوتی، مکہ کے قریب ربذہ نام ایک چھوٹا سا گاؤن تھا، حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا یا انھون نے خود اسکی خواہش کی کہ وہ ربذہ مین جاکر قیام کرین[1]،

ربذہ کا قیام، غرض اس واقعہ کے بعد مع اپنی بیوی کے ربذہ چلے گئے اور وہین رہنے لگے، ربذہ والون نے ہاتھون ہاتھ لیا، اور بنو ثعلبہ کے شیخ اور اسکی بیوی نے آپکو اپنے ہاتھون سے نہلایا، عراقیون کو خبر ہوئی تو انھون نے آکر عرض کیا کہ اِس شخص (عثمانؓ) نے آپ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے، اگر آپ اسکے خلاف علم بلند کرین تو ہم لوگ آپکی حمایت پر تیار ہین، آپنے فرمایا کہ مسلمانو اس معاملہ مین تم دخل نہ دو، اپنے حاکم کو ذلیل نہ کرو، کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا، اسکی توبہ قبول نہین ہوسکتی، اگر عثمانؓ مجھکو سولی پر بھی چڑھا دیتے تو مجھکو عذر نہ ہوتا، اور مین اسی مین اپنی بھلائی سمجھتا، اگر وہ ربذہ کے بجائے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب مین بھیجدیتے تب بھی مین سرِ تسلیم خم کردیتا اور اسی مین اپنی اچھائی سمجھتا، اور اگر وہ کہین نہ بھیجتے، اور مجھکو میری قیام گاہ ہی مین لوٹا دیتے تو بھی مجھکو کوئی عذر نہ ہوتا، اور اس مین بھی مین اپنی سعادت سمجھتا[2]،

وفات، حضرت ابوذرؓ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرت انگیز ہے، ۳۱ھ مین ربذہ کے ویرانہ مین وفات پائی، انکی حرم محترم وفات کے حالات بیان کرتی ہین کہ جب ابوذرؓ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو مین رونے لگی، پوچھا کیون روتی ہو، مین نے کہا کہ تم ایک صحرا مین سفرِ آخرت کررہے ہو، یہان میرے اور تمھارے استعمالی کپڑون کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہین ہے، جو تمھارے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۶ و ۱۶۷، [2] طبقات جز ۴ قسم ۱ ص ۱۶۷،

کفن کے کام آئے، فرمایا رونا موقوف کرو مین تمکو ایک خوشخبری سناتا ہون، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مرچکے ہون وہ اس کو آگ سے بچانے کے لئے کافی ہین، آپ نے چند آدمیون کے سامنے جنمین ایک مین بھی تھا، یہ فرمایا تھا، کہ تم مین سے ایک شخص صحرا مین مریگا اور اسکی موت کے وقت وہان مسلمانون کی ایک جماعت پہونچ جائیگی، میرے علاوہ ان مین سب آبادی مین مرچکے ہین، اب صرف مین ہی رہگیا ہون، اس لئے وہ شخص یقیناً مین ہی ہون، اور مین بحلف کہتا ہون کہ نہ مین نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے، اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، اس لئے گذرگاہ پر جاکر دیکھو یہ غیبی امداد ضرور آتی ہوگی، مین نے کہا اب تو حجاج جاچکے، اور راستہ بند ہوچکا، فرمایا نہین جاکر دیکھو، چنانچہ مین ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھکر دیکھنے جاتی تھی، اور پھر دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اسی دوڑ دھوپ اور تلاش و انتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے، مین نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آکر میرے پاس ٹھہر گئے، اور ابوذرؓ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے مین نے کہا ابوذرؓ، پوچھا آنحضرت صلعم کے صحابی؟ مین نے کہا ہان، وہ لوگ فدیۃ بابی و امی کہکر ابوذرؓ کی طرف چلے، پہلے ابوذرؓ نے ان کو آنحضرت صلعم کی پیشینگوئی سنائی اور پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے، تو اسی کپڑے مین مجھکو کفنانا، پھر قسم دلائی کہ تم مین سے کوئی شخص جو حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو مجھکو نہ کفنائے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان مین سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا، چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہین، جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہین، انھین مین آپکو کفناؤن گا، فرمایا ہان تم ہی کفنانا[1]۔

[1] مستدرک ج ۳ ص ۳۴۵، ۳۴۶ و مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۶،

اس وصیت کے بعد وفات پائی، متعدد روایتون کے باہم ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور کوفہ سے آرہے تھے، انھین کے ساتھ مشہور صحابی عبد اللہ بن مسعودؓ بھی تھے جو عراق جارہے تھے، بہرحال اس انصاری نوجوان نے ان کو کفنایا، اور عبد اللہؓ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی[1]، پھر سبھون نے مل کر اسی صحرا کے ایک گوشہ مین ان کو پیوند خاک کیا،

حلیہ، قد دراز، رنگ سیاہی مائل، داڑھی گھنی، سر اور داڑھی دونون کے بال سفید[2]،

ترکہ، فقیرون کے کلبۂ احزان مین کیا تھا، صرف تین گدھے، دو مادہ ایک نر، چند بکریان[3]، کچھ سواریان، یہ ساری کائنات تھی،

فضل وکمال، حضرت ابوذرؓ کو نبوت کے سرچشمۂ علم وعرفان سے پورا فیض پہونچا تھا، اور یہ خود انکی تلاش وجستجو کا نتیجہ تھا، وہ ہر چیز کے متعلق آنحضرت صلعم سے سوال کرتے تھے، خود کہتے ہین کہ "مین ہر چیز کے متعلق آنحضرت صلعم سے پوچھتا تھا، حتی کہ کنکری کے متعلق بھی پوچھا[4]، حضرت علیؓ جو علم وعمل کے مجمع البحرین تھے فرماتے تھے کہ ابوذرؓ نے اتنا علم محفوظ کرلیا ہے کہ لوگ اسکے حاصل کرنے سے عاجز تھے، اور اس تھیلی کو اس طرح سے بند کردیا کہ اس مین کچھ بھی کم نہ ہوا[5]، حضرت عمرؓ جیسے نقاد آپ کو علم مین عبد اللہ بن مسعودؓ کے برابر سمجھتے تھے[6]، جو اپنی وسعتِ علم کے لحاظ سے حبر الامۃ کہلاتے تھے،

حدیث، کلام حبیب ہونے کی حیثیت سے قدرۃً آپ کو حدیث سے خاص ذوق تھا، آپکی مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے، ان مین ۱۲ متفق علیہ ہین، اور ۲ مین بخاری اور ۷ مین مسلم منفرد ہین[7]، گویہ تعداد حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی مرویات کے مقابلہ مین بہت کم ہے، لیکن اس سے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۴ [2] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹ [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۳،
[4] استیعاب ج ۲ ص ۶۵۷ و تذکرۃ الحفاظ ترجمۂ ابوذرؓ، [5] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵، [6] تہذیب الکمال ص ۴۴۹

قصورِ علم کا گمان نہین کیا جا سکتا، اسکا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ خود تنہائی پسند اور کم آمیز تھے صحابہ مین انس بن مالکؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ اون سے استفادہ کرتے تھے، عام رواۃ مین خالد بن وہبان، زید بن وہب جہنی، خرشہ بن حر، جبیر بن احنف بن قیس، عبد اللہ بن صامت، زید بن ذبیان، عبد اللہ بن شقیق، عمرو بن میمون، عبد اللہ بن غنم، قیس بن عباد، مرثد بن مالک بن زبید وغیرہم نے اُن سے روایتین کی ہین[1]،

افتا مین صداقت، آنحضرت صلعم کے بعد مدینہ مین جو جماعت صاحبِ علم و افتا تھی، اس مین انکا نام نامی بھی تھا[2]، مگر اُن کے فتاوے کی تعداد بہت کم ہے، فتوی مین وہ کسی کی مطلق رورعایت نہ کرتے، اور بلا کسی خوف و ہراس کے جو سچی بات ہوتی وہ کہدیتے تھے، عہدِ عثمانی مین بعض محصلین صدقہ وصول کرنے مین زیادتی کرتے تھے، ایک شخص نے آکر ان سے فتوی پوچھا کہ "عثمانؓ کے محصلون نے صدقہ مین اضافہ کر دیا ہے، ایسی حالت مین کیا ہم بقدر زیادتی مال چھپا سکتے ہین"؟ فرمایا نہین اُن سے کہو کہ جو واجبی ہو ہمکو لے لین اور جو ناجائز ہو اسکو واپس کر دین، اگر اس کے بعد بھی وہ زیادہ لین تو قیامت کے دن وہ زیادتی تمھاری میزان مین کام آئے گی، اُن کا یہ فتوی ایک قریشی نوجوان کھڑا سن رہا تھا، ان سے کہا آپ کیون فتوی دیتے ہین، کیا آپ کو امیر المومنین نے فتوی دینے سے منع نہین کیا ہے؟ فرمایا کیا تم میرے نگہبان ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھدو اور مجھکو یقین ہو جائے کہ گردن کٹنے کے قبل جو کچھ آنحضرت صلعم سے سنا ہے، سنا سکونگا تو یقیناً سنا دونگا[3]،

[1] تفصیل کے لئے دیکھو تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۹۰، [2] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۳، [3] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۶،

اخلاق وعادات، حضرت ابوذرؓ ان مخصوص صحابہ مین تھے جنکو بارگاہِ نبوت مین خاص تقرب حاصل تھا، اس لئے آپ کے ہر فعل وعمل پر خلق نبویؐ کا بہت گہرا پرتو پڑا تھا، صحابۂ کرامؓ مین دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جنھون نے دین ودنیا دونون کو بدرجۂ کمال حاصل کیا، دوسرے وہ جنھون نے دنیا کو ٹھکرا دیا، اور محض آخرت کی نعمتون پر قناعت کی، حضرت ابوذرؓ اسی دوسری صنف مین تھے، وہ زہد وورع، تقویٰ، حقگوئی، توکل وقناعت مین تمام صحابہ مین ممتاز تھے کبھی کچھ جمع نہین کیا، یہ وہ وقت تھا جب قیصر وکسریٰ کے خزانے دار الخلافہ مین لدے چلے آرہے تھے، جگہ جگہ قصر وایوان بن رہے تھے، عیش وتنعم کے سامان ہو رہے تھے، مگر انمین سے کوئی چیز بھی، اس جنت کے مشتاق، اور رضوانِ الٰہی کے طالب کو اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی، زر وجواہر کے ڈھیر اُنکی نگاہ مین خزف ریزون سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے، زر نقد[1] کبھی جمع نہین کیا، ضرورت سے جو کچھ فاضل بچا، اُس کو اسی وقت خرچ کردیتے تھے، چار ہزار وظیفہ مقرر تھا، جب وہ ملتا، تو خادم کو بلاتے اور ایک سال کے اخراجات کا اندازہ لگا کر چیزین خرید لیتے، اس سے جتنی رقم فاضل بچتی، اسکو لوگون مین تقسیم کردیتے، اور فرماتے کہ جو شخص سونا چاندی تھیلیون مین محفوظ رکھتا ہے، وہ گویا انگارے رکھتا ہے، اس پر نہ صرف تنہا عامل تھے، بلکہ چاہتے تھے کہ دنیا اسی رنگ مین رنگ جائے، اور اس عقیدہ مین یہان تک متشدد تھے کہ بڑے لوگون سے ملنا تک گوارا نہ کرتے، ابو موسی اشعریؓ جو بڑے رتبہ کے صحابی اور مرتبہ مین آپ سے کم نہ تھے، جب عراق کی گورنری کے بعد ان سے ملے تو قدیم تعلقات کی بنا پر ان سے چمٹ گئے، اُنھون نے کہا، "دور رہو"، وہ بھائی بھائی کہکر لپکتے تھے، اور وہ یہ کہکر ہٹاتے تھے، کہ تم اس عہدہ کے بعد میرے بھائی نہین رہے، اس کے بعد پھر ابو موسیٰؓ ملے تو پھر محبت

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹،

کے جذبہ سے مجبور ہوکر بھائی بھائی کہہ کر دوڑے، حضرت ابوذرؓ کا پھر وہی جواب تھا "ابھی دور رہو" اس کے بعد سوالات شروع کئے، کہ تم لوگون کے عامل بنائے گئے ہو، انھون نے کہا ہان، پوچھا تم نے بڑی عمارت تو نہین بنائی، زراعت تو نہین کرتے، گلّے تو نہین رکھتے، انھون نے کہا نہین، بولے ہان اب تم میرے بھائی ہو۱؎،

سادگی، اس فقیرانہ زندگی کے باعث انکی زندگی بالکل سادہ تھی، اور ان چند چیزون کے علاوہ جو ایک جاندار کی زندگی کے لئے ناگزیر ہین، کبھی کوئی ساز و سامان نہین رکھا، ایک مرد نے انکو ایک پشمینہ کی چادر باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ ابوذرؓ کیا اس چادر کے علاوہ تمھارے پاس اور کوئی کپڑا نہین ہے؟ فرمایا اگر اور کوئی کپڑہ ہوتا تو میرے پاس دیکھتے، انھون نے کہا کچھ دن ہوئے تمھارے پاس دو کپڑے تھے، فرمایا ہان مگر وہ دونون اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دیدیئے، انھون نے کہا تم کو خود اسکی حاجت تھی، فرمایا خدا تم کو معاف کرے، تم دنیا کو بڑھانا چاہتے ہو، تمکو نظر نہین آتا کہ ایک چادر مین باندھے ہوئے ہون، دوسری مسجد کے لئے ہے، میرے پاس کچھ بکریان ہین جنکا دودھ پیتا ہون، کچھ خچر ہین جو بار برداری کے کام مین آتے ہین، ایک خادم کھانا پکا کر کھلا دیتا ہے، اس سے زیادہ اور کیا نعمتین درکار ہین۲؎،

جعفر بن زبرقان کہتے ہین کہ مجھ سے غالب بن عبد الرحمٰن بیان کرتے تھے کہ مین ایک شخص سے ملا جو ابوذرؓ کے ساتھ بیت المقدس مین نماز پڑھا کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ اگر ابوذرؓ کا پورا اثاث البیت جمع کیا جاتا تو بھی اس شخص (ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے) کی چادر کی قیمت کے برابر نہ نکلتا، جعفر نے اسکو مہران بن میمون سے بیان کیا، انھون نے کہا میرے

۱؎ ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹، ۲؎ ایضاً ص ۱۷۳

خیال مین ان کا کل اثاثہ دو درہم سے زیادہ کا نہ تھا[1]،

زہد وتقوی، ان کی زندگی شروع سے آخر تک سرتاپا زہد وتقوی تھی، تم جس پہلو پر نظر ڈالوگے تمکو زہد وتقوی کا عجیب وغریب نمونہ نظر آئیگا، اس فقیرانہ زندگی کو دیکھکر آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ "میری امت مین سے ابوذر رضؓ مین عیسیٰ بن مریم جیسا زہد ہے[2]"، یہی زہد کی زندگی آخر دم تک قایم رہی، آنحضرت صلعم کے بعد عہد نبوت کے بُعد سے لوگون مین بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، لیکن حضرت ابوذر غفاری رضؓ شروع سے اخیر تک ایک رنگ پر قایم رہے[3]،

جب عہدِ رسالت کا مقدس دور ختم ہوا اور لوگ دنیا سے ملوث ہونے لگے تو تنہا نشینی اختیار کرلی، عمران بن حطان راوی ہین کہ مین ایک مرتبہ ابوذر رضؓ کے پاس آیا وہ مسجد مین تنہا بیٹھے ہوئے تھے، مین نے کہا ابوذر رضؓ تنہائی کیون اختیار کرلی، فرمایا، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے، کہ "تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے[4]"، اسی وجہ سے وہ دنیا سے بہت دور بھاگتے تھے، ابی اسمار رحبی راوی ہین کہ مین ابوذر رضؓ کے پاس ربذہ گیا، ان کی بیوی کو سخت خستہ حال دیکھا، فرمانے لگے کہ یہ عورت مجھ سے کہتی ہے کہ عراق جاؤ، اگر مین عراق جاؤن تو عراق والے میرے سامنے دنیا پیش کرینگے، اور میرے دوست (آنحضرت صلعم) نے مجھ سے فرمایا ہے کہ "جہنم کے پل کے سامنے پیر پھسلانے والا راستہ ہے، اور تملوگون کو اس پر سے گذرنا ہے" اس لئے بوجھ کی گرانباری سے ہلکا رہنا چاہئے[5]،

فرمانِ رسول صلعم کا پاس، حضرت ابوذر رضؓ ارشاد نبویؐ کو ہر آن وہر لمحہ پیشِ نظر رکھتے تھے، اور اس سے سرِمو تجاوز نہ کرتے تھے، بات بات مین فرماتے تھے کہ عھد الی خلیلی

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۷۰، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۰۷، و استیعاب تذکرۂ ابوذر رضؓ، [3] اصابہ ج ۷ ص ۶۲، [4] مستدرک ج ۳ ص ۳۴۳، [5] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۶۷،

رسول اللہ صلعم یا سمعت خلیلی رسول اللہ صلعم میرے دوست رسول اللہ صلعم نے مجھ سے یہ وعدہ لیا ہے، مین نے اپنے دوست صلعم کو یہ کہتے سنا، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے امارت کی خواہش ظاہر کی، آپنے فرمایا، تم ناتوان ہو، اور امارت ایسا بار امانت ہے کہ اگر اس کے حقوق کی پوری نگہداشت نہ کیجائے تو آخرت مین اس کے لئے رسوائی کے سوا کچھ نہین ہے[1] اس فرمان کے بعد پھر انھون نے کبھی امارت کی خواہش نہین کی، ان کی خدمت مین کسی نے دو چادرین پیش کین، انھون نے ایک کا ازار بنایا، اور ایک چھوٹی کملی اوڑھ لی، اور دوسری غلام کو دیدی، گھر سے نکلے تو لوگون نے کہا کہ اگر آپ دونون چادرین خود استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا فرمایا یہ صحیح ہے لیکن مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ "جو تم کھاتے پہنتے ہو وہی اپنے غلامون کو بھی کھلاؤ پہناؤ[2]"،

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ جب تمھارے اوپر ایسے امراء حکمران ہون گے جو اپنا حصہ زیادہ لین گے، اس وقت تم کیا کروگے، "عرض کی تلوار سے کام لونگا" فرمایا "مین تمکو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہون، ایسے وقت صبر کرنا یہان تک کہ مجھ سے ملجاؤ" اس مشورہ پر انھون نے اس سختی سے عمل کیا کہ جب وہ زمانہ آیا تو تنہا نشینی اختیار کرلی، اور کوئی حصہ نہ لیا،

ایک مرتبہ وہ مسجد مین لیٹے تھے، آنحضرت صلعم تشریف لائے، اور فرمایا کہ ابوذر رض جب تم اس سے نکالے جاؤگے تو کیا کروگے؟ عرض کی مسجد نبوی یا اپنے گھر چلا جاؤنگا، فرمایا، اگر اس سے بھی نکالے گئے تو کیا طریقہ اختیار کروگے، عرض کی "تلوار نکالون گا" آنحضرت صلعم نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر تین مرتبہ فرمایا کہ ابوذر رض خدا تمھاری مغفرت کرے تلوار نہ

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۷۰، [2] ایضاً ص ۱۶۸، [3] ایضاً ص ۱۶۶،

نکالنا، بلکہ جہان وہ لیجانا چاہین چلے جانا" چنانچہ جب ربذہ مین رہنے کا حکم ملا تو اسی فرمان کے مطابق بلا کسی عذر کے چلے گئے اور وہان حبشی غلام کے پیچھے نماز پڑھی ہر چند اس نے آپ کو بڑھانا چاہا مگر آپ نے جواب دیا کہ مین آنحضرت صلعم کے حکم کی تعمیل کر رہا ہون[1]۔

حب رسول صلعم؛ ابوذر رضہ کو ذات نبوی کے ساتھ جو شیفتگی تھی، اسکا اظہار لفظون مین نہین ہو سکتا ایکمرتبہ آپ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آدمی کسی ایک جماعت سے محبت کرتا ہے، لیکن اسکے جیسے اعمال کی طاقت نہین رکھتا، آپ نے فرمایا "ابوذر رضہ تم جس شخص سے محبت رکھتے ہو اسی کے ساتھ ہو، عرض کیا مین خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہون، فرمایا تم یقیناً اسی کیساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو[2]"۔

آنحضرت صلعم کے بعد جب آپ کا نام لیتے تو آنسوون کا دریا امنڈ آتا، احنف بن قیس روایت کرتے ہین کہ مین نے بیت المقدس مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلسل سجدے کر رہا ہے، اس سے میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا جب مین دوبارہ لوٹ کر گیا تو پوچھا کہ آپ بتا سکتے ہین کہ مین نے جفت نماز پڑھی یا طاق، اس نے کہا اگر مین لاعلم ہون تو خدا ضرور جانتا ہے، اس کے بعد کہا کہ "میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے" صرف اس قدر زبان سے نکلا تھا کہ رونے لگا، پھر کہا کہ میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو خبر دی ہے،، ابھی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر آنسو امنڈ آئے، آخر مین سنبھلکر کہا کہ "میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ خدا کا سجدہ کرتا ہے، خدا اس کا ایک درجہ بلند کر کے اس کی بدی مٹا کر نیکی لکھتا ہے،، مین نے پوچھا آپ کون

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۴۴ و ابن سعد

[2] ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۲

ہین، فرمایا ابوذرؓ رسول اللہ صلعم کا صحابی، یہ سنکر مین اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا[1]

بارگاہ نبوی مین پذیرائی، حریم نبوت مین انکی یہ نیاز مندیان بہت مقبول تھین، جب یہ مجلس مین موجود ہوتے تو سب سے پہلے انھین کو تخاطب کا شرف حاصل ہوتا، اور اگر موجود نہ ہوتے تو تلاش ہوتی جب ملاقات ہوتی تو آنحضرت صلعم مصافحہ فرماتے[2]،

یہ محبت ویگانگت اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ آنحضرت صلعم اپنے اسرار تک ان سے نہ چھپاتے تھے، اور یہ بھی رازداری کا پوری طرح فرض ادا کرتے تھے، ایکمرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ مین آنحضرت صلعم کی بعض باتین آپ سے پوچھنا چاہتا ہون، فرمایا ,, اگر وہ آپ کا کوئی راز ہوگا تو نہ بتاؤنگا[3]،،

یہی یگانگت آنحضرت صلعم کے آخری لمحہ حیات تک قائم رہی، چنانچہ مرض الموت مین آپ نے انکو بلوا بھیجا، یہ حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آنحضرت صلعم لیٹے ہوئے تھے، ابوذرؓ آپ کے اوپر جھک گئے اور محبوب عالم نے ہاتھ بڑھا کر چمٹا لیا[4]، نہ معلوم یہ نگاہ واپسین کیا کام کر گئی کہ آخر دم تک وارفتگی کا عالم طاری رہا،

آنحضرت صلعم جو چیز اپنے لئے پسند فرماتے تھے وہی ابوذرؓ کے لئے بھی پسند فرماتے، کہ یہی آئین محبت ہے، ایکمرتبہ انھون نے امارت کی خواہش کی، آپ نے فرمایا کہ ابوذرؓ تم ناتوان ہو اور مین تمھارے لئے وہی چیز پسند کرتا ہون جو اپنے لئے پسند کرتا ہون[5]،،

خلیفہ کی اطاعت۔ اگرچہ ابوذرؓ حق پسند طبیعت رکھتے تھے، پھر بھی کسی چیز مین خلیفہ کے حکم سے سرتابی نہ کرتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ ربذہ کی قیام کی زمانہ مین عراقیون کی خواہش کے

---

1 مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۴، 2 اصابہ ج ۵ ص ۶۲، 3 مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۳،

4 ایضاً، 5 ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۷۰،

باوجود حضرت عثمان رضؓ کے خلاف کسی قسم کی پیش قدمی پر آمادہ نہ ہوئے، فرمایا کہ اگر مجھ پر حبشی امیر بنایا جائے تو بھی اسکی اطاعت کرونگا[1] اسکو عملاً کرکے دکھادیا چنانچہ جب وہ ربذہ جاکر مقیم ہوئے، اس وقت یہان کا امیر ایک حبشی تھا جب یہان پہونچے اور نماز کے وقت جماعت کھڑی ہوئی تو وہ ان کے ادب کے خیال سے پیچھے ہٹ گیا، انھون نے فرمایا، تم ہی نماز پڑھاؤ، تم گو حبشی غلام ہو، لیکن مجھ کو حکم ملا ہے کہ خواہ حبشی ہی امیر کیون نہ ہو، مگر اسکی اطاعت کرنا، خلیفۂ وقت کا عمل خواہ ان کے نزدیک غلط ہی کیون نہ ہو تاہم اسکی مخالفت نہ کرتے تھے، بلکہ خود بھی وہی کرتے، حضرت عثمان رضؓ کے دور خلافت مین حج کو گئے، کسی نے اگر اطلاع دی کہ منیٰ مین عثمان رضؓ نے چار رکعتین نماز پڑھین، آپ کو بہت ناگوار ہوا اور درشت الفاظ استعمال کرکے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم، ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، یہ سب دو دو رکعت پڑھتے تھے، اس کے بعد انھون نے امامت کی، مگر خود بھی چار رکعتین پڑھائین، لوگون نے کہا آپنے امیر المومنین پر تو اعتراض کیا، لیکن خود بھی چار رکعتین پڑھائین، فرمایا کہ اختلاف بری چیز ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ میرے بعد امرا ہون گے، ان کی تذلیل نہ کرنا، اور جو شخص ان کی تذلیل کا ارادہ کرے گا، اس نے گویا اسلام کی حبل متین اپنی گردن سے نکال دی، اور توبہ کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیا[2]، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ امرا و خلفا کی تمام جا و بیجا باتون کو مان لیتے تھے، امیر معاویہ رضؓ کی لغزشون پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، بلکہ برا بھلا تک کہتے تھے[3]،

حق گوئی خدا کے معاملہ مین لومۃ لائم کی مطلق پروانہ کرتے تھے حضرت علی رضؓ فرماتے تھے کہ آج میرے اور ابوذر رضؓ کے علاوہ کوئی ایسا شخص باقی نہین ہے جو خدا کے معاملہ مین لومۃ لائم کا خوف نہ کرتا ہو[4]، انکی حق گوئی کی شہادت خود زبان وحی والہام نے دی ہے، چنانچہ آنحضرت صلعم

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۵، [2] ایضاً ص ۱۴۷، [3] تذکرۃ الحفاظ تذکرہ ابوذر رضؓ،

نے ایک موقعہ پرارشاد فرمایا، کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہین ہے[1]

فیاضی وسیر چشمی، اس تحقیر دنیا کا لازمی نتیجہ سیر چشمی اور فیاضی تھی، انکو سالانہ وظیفہ کافی ملتا تھا لیکن اپنی محدود ضروریات کے علاوہ جسقدر بچتا تھا لوگون مین تقسیم کر دیتے تھے، اگر کوئی کہتا کہ اسکو رکھ لیجئے، آپ کے اور آپ کے مہمانون کے کام آئیگا تو فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سونا چاندی جمع کرتا ہے وہ گویا انگارے جمع کرتا ہے، جب تک اسکو راہِ خدا مین صرف نہ کر دے[2]،

مہمان نوازی اور حقِ جوار، آپ کی غذا کا دار مدار زیادہ تر بکریون کے دودھ پر تھا لیکن اسکو بھی مہمانون اور پڑوسیون کو پلا دیتے تھے، عمیلہ فزاری روایت کرتے ہین کہ مجھ سے ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا تھا، کہ ابوذر دودھ دوہکر پہلے مہمانون اور پڑوسیون کو پلاتے تھے پھر دودھ اور کھجورین لیکر پڑوسیون اور مہمانون کے سامنے پیش کر کے معذرت کرنے لگے کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہین ہے، اگر ہوتا تو پیش کرتا چنانچہ جو کچھ تھا سب دوسرون کو کھلا دیا، اور خود بھوکے سو رہے[3]،

خوش اخلاقی، عموماً زہاد اور متقشفین خشک اور روکھے ہوتے ہین، لیکن مسیحِ اسلام کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، انکا اخلاق بدویون تک کو مسحور کر لیتا تھا، ایک بدوی کا بیان ہے کہ مین ابوذرؓ کے ساتھ رہا ہون، انکی تمام اخلاقی خوبیان تعجب انگیز تھین[4]،

وہ جن اخلاقی اصول پر عمل پیرا تھے، انکو خود سناتے تھے، کہ میرے دوست نے مجھے سات وصیتین کی ہین، مسکین کی محبت، اور اس سے ملنا جلنا، اپنے سے کمتر کو دیکھنا، اور بلند تر

۱ے ترمذی مناقب ابی ذرؓ ۲ے مسند احمد بن حنبل ج ۵، ص ۱۵۶، ۳ے ابن سعد ج ۴، ق اول، ص ۱۶۴

۴ے ایضاً ص ۱۷۴،

کو نہ دیکھنا، کسی سے سوال نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، حق بولنا خواہ تلخ ہی کیون نہ ہو، خدا کے معاملہ مین کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا، لاحول ولاقوۃ کا ورد کثرت سے کرنا[1]، اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک وصیت پر وہ کس شدت سے عامل رہے،

حضرت سلمان فارسی رض

نام و نسب نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا، اور بارگاہِ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابو عبداللہ کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے، مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک،

قبل اسلام آپ کے والد اصفہان کے ,,جی،، نامی قریہ کے باشندہ اور وہان کے زمیندار و کاشت کار تھے، ان کو حضرت سلمان رض سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیون کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے آتشکدہ کی دیکھ بھال انھین کے متعلق کر رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ ان مین ابتدا سے تھا، اس لئے جب تک آتش پرست رہے، اس وقت تک آتش پرستی مین سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کئے، شب و روز آگ کی نگرانی مین مشغول رہتے تھے، حتی کہ ان کا شمار ان پجاریون مین گیا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہین دیتے ہین،

مجوسیت سے نفرت اور عیسویت کا میلان زمین ہی ان کے باپ کے معاش کا ذریعہ تھی، اس لئے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتے تھے، ایک دن وہ گھر کی مرمت مین

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۸

مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جا سکا، اور اسکی دیکھ بھال کے لئے سلمانؓ کو بھیجدیا، ان کو راستہ مین ایک گرجا ملا، اس وقت اسمین عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آوازین سنکر دیکھنے کے لئے گرجے مین چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، خصوصاً عیسائیون کا طریقۂ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے نکل گیا کہ "یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے" چنانچہ کھیتون کا خیال چھوڑ کر اسی مین محو ہو گئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیون سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہان ہے، انھون نے کہا شام مین، پتہ پوچھکر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا اب تک کہان رہے، جواب دیا "کچھ لوگ گرجے مین عبادت کر رہے تھے، مجھکو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروبِ آفتاب تک وہین رہا"، باپ نے کہا وہ مذہب تمھارے مذہب کا پاسنگ بھی نہین، جواب دیا "بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہین برتر ہے"، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا، کہ کہین یہ خیال تبدیلِ مذہب کی صورت مین نہ ظاہر ہو، اس لئے بیڑیان پنھا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل مین تلاشِ حق کی تڑپ تھی، اس لئے عیسائیون کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئین تو مجھ کو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر کر دی، انھون نے کہا کہ جب وہ واپس ہون تو مجھکو بتانا، چنانچہ جب کاروانِ تجارت لوٹنے لگا، تو انکو خبر کی گئی، یہ بیڑیون کی قید سے نکل کے ان کے ساتھ ہو گئے، شام پہونچ کر دریافت کیا کہ یہان سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگون نے وہان کے بشپ کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا کہ مجھکو تمھارا مذہب بہت پسند ہے، اس لئے مین چاہتا ہون کہ تمھارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرون، اور مجھکو اس مذہب مین داخل کر دو،

تبدیلِ مذہب | چنانچہ وہ مجوسیت کے آتشکدہ سے نکل کر آسمانی بادشاہت، کی پناہ مین

آ گئے، مگر یہ بشپ بہت بدکردار اور بداخلاق تھا، لوگون کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، اور جب اس کے قبضہ مین آجاتا تو فقرار اور مساکین کو دینے کے بجاے خود لے لیتا، حتی کہ سونے اور چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے، حضرت سلمانؓ اسکی حرص وآز کو دیکھ دیکھ کر پیچ وتاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مرگیا عیسائی شان وشوکت کے ساتھ اس کی تجہیز وتکفین کرنے کو جمع ہوئے، اس وقت انھون نے سارا اعمال نامہ ان لوگون کے سامنے کھول کر رکھدیا، لوگون نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، انھون نے ان کو لیجا کر اس اندوختہ خزانہ کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی گئی، تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیون نے اس کی سزا مین دفن کرنے کے بجاے اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا کر سنگسار کیا، اسکی جگہ دوسرا بشپ مقرر ہوا، یہ بڑا عابد وزاہد اور تارک لدنیا تھا، شب وروز عبادت الٰہی مین مشغول رہتا، سلمانؓ اس سے بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اسکی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، جب اسکی موت کا وقت قریب آیا، تو اس سے کہا کہ مین آپکے پاس عرصہ تک نہایت لطف ومحبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لئے آیندہ کے لئے مجھ کو کیا ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا میرے علم مین کوئی ایسا عیسائی نہین ہے، جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مرکھپ گئے اور موجودہ عیسائیون نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے، بلکہ بہت سے اصُول تو سرے سے چھوڑ ہی دیئے ہین، ہان موصل مین فلان شخص سے جو دین حق کا سچا پیرو ہے، تم جا کر اس سے ملاقات کرنا،

موصل کا سفر، اس بشپ کی موت کے بعد حق کی جستجو مین وہ موصل پہونچے، اور تلاش کر کے اس سے ملے، اور اپنا واقعہ بیان کیا، کہ فلان پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپکے یہان

ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے، اور مین آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کرون، اس نے اُن کو ٹھہرا لیا، پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لئے انھون نے اُس کے پاس مستقل قیام کر دیا، مگر تھوڑے دنون کے بعد اس کا وقت بھی آگیا، آیندہ کے متعلق حضرت سلمانؓ نے اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اُس نے نصیبین مین ایک شخص کا پتہ بتایا،

نصیبین کا سفر، چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نصیبین پہونچے، اور اس پادری سے مل کر دوسرے پادری کی وصیت بتائی، یہ اسقف بھی پہلے دونون اسقفون کی طرح بڑا عابد و زاہد تھا، سلمانؓ یہان مقیم ہو کر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آخر ہوگیا، حضرت سلمانؓ نے گذشتہ اسقفون کی طرح اس سے بھی آیندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ مین گوہرِ مقصود کا پتہ دیا،

عموریہ کا سفر، چنانچہ اس کی موت کے بعد اُنھون نے عموریہ کا سفر کیا، اور وہان کے اسقف سے ملکر پیام سنایا، اور اس کے پاس مقیم ہوگئے، کچھ بکریان خرید لین، ان سے مادی غذا حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہوگیا، تو حضرت سلمانؓ نے اپنی پوری سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا، آپ کے پاس پہونچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہین، اس لئے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا بیٹا! مین تمھارے لئے کیا سامان کرون، آج دنیا مین کوئی شخص ایسا باقی نہین ہے، جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دون، البتہ اب اُس نبیؐ کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستانِ عرب سے اٹھکر دینِ ابراہیم کو زندہ کریگا، اور کھجورون والی زمین کی طرف ہجرت کریگا، اس کی علامات یہ ہین کہ وہ ہدیہ قبول کریگا، لیکن صدقہ کو

اپنے لئے حرام سمجھے گا، اسکے دونون شانون کے درمیان مہر نبوت ہو گی، اگر تم اس سے مل سکو
توضرور ملنا،

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر، اس اسقف کے مرنے کے بعد عرصہ تک عموریہ مین رہے، کچھ دنون بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، آپ نے اُن سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہونچا دو تو مین اپنی گائین اور بکریان تمھاری نذر کردون گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال
سے یہ شعر ے

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہرو کیساتھ　　پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لئے،

غلامی، لیکن اُن عربون نے وادی القریٰ مین پہونچ کر دھوکا دیا، اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کھجور کے درخت نظر آئے، تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے اُن کو اس کے ہاتھ بیچ دیا،

غلامی اور مدینہ کا سفر، وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی کی رسوائی سہتے ہوئے مدینہ پہونچے، مگر ہاتف غیب تسکین دے رہا تھا، کہ یہ غلامی نہین ہے،

اسی سے ہو گی ترے غمکدہ کی آبادی　　تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اُس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک پہونچانے کا ذریعہ بنجائے، ہزارون آزادیان قربان ہین، جون جون محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاہد مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا، اور دیدارِ جمال کی آرزو مین یہان دن کاٹنے لگے،

اس وقت آفتابِ رسالت مکہ پر پرتو افگن ہو چکا تھا، لیکن جور و ستم کے بادلون مین چھپا تھا، سلمانؓ کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے کرتے وہ روزِ مسعود بھی آگیا، کہ مکہ کا آفتابِ عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب سلمانؓ کی شبِ ہجر تمام ہوئی، اور صبحِ امید کا اجالا پھیلا یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، سلمانؓ کھجور کے درخت پر چڑھے، کچھ درست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا، کہ اس کے چچازاد بھائی نے آکر کہا خدا اپنی قبیلہ کو غارت کرے، سب کے سب قبا مین ایک شخص کے پاس جمع ہین، جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اسکو نبی سمجھتے ہین، سلمان کے کانون تک اس خبر کا پہونچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا صبر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن مین سنسناہٹ پیدا ہو گئی، اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرشِ زمین پر آجائین، اسی مدہوشی مین جلد جلد درخت سے نیچے اُترے، اور بدحواسی مین بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسہ مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمانؓ خاموش ہو گئے،

اسلام، لیکن اب صبر کسے تھا، کھانے کی کچھ چیزین پاس تھین، ان کو لیکر دربارِ رسالت مین حاضر ہوئے، اور عرض کیا مین نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہین اور کچھ غریب الدیار اور اہلِ حاجت آپ کے ساتھ ہین، میرے پاس یہ چیزین صدقہ کے لئے رکھی تھین، آپ لوگون سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکتا ہے، اسکو قبول فرمائیے، آنحضرت صلعم نے دوسرے لوگون کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طریقہ سے سلمانؓ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ نہین قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزین نہین نوش فرمائی تھین آج یہ ہدیہ قبول فرمائیے، آپؐ نے قبول کیا خود بھی نوش فرمایا اور دوسرون کو بھی دیا، اس طریقہ سے دوسری نشانی یعنی مہرِ نبوت کی بھی زیارت کی اور

باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلعم نے فرمایا سامنے آؤ، وہ سامنے آئے اور اپنی ساری سرگذشت سنائی، پھر آنحضرت صلعم نے یہ دلچسپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی،

اسلام، حضرت سلمان رضؓ جو اپنا گوہر مقصود پاچکے تھے، اس دولت کو اپنے دل کے خزانہ مین رکھکر آقا کے گھر واپس آئے، اتنے مرحلون کے بعد وہ دین حق سے ہم آغوش ہوئے،

آزادی، غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، اسی وجہ سے غزوۂ بدر و احد مین شریک نہ ہوسکے، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا، کہ اپنے آقا کو معاوضہ دیکر، آزادی حاصل کرلو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلعم نے عام مسلمانون سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیئے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے، اور آنحضرت صلعم کی مدد سے ان کو بٹھایا، اور زمین وغیرہ ہموار کرکے ایک شرط پوری کردی، اب سونے کی ادائیگی باقی رہ گئی، اس کا سامان بھی خدا نے کردیا، آنحضرت صلعم کو کسی غزوہ مین مرغی کے بیضہ کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان کو دیدیا، یہ وزن مین ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس سے گلو خلاصی حاصل کی، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہنے لگے،[1]

مواخاۃ، غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانون کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کی، اس وقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلعم نے مکی مہاجرین کی طرح ان سے اور ابو درداؓ سے مواخاۃ کرادی[2]،

غزوات، بدر و احد کی لڑائیان انکی غلامی کے زمانہ مین ختم ہوچکی تھین، آزادی کے بعد پہلا

---

[1] قبل از اسلام تا آزادی تک کے کل حالات مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ تا ۴۴۳ و ۴۴۴ سے لئے گئے ہین،

[2] بخاری ج ۲ ص ۸۹۰،

غزوۂ خندق پیش آیا، اس مین اُنھون نے اپنے حسنِ تدبیر سے اِن دونون لڑائیون کی تلافی کردی،

غزوۂ خندق مین تمام عرب کا ٹڈی دل مسلمانون کے خلاف امنڈ آیا تھا کہ مسلمانون کا کامل استیصال کردے، حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کے چارون پر نہ قلعہ تھا نہ فصیل تھی، اور مقابلہ بھی سخت تھا، کہ ایک طرف کفار کی تعداد ریگستانِ عرب کے ذرون کے برابر تھی، اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلعم نے عام مسلمانون سے مشورہ کیا، سلمانؓ فارسی چونکہ ایران کی صف آرائیان دیکھے ہوئے تھے، اس لئے جنگی اصولون سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ اُنھون نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان مین مقابلہ کرنا مناسب نہین ہے، بلکہ مدینہ کے چارون طرف خندقین کھود کر شہر کو محفوظ کردینا چاہئے، یہ تدبیر مسلمانون کو بہت پسند آئی[1]، اور اُسی پر عمل کیا گیا، خندق کی کھدائی مین آنحضرت صلعم بہ نفسِ نفیس شریک ہوتے تھے، اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان پر جاری تھے[2]، ذیقعدہ ۵ھ مین طرفین مین جنگ شروع ہوئی، عربون کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ آئے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادین گے، مگر یہان آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ مین خندق کی فصیل حائل ہے، ۲۱، ۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ قایم رہا، مگر شہر تک پہونچنا اُن کو نصیب نہ ہوا، اور آخر کار ناکام واپس پھر گئے،

خندق کے علاوہ حضرت سلمانؓ تمام لڑائیون مین مسلمانون کے دوش بدوش رہے[3]، اور غزوۂ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہین ہوا جسمین شریک ہوکر دادِ شجاعت نہ دی ہو[4]،

عہد صدیقی اور عراق | آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد عرصہ تک آپ مدینہ مین رہے، اور غالباً

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۴، [2] بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خندق، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۳

[4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۰،

عہدِ صدیقی کے آخر یا عہدِ فاروقی کی ابتدا مین اُنھون نے عراق کی سکونت اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداؓ نے شام کی سکونت اختیار کرلی، یہان کی اقامت کے بعد ابو درداؓ کو خدا نے مال اور اولاد کی حیثیت سے بہت نوازا، اُنھون نے سلمانؓ کو خط لکھا، کہ تم سے چھٹنے کے بعد خدا نے مجھ کو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور ارضِ مقدس کی سکونت کا شرف حاصل ہوا، اِنھون نے جواب دیا کہ یاد رکھو مال اور اولاد کی کثرت مین کوئی خیر نہین ہے، بلکہ خیر اسمین ہے کہ تمھارا علم زیادہ ہو، اور تمھارا علم تم کو نفع پہونچائے، محض ارض مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہین پہونچا سکتا جب تک تمھارا عمل اس قابل نہ ہو، اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے، اور تم اپنے کو مردہ سمجھو[1]،

عہد فاروقی، ایران کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور چونکہ خود ایرانی تھے، اس لئے فتوحات مین بہت قیمتی امداد پہونچائی، مگر اصولِ اسلام کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ حملے کے پہلے محصورین کو سمجھا دیا کہ مین بھی تمھارا ہم قوم تھا، لیکن خدا نے مجھ کو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربون کی اطاعت گذاری سے کسی طرح نہین بچ سکتے، مین تمکو سمجھائے دیتا ہون، کہ اگر تم اسلام لاکر ہجرت کرکے ہم مین ملجاؤ تو تم کو اہلِ عرب کے حقوق دیئے جائینگے اور جو قانون ان کے لئے ہے، وہی تم پر جاری کیا جائیگا، اور اگر اسلام نہین قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیون کے حقوق تم کو ملین گے، اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائیگا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیدیا، اور مسلمانون نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کرلیا[2]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۱،

[2] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱

فتحِ جلولا مین بھی شریک تھے، اور وہان مشک کی ایک تھیلی ہاتھ آئی تھی، جو وفات کے وقت کام مین لائے،[1]

گورنری حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے، اس کی تفصیلات آئندہ عادات واخلاق مین آئین گی،

چونکہ حضرت سلمانؓ مقربین بارگاہِ نبوی مین سے تھے اس لئے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، اس وقت آپ ایک گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے سلمانؓ کو دیکھکر گدا ان کی طرف بڑھا دیا،[2]

علالت حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاصؓ عیادت کو گئے آپ رونے لگے، سعدؓ نے کہا ابو عبداللہ رونے کا کون سا مقام ہے، آنحضرت صلعم تم سے خوش خوش دنیا سے اٹھے، تم ان سے حوضِ کوثر پر ملوگے، بچھڑے ہوئے ساتھیون سے ملاقات ہوگی کہا خدا کی قسم مین موت سے نہین گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے عہد کیا تھا، کہ ہمارا دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہ ہو، حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہین، سعد کہتے ہین کہ کل سامان جسکو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک قسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد نے خواہش کی کہ مجھکو کوئی نصیحت کیجئے، فرمایا کہ کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت، تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو،[3] اسی بیماری کے دوران مین اور احباب نے بھی نصیحت و وصیت کی خواہش کی فرمایا، تم مین سے جس سے ہو سکے اسکی کوشش کرے کہ وہ حج عمرہ، جہاد، یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے، اور فسق وفجور اور خیانت کی حالت مین نہ مرے،[4]"

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۶۶، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۹، [3] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۶۵ [4] ایضاً

وقت آخر ہوا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی، اور اپنے ہاتھ سے پانی مین گھول کر اپنے چارون طرف چھڑکوایا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر گئے تو دیکھا کہ مرغ روح قفسِ خاکی سے چھوٹ کر شاخِ طوبیٰ پر پہونچ چکا تھا،[1]

فضل و کمال حضرت سلمانؓ کے دن کا بڑا حصہ آنحضرت صلعم کی صحبت مین گذرتا تھا، اس لئے قدرۃً آپ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوے، حضرت علیؓ سے آپکے مبلغِ علم کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا کہ ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، اور وہ ایسا دریا تھے جو پایاب سے نا آشنا رہا، وہ ہمارے اہلِ بیت مین تھے،[2] دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہ علم و حکمت مین لقمان حکیم کے برابر تھے"[3] علم اول سے مراد کتبِ سابقہ کا علم، اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے، اور اہلِ بیت مین سے ہونا اس طرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے قربت اختصاص کی بنا پر اور اس لئے کہ عربون مین ان کا کوئی خاندان نہ تھا ان کو یہ شرف بخشا، کہ اعزازاً اپنے اہلِ بیت مین ان کو داخل کر لیا،

حضرت معاذ بن جبلؓ جو خود بہت بڑے عالم اور صاحبِ کمال صحابی تھے، وہ بھی ان کے کمالِ علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمی سے علم حاصل کرنا، ان چارون مین ایک سلمانؓ کا نام بھی تھا،[4] ایک موقع پر خود زبانِ نبوت نے اُن کے علم و فضل کی ان الفاظ مین تصدیق کی ہے کہ "سلمان علم سے لبریز ہے"[5]، صاحبِ اسد الغابہ لکھتے ہین کہ سلمانؓ فضلاء صحابہ مین تھے[6]، آپ کی کوششون سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان مین سے تین حدیثین متفق علیہ ہین، انکے علاوہ

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۲ ص ۶۶، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲، [3] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۶۱، [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۳۱،

ایک مین مسلم اور تین مین بخاری منفرد ہین[1]،

ابو سعید خدریؓ، ابو الطفیل، ابن عباسؓ، اوس بن مالک اور ابن عجرہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ مین ہین[2]،

گو حضرت سلمانؓ علم اول و آخر کے مالک تھے تاہم حدیث بیان کرنے مین بہت محتاط تھے، اس لئے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے متجاوز نہ ہوئی حضرت حذیفہؓ مدائن مین لوگون سے بعض ایسی باتین بیان کرتے تھے، جو آنحضرت صلعم نے غصہ کی حالت مین کسی کے متعلق فرمائی تھین، لوگ انکی تصدیق کے لئے حضرت سلمانؓ کے پاس آئے، آپنے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہؓ خود زیادہ اچھا جانتے ہین، لوگون نے حضرت حذیفہؓ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمانؓ کو سنائی، وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہین، اور نہ تردید، حضرت ابو حذیفہؓ نے سلمانؓ سے کہا جو کچھ تم نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے، اس کی تصدیق کیون نہین کرتے، فرمایا، بعض اوقات آنحضرت صلعم لوگون کو کچھ غصہ مین کہدیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہوکر کچھ فرمادیتے تھے، معلوم ہوتا ہے تم ان باتون کو بیان کرکے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنادوگے، کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے، کہ خداوندا غصہ کی حالت مین اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق مین خیر کردینا" پھر ان سے کہا، تم اس قسم کی باتون سے باز آؤ نہین تو مین عمرؓ کو آگاہ کردون گا[3]،

چونکہ وہ اسلام کے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لئے عیسائی مذہب کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ "سلمانؓ دو کتابون کا علم رکھتے ہین، کلام اللہ اور انجیل"، مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریون کی زبانی نہین سنے تھے،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۱۴۷ [2] تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۳۸، [3] ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۶۹ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲

بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے توراۃ مین دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے[1]،

عام حالات، تقرب بارگاہ نبوی | حضرت سلمان رض صحابۂ کرام رض کے اس مخصوص زمرہ مین تھے جسکو بارگاہِ نبوی مین خاص تقرب حاصل تھا، مخصوص صحابہ کرام رض کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہِ نبوت کی پذیرائی مین حضرت سلمان رض کی ہمسری کرسکتے ہون، غزوۂ خندق کے موقع پر جب مہاجرین و انصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان رض ہمارے زمرہ مین ہین، انصار کہتے تھے ہماری جماعت مین ہین، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سلمان رض ہمارے اہل بیت مین ہین[2]، ام المومنین عایشہ صدیقہ رض فرماتی ہین کہ سلمان رض کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلعم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی، کہ ہم لوگون کو (ازواج) خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہین ہمارے حصون کی رات بھی اسی نشست مین نہ گذر جائے، انس بن مالک رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ "جنت تین آدمیون کی مشتاق ہے، علی، عمار، اور سلمان کی[3]"آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلعم حضرت صدیق اکبر رض جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمان رض اور ان کے بعض رفقا کے بارہ مین رنجیدہ ہوگئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابو سفیان چند آدمیون کے ساتھ حضرت صہیب رض، بلال رض اور سلمان رض کے پاس سے گذرے، ان تینون بزرگون نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابو سفیان) کی گردن پر نہین پڑی، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا کہ تم لوگ سردارِ قریش کی شان مین ایسا کلمہ زبان سے نکالتے ہو، اور آنحضرت صلعم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگون کو ناراض کر دیا، اگر تم نے

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸، [3] جامع ترمذی مناقب سلمان رض،

ان لوگون کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکرؓ نہبت نادم ہوئے، اور اگر ان بزرگون سے معذرت کی[1]،

اخلاق و عادات | حضرت سلمانؓ فارسی مین مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانہ مین سخت آتش پرست، اور نصرانیت کے زمانہ مین عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہی ہے،

زہد و تقوی | اُن کا زہد و ورع اس حد تک پہونچ گیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اسکی ادنی مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہین بنایا، جہان کہین دیوار یا درخت کا سایہ ملجاتا، پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ مین آپ کے لئے مکان بنا دون، فرمایا مجھ کو اس کی حاجت نہین، وہ بپیہم اصرار کرتا تھا، یہ برابر انکار کرتے جاتے تھے، آخر مین اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤنگا، فرمایا وہ کیسا؟ عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہون تو سر چھت سے ملجائے اور اگر لیٹین تو پیر دیوارون سے لگین، فرمایا خیر اس مین کوئی مضایقہ نہین، چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنادی[2]،

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ مین نمایان تھا، مزخرفات دنیاوی کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر مین معمولی سا بچھونا تھا، اور دو اینٹین جنکا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، اور میرا یہ حال ہے[3]، یہ حالت زندگی کے ہر دور مین قایم رہی، جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے

---

[1] مسلم ج ۲ ص ۳۶۲ مصر، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲، حیدرآباد [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۳۸ و ۴۳۹

اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہین کہ سلمانؓ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے، اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی ان کے پاس صرف ایک عبا تھی، جسمین لکڑیان جمع کرتے تھے، اور اس کا آدھا حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے[1]،

رہبانیت سے اجتناب

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف رہبانیت کی طرف مائل تھے، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسرن کو بھی اسکی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابو درداءؓ بڑے عابد وزاہد تھے، رات بھر نماز پڑھتے، اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، ساری ساری رات عبادت مین گزار دیتے، حضرت سلمانؓ ان سے ملنے کے لئے ان کے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابو درداءؓ کی بیوی کو بہت خراب حالت مین دیکھا، پوچھا تم نے کیا صورت بنا رکھی ہے، انھون نے کہا کس کے لئے بناؤ سنگار کرون تمھارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہین رہی، حضرت ابو درداءؓ جب گھر آئے تو ملنے ملانے کے بعد کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ مین روزہ سے ہون، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے مین بھی نہ کھاؤن گا، رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی لیٹے اور انکو دیکھتے رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے، تو روک کر فرمایا، کہ "تم پر تمھارے رب، تمھاری آنکھ اور تمھاری بیوی سب کا حق ہے، روزون کے ساتھ افطار اور شب بیداری کیساتھ سونا بھی ضروری ہے" اس کے بعد دونون نے یہ معاملہ آنحضرت صلعم کے سامنے پیش کیا، آپ نے ابو درداءؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمانؓ تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہین[2]؛

سادگی

حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات مین تکلف کے آب ورنگ کے بجائے سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ مین یکسان قایم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ مین جب کہ

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۶۷ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲،

شان وشوکت اور خدم وحشم کے تمام لوازم اُن کے لئے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی اُن کی سادگی مین کوئی فرق نہ آیا، لباس مین ایک عبا اور ایک معمولی سی جانگھیا ہوتی تھی، ایرانی اس ہیئت مین دیکھ کر، ،،گرگ آمد،، ،،گرگ آمد،، کہتے، ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ مین اس شان سے نکلے کہ سواری مین بلا زین کا گدھا تھا، لباس مین ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگین کھلی ہوئی تھین، لڑکے اس ہیئت کذائی مین دیکھکر پیچھے لگ گئے، لوگون نے یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیون کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان وشوکت کا کیا ذکر، یہان معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھکر ہنستے، اور کہتے کہ یہی امیر ہین[1]،

ابو قلابہ راوی ہین کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہان گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہین، پوچھا خادم کہان ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ دو دو کامون کا بار اس پر ڈالون[2]،

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگون کو اکثر مزدور کا دھوکا ہوجاتا تھا، ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لئے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، ان سے کہا اسکو گھر تک پہونچادو، وہ اٹھا کرلے چلے، راستہ مین لوگون نے دیکھا تو کہنے لگے کہ لائیے ہم پہونچادین، یہ حال دیکھکر عبسی نے پوچھا، یہ کون ہین، لوگون نے کہا آنحضرت صلعم کے صحابی ہین، وہ سنکر بہت نادم ہوا، اور کہا آپ تکلیف نہ کیجئے، لیکن اُنھون نے فرمایا، ،، اسمین مجھے نیت کا ثواب ہے، اب مین اس بوجھ کو بغیر پہونچائے ہوئے نیچے نہین رکھ سکتا[3]،،

---

[1] ابن سعد جز دوم قسم اص ۶۶ و ۶۷، [2] ابن سعد جز دوم قسم اص ۶۴، [3] ایضاً ص ۶۳ و ۶۴،

فیاضی | فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایان وصف تھا، جو کچھ آپ کو تنخواہ ملتی تھی کل کا کل مستحقین مین تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بُن کر معاش پیدا کرتے تھے، اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لئے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچون پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، اربابِ علم کے بڑے قدردان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی کے شائقین کو بلاکر کھلا دیتے تھے[۱]

صدقات سے اجتناب | صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز مین صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا، تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجیے فرمایا تمھارے پاس کچھ ہے، کہا مین لوگون سے مانگ کر ادا کردون گا، فرمایا تم مجھکو لوگون کے ہاتھ کا دُھوون کھلانا چاہتے ہو[۲] (حالانکہ اس کا مانگان کے لئے صدقہ نہ رہجاتا)

حضرت اُسامہ بن زیدؓ

نام و نسب | اسامہ نام ابو محمدؐ کنیت، جب رسول اللہ صلعم یعنی "محبوبِ رسول" لقب، والد کا نام زید تھا، نسب نامہ یہ ہے، اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن زید بن امرأو القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی،

پیدائش، اسلام اور ہجرت | ۷ سنہ بعثت مین مکہ مین پیدا ہوئے، ان کے والد زید آنحضرت صلعم کے محبوب غلام بلکہ منہ بولے بیٹے تھے اور ان کی مان برکہ آنحضرت صلعم کی کھلائی تھین، اس لئے ان کو مان اور باپ دونون کی طرف سے رسول اللہ صلعم کی محبوبیت کا شرف ورثہ مین ملا تھا،

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۷، [۲] ایضاً ص ۶۸

والدین مسلمان تھے، اس لئے آنکھ کھلتے ہی اسلام کا دل آویز چہرہ نظر آیا اور اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی، ان کی زندگی کا کوئی حصہ کفر و شرک کی آلودگیون سے ملوث نہ ہوا، ہجرت کا شرف آنحضرت صلعم کے ساتھ حاصل کیا[1]،

غزوات: ہجرت عظمی کے بعد مغازی اور سرایا کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا لیکن ابتدائی لڑائیون مین کم سنی کے باعث شریک نہ ہوسکے، سریہ حرقہ سے میدانِ جنگ مین آنے کی ابتدا معلوم ہوتی ہے[2]، صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابون مین اس سریہ کا نام سریۂ حرقات لکھا ہے، اہل سیر کہتے ہین کہ یہ وہی سریہ ہے جس کے امیر غالب لیثی تھے، اور جو ۷ھ مین واقع ہوا، لیکن حاکم نے اکلیل مین لکھا ہے کہ یہ دوسرا سریہ تھا جو ۸ھ مین ہوا، ان دونون سریون کے الگ الگ ہونے پر اس امر سے بھی شہادت حاصل کیجا سکتی ہے، کہ سریہ غالب کے امیر حضرت غالب تھے اور اس سریہ حرقہ مین امارت و قیادت خود حضرت اسامہؓ کے ہاتھ مین معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے، اور حاکم نے اکلیل مین اسکی تصریح کی ہے[3]،

یہ سریہ ۷ھ یا ۸ھ ہجری کا واقعہ ہے، اس وقت انکی عمر زیادہ سے زیادہ ۱۴، ۱۵ سال کی تھی، تاہم ان کی فطری استعداد و صلاحیت نے آنحضرت صلعم سے اس سریہ کی سرداری کا شرف حاصل کیا، مگر ناآزمودہ کار تھے، اس لئے بعض فاش غلطیان ہوگئین، جنکو وہ خود اپنی زبان سے بیان کرتے تھے، کہ آنحضرت صلعم نے ہم لوگون کو حرقہ کی طرف بھیجا تھا صبح کو دشمنون سے مقابلہ ہوا دشمن ہزیمت کھا کر بھاگے، مین نے اور ایک انصاری نے ایک شخص کا تعاقب کیا، جب وہ زد مین آگیا تو لا الٰہ الا اللہ پکار اٹھا، اس کے اس اعلان پر انصاری نے ہاتھ روک لیا،

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۴۳، [2] گو اس کی تصریح نہین ملتی لیکن قیاس یہی چاہتا ہے، [3] مزید تفصیل کیلئے دیکھو زرقانی ج ۲ ص ۲۰۸ و ۲۰۹،

مگر مین نے نیزون سے کام تمام کر دیا، واپسی کے بعد آنحضرت صلعم کو واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ اسامہ! تم نے ایک شخص کو کلمۂ شہادت پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا! مین نے عرض کیا، اس نے اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کیا تھا، آپ نے یہ عذر ناقابلِ قبول سمجھا، اور بار بار اس جملہ کو دہراتے رہے یہانتک کہ مجھکو اتنی ندامت ہوئی کہ دل مین کہنے لگا "کاش آج کے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا"، ¹

دوسری روایت مین یہ الفاظ ہین کہ "اے اسامہ! تم نے اس کا دل چیر کر کیون نہ دیکھا"، ² مقصود یہ تھا کہ ظاہری اسلام کے لئے زبان کا اقرار کافی ہے، اس سریہ کے متعلق ایک یمانی روایت کرتا ہے، کہ یہ اسامہ کے میدانِ جنگ مین قدم رکھنے کا پہلا موقع تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کے قبل کسی غزوہ مین نہین شریک ہوئے اور اسی سے انکی جنگ آزمائی کی ابتدا ہوئی،

فتح مکہ، فتحِ مکہ اسلام کی فتح و شکست کا آخری معرکہ تھا، اسامہ اسمین شریک تھے اور فتح مکہ کے بعد بیت اللہ مین اس شان سے داخل ہوئے کہ آنحضرت صلعم کی سواری پر آپ کے ساتھ سوار تھے، اور حضرت بلالؓ و عثمانؓ بن طلحہ جلو مین تھے، خانۂ کعبہ کھلنے کے بعد چارون آدمی ساتھ داخل ہوئے، ان کے داخلہ کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا، ³

امارت سریہ، آنحضرت صلعم نے ایک سے زائد سریئے اسامہؓ کی سرکردگی مین بھیجے، ان مین سب سے اہم وہ سریہ تھا، جسمین انکو اجلۂ صحابہ پر شرفِ امارت عطا ہوا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے سفیر حضرت حارث بن عمیرؓ ازدی شاہ بصریٰ کے دربار سے سفارت کی خدمت انجام دیکر واپس آرہے تھے کہ مقام موتہ مین شرجیل بن عمرو غسانی نے انکو شہید کر دیا، آنحضرت صلعم نے اس کے انتقام مین حضرت زیدؓ کی زیر امارت ایک سریہ روانہ کیا لیکن یہ بھی شہید ہوئے، اور ان کے

---

¹ بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب بعث النبی صلعم اسامہ بن زید ² صحیح مسلم کتاب الایمان ³ بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فتح مکہ

ساتھ اکابر ین صحابہ مین حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے بھی جام شہادت پیا،
آنحضرت صلعم کو ان بزرگون کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، چنانچہ اپنی وفات کے کچھ دنون پہلے ان
شہدا کے انتقام کے لئے ایک اور سریہ روانہ کیا اور چونکہ حضرت اسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ
شہید ہوئے تھے، اس لئے اس سریہ کا امیر اسامہ کو بنایا، کہ اس مین انکی دلدہی بھی مدنظر تھی اور
والد کی شہادت کی وجہ سے انتقام کا جو جذبہ ان مین ہو سکتا تھا وہ دوسرے مین ممکن نہ تھا،

چنانچہ صفر ۱۱ھ مین آنحضرت صلعم نے سریہ کی تیاری کا حکم دیا، اور اسامہؓ کو بلا کر اس کے متعلق
ضروری ہدایات فرمائین، لیکن ابھی یہ سریہ روانہ نہ ہوا تھا کہ آنحضرت صلعم مین بیماری کی علامات
شروع ہو گئین، لیکن آپ پر حضرت زیدؓ اور جعفرؓ کی شہادت کا اتنا شدید اثر تھا کہ اسکی روانگی ملتوی
نہ فرمائی، اور اسی بیماری کی حالت مین اپنے دست مبارک سے علم مرحمت فرمایا، اور سریہ روانہ ہو گیا،
پہلی منزل مقام جرف مین کی، اس سریہ مین حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہ بن جراح، سعد بن ابی
وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان رضوان اللہ علیہم اجمعین سب اسامہؓ کی ماتحتی مین گئے
ہوئے تھے بعض لوگون کو یہ ناگوار ہوا اور انھون نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک نوعمر لونڈے
کو مہاجرین اولین پر امیر بنایا ہے، آپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس سے بہت تکلیف پہونچی اور
اسی بیماری کی حالت مین سر مین پٹی باندھے ہوئے نکلے اور منبر پر چڑھ کر ایک مختصر تقریر فرمائی کہ

"اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنانے مین بعض لوگون نے جو نکتہ چینیان کی ہین اسکی اطلاع مجھکو ملی، اسامہ
کی امارت پر یہ اعتراض کوئی نیا واقعہ نہین ہے، تم لوگ اس کے پہلے اس کے باپ کی امارت
پر اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم وہ افسری کا سزاوار تھا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا افسری
کے سزاوار ہے، وہ مجھکو بہت محبوب تھا اور یہ ہر حسن ظن کے لایق ہے، اس لئے تم لوگ اس کے

لہ بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فتح مکہ،

ساتھ بھلائی سے پیش آیا کرو، کہ وہ تمھارے بہتر لوگون مین ہے،، اس تقریر کے بعد آپ کاشانۂ اقدس مین تشریف لے گئے،

اس سریہ کی پہلی منزل گاہ جرف مدینہ کے قریب ہی تھی اس لئے جانے والون کا سلسلہ برابر جاری تھا، لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین آتے تھے اور رخصت ہو کر جاتے تھے اسامہؓ آنحضرت صلعم کو بیمار چھوڑ کر گئے تھے اس لئے وہ بھی دیکھنے آجاتے تھے، اتوار کے دن آنحضرت صلعم کا مرض زیادہ بڑھ گیا، اسامہؓ منزل گاہ سے مزاج پرسی کے لئے آئے اس وقت آپ پر غفلت طاری تھی، اسامہؓ نے آکر بوسہ دیا، آپ بالکل خاموش تھے تاہم اسامہؓ کی دعا کے لئے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے، اور اسامہؓ پر رکھتے تھے، اسامہؓ دیکھکر واپس گئے، اور دوسرے دن صبح کو پھر دیکھنے آئے، اس دن افاقہ تھا، آپ نے اسامہ کو روانگی کا حکم دیا، چنانچہ انھون نے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا، لیکن قبل اس کے کہ اسامہ جرف سے روانہ ہون انکی مان ام ایمن کا آدمی ملا کہ رسول رسول اللہ صلعم کا وقت آخر ہے، فوراً مدینہ آؤ، چنانچہ یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ اسی وقت مدینہ پہونچے، اس وقت آنحضرت صلعم اس دنیاے فانی کو چھوڑ رہے تھے، آپ کی وفات کے بعد پوری فوج جرف سے مدینہ آگئی، اور یہ مہم اس وقت ملتوی ہو گئی، اور اسامہؓ بن زید آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہو گئے، جسم مبارک کو قبر انور مین اتارنے کا شرف بھی حاصل ہوا،[1]

چونکہ آنحضرت صلعم آخر وقت تک برابر اسامہؓ کو روانگی کی تاکید فرماتے رہے تھے، اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا، اور بریدہ بن حصیب علم لیکر جرف پہونچ گئے، لیکن اسی درمیان مین ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، لوگون نے حضرت ابو بکرؓ

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۶ و ۱۳۷، جسم مطہر کو قبر مین اتارنے کا واقعہ طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۷۷ مین ہے، مختصراً اس سریہ کا ذکر بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ زید بن حارثہ باب بعث النبی صلعم اسامہ بن زید مین بھی ہے،

سے کہا کہ فی الحال اس مہم کو روک دیجئے[1]، خود حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو مطمئن حالت میں بھیجا تھا، لیکن اب حالات دوسرے ہیں، اس لئے فی الحال ملتوی کر دیجئے، لیکن آپ نے جواب دیا کہ خواہ مجھکو پرندے نوچ کر کھا جائیں، لیکن میں رسول اللہ صلعم کے حکم کو پورا کئے بغیر نہیں رہ سکتا[2]، بہر حال آپ اس مہم کو روکنے پر آمادہ نہ ہوئے، اور فوج کو روانگی کا حکم دیدیا،

پہلی مرتبہ گو آنحضرت صلعم کی فہمایش سے لوگوں نے اسامہ کی امارت منظور کر لی تھی، لیکن دل سے سب ناپسند کرتے تھے، اس لئے دوبارہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا تو انصار کی جماعت نے آپ کے پاس حضرت عمرؓ کو بھیجا کہ اسامہ کے بجائے کسی مسن اور معمر شخص کو امارت کا عہدہ دیا جائے، حضرت عمرؓ نے آپ کو یہ پیام سنایا تو آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا ابن خطاب! جس شخص کو رسول اللہ صلعم نے امیر بنایا ہے تم مجھ سے اسکے معزول کرنے کی خواہش کرتے ہو!! اور بلا کسی قسم کی تبدیلی کے بعینہٖ وہی فوج روانہ کی اور تھوڑی دور خود پیادہ پا رخصت کرنے کے لئے آئے، اسامہ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ سوار ہو کر چلیں، ورنہ ہم لوگ سواریوں سے اتر پڑیں گے، فرمایا نہ مجھکو سوار ہونے کی ضرورت ہے، نہ تم کو اترنے کی، میرے پیروں کو خدا کی راہ میں غبار آلود ہونے دو[3]، غرض حضرت ابوبکرؓ نے اس شان سے جیش اسامہؓ کو رخصت کیا، اور اسامہؓ نے منزل مقصود پر پہونچ کر دشمنوں سے نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ان سے دل کھول کر انتقام لیا، اور اپنے والد بزرگوار کے قاتل کو واصل

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی، ص ۷۱،

[2] ایضاً

[3] طبری ص ۱۸۴۸ و ۱۸۵۰،

جہنم کیا، اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین فتح کا مژدہ بھیجا، آپ اس فتح سے اس قدر مسرور ہوئے، کہ مہاجرین وانصار کو لے کر مدینہ سے باہر ان کے استقبال کو نکلے، اسامہؓ نہایت شاندار طریقہ سے مدینہ مین داخل ہوئے، آگے آگے بریدہ بن حصیب پرچم اڑا رہے تھے، اور اس کے پیچھے یہ اپنے والد کے سبحہ نامی گھوڑے پر سوار تھے مدینہ آتے ہی انھون نے مسجد مین دو رکعت نماز پڑھی، اور نماز پڑھ کر گھر گئے،[۱]

عہدِ فاروقی، حضرت اسامہؓ آنحضرت صلعم کو محبوب تھے، اس لئے آپ کے جانشین بھی اسامہؓ کا بہت لحاظ رکھتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین ہمیشہ ان کا خیال رکھا، حتی کہ اپنے صاحبزادہ پر ان کو ترجیح دیتے رہے، جب آپ نے تمام صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے، تو اپنے صاحبزادہ عبداللہؓ کا ڈھائی ہزار اور اسامہؓ کا تین ہزار مقرر کیا، عبداللہؓ نے عرض کی اس تفریق کا کیا سبب ہے، جب کہ مین تمام غزوات مین اسامہؓ کے دوش بدوش رہا، اور آپ ان کے والد زید سے کبھی پیچھے نہ رہے، فرمایا یہ سچ ہے، لیکن آنحضرت صلعم انکو تم سے، اور ان کے والد کو تمھارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے،[۲]

عہدِ عثمانی، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین فتنہ وفساد کے اشتعال کے خیال سے ملکی معاملات مین علانیہ کوئی حصہ نہین لیا، لیکن ایک خیر خواہ کی حیثیت سے قیام نظم اور انسداد مفاسد پر حضرت عثمانؓ سے خفیہ طور پر گفتگو کرتے تھے، لوگون نے خواہش ظاہر کی کہ آپ حضرت عثمانؓ سے فتنون کے فرو کرنے کے متعلق گفتگو کیجئے، تو کہا تم لوگ علانیہ مجھ کو درمیان مین ڈالنا چاہتے ہو، اور مین ان سے خفیہ گفتگو کرتا ہون، کہ مبادا میری علانیہ گفتگو سے نیا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو، اور اسکی ساری ذمہ داری مجھ پر عائد ہوجائے،[۳]

---

[۱] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۱، [۲] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۹ [۳] بخاری جلد ۱ ص ۴۶۲

عہدِ معاویہ وعلیؓ، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب زیادہ شورش بڑھی، تو اسامہؓ بالکل علیحدہ ہو گئے[1]
حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کی معرکہ آرائیون مین بالکل کنارہ کش رہے، اور حضرت علیؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ شیر کی واڑھ مین گھستے تو مین بھی خوشی گھس جاتا، لیکن اس معاملہ مین حصہ لینا پسند نہین کرتا[2]، گو وہ مسلمانون کی خون ریزی کے خوف سے ان لڑائیون مین غیر جانبدار تھے، تاہم حضرت علیؓ کو حق پر جانتے تھے، اور آخر دم تک اس غیر جانبداری پر کفِ افسوس ملتے تھے ابراہیم کی روایت ہے کہ اسامہؓ حضرت علیؓ کی امداد نہ کرنے پر اس درجہ نادم تھے کہ آخر مین توبہ کی ہے[3]

وفات، امیر معاویہؓ آخر زمانہ امارت ۵۴ھ مین مدینہ مین وفات پائی[4]، اس وقت ساٹھ سال کی عمر تھی،

اہل وعیال، اسامہؓ نے متعدد شادیان کی، اور کثرت سے اولادین ہوئین پہلی شادی ۱۴ سال کی عمر مین خود آنحضرت صلعم نے زینب بنت حنظلہ کے ساتھ کر دی تھی، مگر اسامہؓ نے ان کو طلاق دیدی، دوسری شادی نعیم بن عبد اللہ النخام نے آنحضرت صلعم کے ایما سے اپنے یہان کر دی، ان کے بطن سے ابراہیم بن اسامہؓ تھے، اس کے علاوہ خود اسامہؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، ان سے حسبِ ذیل اولادین ہوئین،

نام بیوی	نام اولاد
ہند بنت فاکہہ	×
درہ بنت عدی	محمدؐ، ہندہ

[1] اصابہ جلد ۱ ص ۲۹ [2] بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۳، [3] استیعاب ج ۱ ص ۲۹،
[4] ایضاً

نام اولاد	نام بیوی
جبیر، زید، عائشہ	فاطمہ بنت قیس
.	ام حکم بنت عتبہ
.	بنت ابی ہمدان سہمی
.	برزہ بنت ربعی
حسن، حسین	.

ذریعہ معاش، دربار خلافت سے ۳ ہزار وظیفہ ملتا تھا، اس کے علاوہ وادی القریٰ مین کچھ جائداد تھی، جس کے انتظام کے لئے[1] اکثر جایا کرتے تھے،

فضائل اخلاق، فضائل اکثر صحابہ کرام مین مشترک نظر آتے ہین، لیکن اکابر صحابہ مین منفرد طور پر بعض بعض مخصوص فضائل ایسے ہوتے ہین جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتے ہین، یہی فضائل ان کی خصوصیات شمار کئے جاتے ہین، مثلاً ابن عمرؓ اور ابوذر غفاریؓ کی اکثر صفات مین اشتراک ہے، لیکن عبداللہ بن عمرؓ کا علم وفضل اور ابوذر غفاریؓ کا زہد وتقویٰ، ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتا تھا، اور یہی صفات انکی زندگی کے روشن ابواب کہے جاسکتے ہین، اسی طرح اسامہ بن زیدؓ کی بارگاہ نبوت مین پذیرائی، اور ان کی محبوبیت ان کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا، جو بلا استثناء کسی صحابی کو حاصل نہ تھا،

آنحضرت صلعم نے بارہا اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار فرمایا ہے، اور اسامہؓ کے ساتھ انکا طرز عمل بھی اسکا شاہد ہے، آنحضرت صلعم کو اپنے متعلقین مین حضرت حسنینؓ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی، لیکن اسامہ بن زید وہ شخص ہین جو اس محبت مین بھی برابر کے شریک تھے آنحضرت صلعم

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۵۰،

ایک زانو پر اسامہؓ کو بٹھاتے، اور ایک پر حسن کو، اور دونون کو ملاکر فرماتے کہ خدایا مین ان دونون پر رحم کرتا ہون، اس لئے توبھی رحم فرما[1]، دوسری روایت مین ہے کہ مین ان دونون سے محبت کرتا ہون، اس لئے توبھی محبت فرما[2] حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہین، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسامہؓ مجھ کو سب لوگون مین محبوب تر ہے[3]،

ابھی گذر چکا ہے کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اس کا باپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، اب یہ سب سے عزیز ہے[4]،

ایک مرتبہ اسامہؓ چوکھٹ پر گر پڑے، اور پیشانی پر زخم آگیا، آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کا خون صاف کردو، آپ کو کراہت معلوم ہوئی، تو خود اٹھ کر صاف کرکے لعاب دہن لگایا[5] کبھی کبھی وفورِ محبت مین مزاح بھی فرماتے تھے، ایک مرتبہ اسامہؓ کا شانہ نبوی صلعم مین بیٹھے تھے، حضرت عائشہؓ بھی تشریف فرما تھین، آپ اسامہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے، اور فرمایا کہ اگر یہ بیٹی ہوتے، تو مین ان کو خوب زیور پہناتا اور بناؤ سنگار کرتا تاکہ ان کا چرچا ہوتا، اور ہر جگہ سے پیام آتے[6]،

بارگاہِ نبوت مین اسامہؓ کے رسوخ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب کوئی ایسی سفارش آنحضرت صلعم سے کرنی ہوتی، جسمین ام المومنین حضرت عائشہؓ تک جھجکتین، تو وہ اسامہؓ کے سپرد کی جاتی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، لوگون نے کہا کہ اس کے بارے مین کون شخص آنحضرت صلعم کی خدمت مین سفارش پر آمادہ ہوتا ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۵ [2] بخاری جلد ۲ کتاب المناقب باب مناقب اسامہ بن زیدؓ [3] مستدرک جلد ۳ ص ۵۹۶، [4] بخاری کتاب المغازی باب بعث اسامہ [5] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۴۳ [6] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۴۳،

اسامہؓ کے علاوہ کسی کی ہمت نہ پڑی، انھون نے جاکر آپ سے گفتگو کی، لیکن چونکہ حدود اللہ کا معاملہ تھا، اس لئے آنحضرت صلعم نے نہ سنی، بلکہ ایک حد تک آپ کو ناگوار ہوا، اور فرمایا، اگر بنی اسرائیل مین کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا، تو اسکو چھوڑ دیتے تھے اور اگر معمولی آدمی اسکا مرتکب ہوتا تھا، تو اسکا ہاتھ کاٹتے تھے، خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتی، تو مین اسکا بھی ہاتھ کاٹتا[۱]

اسامہؓ آنحضرت صلعم کے محرم راز اور معتمد علیہ تھے، اور انکی حیثیت اہل بیت مین ممبر خاندان کی تھی، آپ اہم سے اہم اور نازک سے نازک خانگی امور مین بھی ان سے مشورہ لیتے تھے، افک جیسے نازک اور اہم معاملہ مین جسمین منافقین نے ناموس نبوت پر حرف لانا چاہا تھا، اور جسکی صفائی خود زبان وحی والہام نے دی، اسامہؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ شریک مشورہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جب افک والون نے اتہام لگایا، تو آنحضرت صلعم نے علیؓ اور اسامہؓ بن زید سے اپنی اہل خانہ کی علیحدگی کے بارہ مین مشورہ کیا، اور ان سے حالات دریافت کئے[۲]

چونکہ آنحضرت صلعم اسامہؓ کو محبوب رکھتے تھے، اس لئے صحابۂ کرام بھی ان کو بہت مانتے تھے حضرت عمرؓ کا واقعہ اوپر گذرچکا ہے صحابۂ کرام نہ صرف اسامہ بلکہ ان کی اولاد تک کا احترام کرتے تھے، ایک دن ابن عمرؓ نے ایک شخص کو مسجد کے گوشہ مین دامن کشان دیکھا، لوگون سے کہا دیکھو کون شخص ہے، کسی نے کہا ابو عبدالرحمن تم اسکو نہین پہچانتے؟ یہ اسامہؓ کے بیٹے محمدؒ ہین آپ نے یہ سنکر سر جھکالیا، اور زمین کریدکر کہنے لگے کہ اگر آنحضرت صلعم ان کو دیکھتے تو محبوب رکھتے[۳]

۱؎ بخاری ج۱ کتاب المناقب ذکر اسامہؓ وطبقات ابن سعد، ۲؎ بخاری جلد ا کتاب الشہادت وجلد ۲ کتاب الاعتصام باب قولہ تعالیٰ وامرہم شوریٰ بینہم ۳؎ بخاری ج۱ کتاب المناقب ذکر اسامہؓ،

اس غیر معمولی محبت کی وجہ سے قدرۃً کچھ منافق اسامہؓ کے حاسد بھی پیدا ہو گئے تھے، یہ لوگ اسامہ کو ذلیل اور آنحضرت صلعم کے کبیدہ خاطر کرنے کے لئے کہتے کہ اسامہؓ زید کے نطفہ سے نہین ہین، آنحضرت صلعم کو اس سے تکلیف پہونچتی لیکن ان کے خاموش کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا، عربون مین قیافہ شناسی کا ملکہ بہت تھا، قائف کی بات عام طور پر ہم پایہ وحی سمجھی جاتی تھی، اتفاق سے ایک دن مجزز مدلجی جسکو قیافہ شناسی مین خاص مہارت تھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا، اس وقت زیدؓ اور اسامہؓ دونون سر سے پیر تک ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے صرف پاؤن کھلے ہوئے تھے، اس نے دیکھکر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہین، یہ سنکر آنحضرت صلعم کو بہت مسرت ہوئی، آپ حضرت عائشہؓ کے پاس ہنستے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہے، مجزز نے ابھی اسامہ کے پاؤن دیکھکر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہین[1]،

اس واقعہ مین یہ بات لحاظ رکھنے کے قابل ہے، کہ آنحضرت صلعم کو قائف کے کہنے پر محض اس وجہ سے مسرت ہوئی کہ اس سے دشمنون کی زبان بند ہو گئی، ورنہ شانِ نبوت اس سے بہت بلند ہے، کہ وہ کاہنون، منجمون، اور قائفون کی بات کو یقین کرے، آنحضرت صلعم کے پاس جو چیز اچھی اور بیش قیمت ہوتی، اسکو اسامہؓ کو دیدیتے، ذی یزن نے حالتِ شرک مین حکیم بن حزام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت مین ہدیۃً ایک بیش قیمت حلہ پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ مین مشرک کا ہدیہ نہین قبول کرتا، لیکن اب چونکہ تم لا چکے ہو، اس لئے قیمتاً لے لون گا، چنانچہ پچاس دینار مین خرید لیا، اور ایک مرتبہ پہن کر اسامہ کو دیدیا[2]،

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب الفرائض باب القائف، [2] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۴۷،

دحیہ کلبی نے کتان کا کپڑا آنحضرت صلعم کو ہدیہ دیا، آپ نے اسامہؓ کو پہنا دیا، انھون نے اپنی بیوی کو دیدیا، ایک دن آپ نے پوچھا کتان کیون نہین پہنتے، عرض کیا یا رسول اللہ صلعم بیوی کو دیدیا، فرمایا، اچھا اس سے کہدو کہ نیچے سینہ بند پہن لے، ورنہ بدن دکھائی دیگا[1] مختصر یہ کہ آپ اپنے اہل وعیال اور اسامہؓ مین کوئی تفریق نہین کرتے تھے[2]،

فضل وکمال، اس لحاظ سے کہ حضرت اسامہؓ نے آنحضرت صلعم کے دامنِ تربیت مین پرورش پائی تھی، آپ کو سراپا علم ہونا چاہئے تھا لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال یا بروایت آخر زیادہ سے زیادہ بیس سال کی تھی، اس لئے بلوغ کے بعد صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا، تاہم اس مدت مین جو کچھ بھی آپ نے حاصل کرلیا، اسکو کم نہین کہا جاسکتا، اقوال نبوی صلعم کا کافی ذخیرہ ان کے سینہ مین محفوظ تھا کبار صحابہؓ کو جس چیز کا علم نہ ہوتا، اسمین ان کی طرف رجوع کرتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب طاعون کے متعلق کوئی حکم نہ ملا، تو آپ نے اسامہؓ سے دریافت کیا، کہ تم نے آنحضرت صلعم سے طاعون کے بارہ مین کیا سنا ہے، انھون نے بتایا کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ طاعون ایک قسم کا عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر بھیجا گیا تھا، اسلئے جب تم سنو کہ فلان جگہ طاعون پھیلا ہے، تو وہان نہ جاؤ، اور اگر خود تمھارے یہان یہ وبا پھیلے تو وہان سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو[3]،

اسی علم کے باعث آپ کا عمل دوسرون کے لئے نمونہ تھا، حضرت میمونہؓ نے اپنے ایک عزیز کا ازار بہت نیچا دیکھا، تو اس کو ملامت کی، انھون نے کہا مین نے اسامہؓ بن زید کو نیچا ازار پہنے دیکھا ہے، میمونہؓ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، یہ ممکن ہے کہ ان کا پیٹ بھاری تھا

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۴۵، [2] ایضاً، [3] بخاری جلد ۱ ص ۴۹۴

اس لئے اس پر نہ ٹھہرتا رہا ہو، اور نیچے کھسک جاتا ہو[۱]۔

آپ کی ذات سے حدیث کا معتد بہ حصہ اشاعت پذیر ہوا، ان کی مرویات کی تعداد ۱۲۸ ہے، جنمین سے ۱۵ متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ مزید دو دو بخاری اور مسلم مین ہین[۲]، حسن، محمد ابن عباس، ابوہریرہ، کریب، ابوعثمان نہدی، عمرو بن عثمان بن عفان، ابووائل، عامر بن سعد حسن بصری وغیرہم نے آپ سے روایتین کی ہین[۳]۔

اخلاق وعادات | چونکہ اسامہ نے آنحضرت صلعم کے دامنِ تربیت مین پرورش پائی تھی، اس لئے ان پر قدرۃً تعلیمات نبوی کا خاصا اثر پڑا تھا،

خدمتِ رسول صلعم | کاشانۂ نبوی مین کثرت سے آتے جاتے تھے، اور اکثر سفر مین بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوتا تھا، اس لئے خدمتِ نبوی کا زیادہ موقع ملتا تھا، اکثر وضو وغیرہ کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے[۴]،

پابندیِ سنت | سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے، آخر عمر مین جبکہ قویٰ ریاضت جسمانی کے متحمل نہ تھے، اسوقت بھی مسنون روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، ایک مرتبہ غلام نے کہا کہ اب آپ کی عمر ضعف و ناتوانی کی ہے، آپ کیون دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزہ کا التزام کرتے ہین، کہا آنحضرت صلعم ان دنون مین روزہ رکھا کرتے تھے[۵]،

اطاعتِ والدین | والدین کی خوشنودی کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، اور اس مین بڑی قربانی سے دریغ نہین کرتے تھے، محمد بن سیرین روایت کرتے ہین، کہ حضرت عثمان کے

---

[۱] ابن سعد جزو ۴ قسم ا ص ۴۹ [۲] تہذیب الکمال ص ۲۶، [۳] تہذیب التہذیب ج ا ص ۲۰۸ [۴] بخاری ج ا کتاب الوضوء باب الرجل یوضی صاحبہ، [۵] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۰،

عہدِ خلافت مین کھجور کے درختون کی قیمت ایکہزار تک پہونچ گئی تھی، اس زمانہ مین اسامہ رض نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کرکے اس کا مغز نکالا، لوگون نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو، آجکل درختون کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے، اور تم اس کو ضایع کرتے ہو، کہا میری ماں نے فرمایش کی تھی، اور وہ جس چیز کی فرمایش کرتی ہین، اگر اسکا حصول میرے امکان مین ہوتا ہے، تو اس کو مین ضرور پوری کرتا ہون[1]،

حضرت عمرو بن العاص رض

نام و نسب: عمرو نام، ابو عبد اللہ اور ابو محمد کنیت، والد کا نام عاص اور والدہ کا نابغہ تھا، جدی سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سلہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی، بن غالب قرشی سہمی، تا ہنالی نسب یہ ہے، نابغہ بنت حرملہ بن حارث بن کلثوم بن جوشن بن عمرو بن عبد اللہ بن خزیمہ بن عنزہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار،

قبل از اسلام: عمرو بن العاص رض کا خاندان "بنو سہم" زمانۂ جاہلیت سے بہت معزز چلا آتا تھا، فصل مقدمات کا عہدہ اسی خاندان مین تھا، عمرو بن العاص جب تک اسلام نہین لائے، اسلام کی دشمنی اور مسلمانون کی ایذا رسانی مین یہ بھی سب سے پیش پیش تھے، چنانچہ مسلمانون کا پہلا قافلہ جب ہجرت کرکے حبشہ گیا، تو قریش کا جو وفد ان لوگون کو حبشہ سے نکلوانے کے لئے نجاشی کے پاس گیا تھا، اس کے سب سے سرگرم رکن عمرو بن العاص ہی تھے، حبشہ پہونچ کر مسلمانون کے اخراج مین ہر قسم کی کوششین کین، پہلے بطریقون سے مل کر ان کو مسلمانون کے خلاف ابھارا، کہ یہ لوگ بھی مسلمانون کے نکالنے مین وفد قریش کی ہمنوائی کرین،

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۴۹.

اس کے بعد شاہ حبش کی خدمت مین ہدایا وغیرہ پیش کر کے ساری امکانی کوششین صرف کین کہ وہ کسی طرح مسلمانون کو پناہ نہ دے، لیکن ان کی تمام مساعی ناکام رہین،[1]

غزوۂ خندق مین جسمین سارا عرب مسلمانون کے خلاف اُمنڈ آیا تھا، عمرو بن العاص مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانون کی بیخ کنی مین پورا زور صرف کر رہے تھے[2]

اسلام کی طرف میلان | عمرو بن العاصؓ اگرچہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے سخت ترین دشمن تھے، لیکن غزوۂ خندق کے بعد سے وہ اسلام سے متاثر ہونے لگے، اور وہ دنیا اور اسکے انجام اور اسلام کی تعلیمات پر غور کیا کرتے تھے، وہ خود کہتے ہین کہ مین اسلام پر غور کیا کرتا تھا، اس غور وفکر سے اسلام کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہونے لگی، اور اس سے مرا دل متاثر ہونے لگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مین جو مسلمانون کی مخالفت مین پیش پیش رہتا تھا، رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کی، قریش نے اسکو محسوس کیا، اور اس کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا، اس نے مجھ سے بحث کرنا شروع کی، مین نے اس سے کہا بتاؤ ہم حق پر ہین، یا فارس روم والے، اس نے کہا ہم ہین، پھر مین نے پوچھا کہ انکو عیش وتنعم میسر ہے، یا ہمکو، اس نے کہا ان کو، مین نے کہا کہ اگر اس عالم کے بعد دوسرا عالم نہین ہے، تو ہماری حق پرستی کس کام آئے گی، جب کہ ہم دنیا مین بھی باطل پرستون کے مقابلہ مین تنگ حال رہے، اور دوسرے عالم مین بھی بدلہ کی کوئی امید نہین ہے، اس لئے محمد (صلعم) کی یہ تعلیم کہ مرنے کے بعد ایک دوسرا عالم ہوگا، جہان ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی، کس قدر صحیح اور دلنشین ہے[3]، غزوہ خندق کے بعد ان کو آنحضرت صلعم کی کامیابی کا پورا یقین ہو گیا تھا، اور یہی یقین ان کے اسلام کا ذریعہ بنا، اسکی تفصیل

۱؎ تفصیل کے لئے دیکھو مقدمہ سیر المہاجرین ۲؎ ابن سعد مغازی غزوہ خندق ۳؎ اصابہ ج ۵ ص ۲،

مسند احمد بن حنبل مین خود ان کی زبانی مذکور ہے،

اسلام، بیان کرتے ہین کہ جب ہم لوگ غزوہ احزاب سے واپس ہوئے تو مین نے قریش کے ان اشخاص کو جو مجھے مانتے تھے اور میری بات سنتے تھے جمع کر کے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ یقین جان لو کہ محمد (صلعم) کی بات تمام باتون پر سربلند ہوگی، اسمین کسی انکار کی گنجایش نہین، میری ایک راے ہے تم اسکو کیسی سمجھتے ہو، لوگون نے پوچھا کیا راے، انھون نے کہا میری راے ہے کہ ہملوگ نجاشی کے پاس چل کر قیام کرین، اگر محمد (صلعم) ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہملوگ نجاشی کے پاس ٹھہر جائین گے، کیونکہ نجاشی کی ماتحتی مین رہنا محمد کی ماتحتی سے کہین زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم محمد (صلعم) پر غالب ہوئی تو ہم ممتاز لوگ ہین ہمارے ساتھ اسکا طرز عمل بہتر ہی ہوگا، اس راے پر سب نے اتفاق کیا، مین نے کہا پھر کوئی چیز مہیا کرو جو اسکو تحفہ مین دیجا سکے، نجاشی کے لئے ہمارے یہان کا سب سے بہتر تحفہ چمڑا تھا چنانچہ بہت سا چمڑا لے کر ہملوگ حبشہ پہونچے اور ابھی نجاشی کے پاس تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری آئے، انکو رسول اللہ صلعم نے جعفر اور ان کے ساتھیون کی کسی ضرورت سے نجاشی کے پاس بھیجا تھا، جب وہ آکر چلے گئے، تو مین نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ ہم نجاشی کے پاس چل کر اس سے عمرو بن امیہ ضمری کو مانگین، اگر وہ دیدے تو اسکی گردن ماردین تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے محمد (صلعم) کے سفیر کا سر قلم کر کے ان کا بدلہ لے لیا، یہ کہکر مین نجاشی کے دربار مین گیا اور حسب معمول سجدہ کیا اس نے خوش آمدید کہکر پوچھا میرے لئے اپنے ملک کا کوئی تحفہ لائے؟ مین نے عرض کیا حضور بہت سا چمڑہ تحفہ مین لایا ہون، اور جو چمڑہ لے گیا تھا، اسکو پیش کر دیا، اس نے بہت پسند کیا، پھر مین نے عرض کی عالیجاہا، ابھی مین نے ایک آدمی کو حضور کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے، یہ ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا ہے، حضور قتل کرنے کے لئے اسکو ہمارے حوالہ کر دین، اس نے

ہمارے بہت سے شرفا اور معززین کو تکلیفین پہونچائی ہین، نجاشی یہ درخواست سنکر بہت غضبناک ہوا، اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس زور سے اپنی ناک پر مارا کہ مین سمجھا ٹوٹ جائے گی، اس کی اس حرکت سے مین اس قدر نادم و شرمسار ہوا کہ اگر زمین شق ہوتی تو مین اسمین سما جاتا، پھر مین نے عرض کی، شاہا! اگر مین سمجھتا کہ حضور کو یہ درخواست ناگوار ہوگی تو مین کبھی نہ کرتا، وہ بولا تم چاہتے ہو کہ مین ایسے شخص کا قاصد جس کے پاس وہ ناموس اکبر آتا ہے، جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا قتل کے لئے تمہارے حوالہ کر دون، مین نے عرض کی، عالیجاہا! کیا واقعی وہ ایسا ہے، وہ بولا عمرو! تمھاری حالت قابلِ افسوس ہے، میرا کہنا مانو اور اسکی پیروی کرلو، خدا کی قسم وہ حق پر ہے، وہ اپنے تمام مخالفون پر غالب آئیگا، جس طرح موسیٰ فرعون اور اس کے لشکر پر غالب ہوئے تھے، مین نے کہا پھر اس کی طرف سے آپ مجھ سے اسلام کی بعیت لے لیجئے، چنانچہ اس نے ہاتھ پھیلایا، اور مین نے اسلام کی بعیت کی، یہان جب مین ساتھیون کے پاس لوٹ کر گیا تو میرے تمام خیالات پلٹ چکے تھے، لیکن مین نے انکو اسپنے ساتھیون پر ظاہر نہین کیا، اور رسول اللہ صلعم کے پاس اسلام لانے کے قصد سے نکلا راستہ مین خالد بن ولید مکہ سے آتے ہوے ملے، یہ فتح مکہ کے پہلے کا واقعہ ہے، مین نے کہا ابا سلیمان کہان کا قصد ہے، وہ بولے خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، خدا کی قسم یہ شخص یقیناً نبی ہے، جلد اسلام قبول کرین، آخر کب تک، مین نے کہا خدا کی قسم مین بھی اسی قصد سے چلا ہون، چنانچہ ہم دونون رسول اللہ صلعم کے پاس گئے، پہلے خالد بن ولید نے بعیت کی، پھر مین نے قریب ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم مین بعیت کرونگا، لیکن آپ میرے اگلے اور پچھلے گناہون کو معاف کر دیجئے، آپ نے فرمایا، عمرو! بیعت کرلو کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہون کو منقطع کر دیتا ہی، اور ہجرت بھی اپنے

اپنے ماقبل کے گناہون کو منقطع کر دیتی ہے، چنانچہ مین نے بیعت کی، اور بیعت کر کے لوٹ گیا،[1]

ہجرت، قبولِ اسلام کے بعد مکہ لوٹ گئے، پھر کچھ ہی دنون کے بعد ہجرت کر کے، مدینہ چلے آئے،

غزوات وسرایا حضرت عمرو بن العاصؓ جس طرف رہے، انتہا پسند رہے، اسلام کے قبل اسکی بیخ کنی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا، اور اسلام کے بعد کفر و شرک کے استیصال مین اسی شد و مد و بے جگری سے کمربستہ ہوگئے، گذشتہ مخالفتون کو یاد کر کے پشیمان ہوتے تھے، چنانچہ کہا کرتے تھے، جب مین حالتِ کفر مین تھا، تو آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا دشمن تھا، اگر اسی حالت مین مرجاتا تو میرے لئے دوزخ کے علاوہ کوئی ٹھکانا نہ تھا، اور جب بیعت کر کے حلقہ بگوشِ اسلام ہوا تو کبھی آنحضرت صلعم سے آنکھین نہ چار کر سکا،[2]

ان کے مشرف بہ اسلام ہونیکے بعد متعدد غزوات ہوئے، لیکن ان مین ان کی شرکت و عدم شرکت کی کوئی تصریح نہین ملتی، البتہ مختلف سرایا ان کی سرکردگی مین بھیجے گئے،

سریہ ذات السلاسل فتحِ مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے عرب کے مختلف حصون مین دعوتِ اسلام کے لئے دستے روانہ فرمائے تھے، اسی سلسلہ کا ایک سریہ ذات السلاسل بھی ہے، ابن سعد نے اس سریہ کو سرے سے مدافعانہ لکھا ہے، چنانچہ ان کی روایت کے مطابق صورتِ واقعہ یہ ہے، کہ بنو قضاعہ کے کچھ اشخاص نے ایک جماعت فراہم کر کے مسلمانون پر حملہ کا ارادہ کیا، آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاصؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کی جمعیت کیساتھ روانہ کیا،[3] لیکن صحیح یہ ہے کہ پہلے یہ سریہ مدافعت کی غرض سے نہین بھیجا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد اشاعتِ اسلام تھا، علامہ ابن اثیر نے تصریح کر دی ہے، کہ آنحضرت صلعم

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۹۸، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۹، [3] ابن سعد حصہ مغازی، ص ۹۵،

نے عمرو بن العاصؓ کو قبیلہ بلی اور عذری کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا تھا، تاکہ وہ اعراب کو اسلام کی طرف راغب کریں[1]، لیکن جب قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہین، تو انھون نے آنحضرت صلعم سے امداد طلب کی، آپ نے دو سو آدمیون کی ایک جمعیت ابو عبیدہؓ کے ساتھ روانہ کی، جسمین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی شامل تھے، اور تاکید فرمادی کہ کسی بارہ مین باہم اختلاف نہ کرنا، ابو عبیدہؓ، امدادی دستہ لے کر پہونچے، تو ان مین اور عمرو بن العاصؓ مین امامت کے بارہ مین اختلاف ہو گیا، عمرو بن العاصؓ کہتے تھے کہ امامت میرا حق ہے، کیونکہ مین فوج کا امیر ہون، اور تم میری امداد کے لئے آئے ہو، اس لئے میرے ماتحت ہو، ابو عبیدہؓ نے آنحضرت صلعم کی ہدایت کے مطابق اختلاف سے گریز کیا، اور ان کی امامت قبول کر لی، اس کے بعد دونون بلی، عذری اور بلقین کی آبادیون کو پامال کرتے ہوئے اس کے آخری حدود تک بڑھتے چلے گئے، راستہ مین صرف ایک جماعت سے مقابلہ ہوا، مگر وہ بھی ہزیمت کھا کر بھاگی[2]،

سریۂ سواع، فتح مکہ کے بعد جب کہ عرب کے اکثر قبائل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے بعض ایسے قبائل باقی رہ گئے تھے جو صنمیون کے اعتقاد کی بنا پر بتکدون کو ڈھاتے ہوئے ڈرتے تھے، اس لئے آنحضرت صلعم نے چند دستے صرف ان کے گرانے کے لئے بھیجے، تاکہ عرب کے دلون سے ان کا خوف دہراس اور ان کی عظمت جاتی رہے، سواع بنو ہذیل کا صنم کدہ تھا، آنحضرت صلعم نے عمرو بن العاصؓ کو اس کے ڈھانے پر متعین کیا، جب یہ وہان پہونچے، تو اس کے مجاور نے پوچھا کس نیت سے آئے ہو؟ عمرو بن العاصؓ نے کہا اسکو ڈھانے کے لئے، اس جواب پر اس نے کسی قسم کی مدافعت کرنے کے بجائے جواب دیا کہ تم اسکو نہ گرا سکو گے، وہ خود اپنی حفاظت کرے گا، انھون نے کہا تم اب تک اسی وہم اور باطل پرستی مین مبتلا ہو، جسمین سننے اور دیکھنے تک کی طاقت نہین،

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۶، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۵

وہ روک کیا سکتا ہے یہ کہا اور اسکو مسمار کر کے مجاور سے بولے، اسکی طاقت دیکھ لی، وہ یہ واقعہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھکر مشرف باسلام ہو گیا،[1]

سفارت فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلعم نے آس پاس کے حکمرانوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، تو عمرو بن العاصؓ کو عبید و جیفر عمان کے حاکموں کے پاس خط لیجانے کی خدمت سپرد ہوئی، اسی خط پر دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے، اور عمرو بن العاصؓ تا حیات نبوی وہین مقیم رہے،[2] آنحضرت صلعم نے آپ کو یہان کا عامل بھی مقرر کیا تھا،[3]

فتنۂ ارتداد جس وقت ارتداد اور مدعیانِ نبوت کا فتنہ اٹھا، اس وقت عمرو بن العاصؓ عمان مین تھے، حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم کی وفات اور موجودہ حالات کی اطلاع دیکر ان فتنوں کے دبانے کے لئے بلا بھیجا، چنانچہ یہ بحرین ہوتے ہوئے چلے، راستہ مین قبیلہ بنی عامر مین قرہ بن ہبیرہ کے یہان مہمان ہوئے، اس نے بڑی خاطر و مدارات کی، چلتے وقت تنہائی مین لیجا کر کہا کہ اگر عربون سے زکوٰۃ لی گئی، تو وہ کسی کی امارت نہ قبول کرین گے، ہان اگر زکوٰۃ کا طریقہ بند کر دیا گیا، تو البتہ مطیع و فرمان بردار رہین گے، اس لئے زکوٰۃ کا قانون اٹھا دینا چاہیے، انھون نے کہا قرہ! کیا تم کافر ہو گئے ہو، مجھکو عربون سے ڈراتے ہو، خدا کی قسم مین ایسے لوگون کو گھوڑے کی ٹاپ سے مسل ڈالون گا، یہ شخص بعد مین جب مانعین زکوٰۃ کے سلسلہ مین گرفتار ہوا تو عمرو بن العاصؓ کی شہادت پر چھوڑ دیا گیا،[4] مدینہ پہونچ کر بنو قضاعہ کے مرتدین کی سرکوبی ان کے سپرد ہوئی، اور انھون نے اپنے حسنِ تدبیر سے اس کو دوبارہ اسلام پر قایم کیا، اور اس مہم کو سر کرنے کے بعد پھر عمان لوٹ گئے،

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۵، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۸۳،

[3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۷، [4] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۸

فتوحات شام، فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عراق و شام کی طرف توجہ کی، اور ۱۳ھ میں شام کے مختلف حصون میں علیحدہ علیحدہ فوجین روانہ کین، عمرو بن العاصؓ اس وقت عمان مین تھے، انکو لکھ بھیجا کہ تم کو آنحضرت صلعم نے عمان کا والی مقرر کیا تھا، اس لئے مین نے تمکو دوبارہ واپس کر دیا تھا، لیکن اب مین تم کو ایسے کام مین لگانا چاہتا ہون، جو تمھاری دنیا اور آخرت دونون کے لئے مفید ہے، انھون نے جواب دیا، کہ مین خدا کا ایک تیر ہون اور آپ اس کے بعد اسکے تیر انداز ہین، اس لئے آپ کو اختیار ہے، جدھر چاہئے، پھینکئے[1] چنانچہ عمان سے واپس بلا کر فلسطین کی مہم پر مامور کیا،

اجنادین، ہرقل کو جب خبر ہوئی کہ اسلامی فوجین شام کے چارون طرف منڈلا رہی ہین، تو اس نے ان سب کے مقابلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ فوجین روانہ کین، تاکہ اسلامی فوجین باہم ملنے نہ پائین، رومیون کے مشہور سپہ سالار تذارق اور قبقلار تھے، ان دونون نے اجنادین مین اپنی فوجین اتارین، اجنادین فلسطین مین تھا اور عمرو بن العاصؓ یہان مامور تھے، یہ اس وقت عربات مین تھے چنانچہ اجنادین کی طرف بڑھے، خالدؓ اور ابو عبیدہؓ بھی بصریٰ کی مہم سر کر کے انکی مدد کو روانہ ہوئے اور اجنادین مین یہ تینون مل گئے، رومی سپہ سالار نے ایک عرب کو سراغ رسائی کے لئے بھیجا، وہ دیکھ بھال کر جب واپس گیا، سپہ سالار نے پوچھا کیا خبر لائے، اس نے کہا یہ لوگ رات کو عابد شب زندہ دار اور دن کو میدان جنگ کے شہسوار ہین، اگر ان کا شہزادہ بھی کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس پر شرعی حد جاری کرتے ہین، اس نے کہا اگر واقعی ان مین یہ صفات ہین، تو زمین مین دفن ہو جانا، ان کے مقابلہ سے زیادہ بہتر ہے، غرض جمادی الثانی ۱۳ھ مین دونون کا مقابلہ ہوا، رومی سپہ سالار مارا گیا، اور رومیون نے سخت ہزیمت اٹھائی[2]

---

[1] طبری ج ۴ ص ۸۲ ۰ [2] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۲۰

اجنادین کے معرکہ کے بعد عمرو بن العاص رضؓ بھی خالد اور ابو عبیدہ رضؓ کے ساتھ ہو گئے، اور ایک حصہ فوج کے سردار تھے،

دمشق، اجنادین کے بعد اسلامی لشکر دمشق کی طرف بڑھا کہ یہ شام کا صدر مقام تھا، مسلمانون نے اس کا بڑے اہتمام سے محاصرہ کیا، شہر پناہ کے تمام صدر دروازون پر الگ الگ افسر متعین کئے، چنانچہ عمرو بن العاص رضؓ باب توما پر مامور تھے[1] عرصہ تک محاصرہ قائم رہا، اور آخر مین خالد بن ولید رضؓ کی خوش تدبیری سے فتح ہوا،

فحل، دمشق کی فتح کے بعد فحل کا رخ کیا، لیکن رومی پہلے سے دریا کا بند توڑ کر بیسان چلے گئے تھے، اور دونون کے درمیان دنیا کے آب روان تھی، اس لئے مسلمانون نے یہین فوجین ٹھہرا دین، اس معرکہ مین عمرو بن العاص رضؓ فوج کے ایک حصہ کے افسر تھے[2] مسلمان یہان مقیم تھے کہ ایک دن اچانک اسی ہزار رومیون نے عقب سے حملہ کر دیا، اور ایک شبانہ روز سخت کشت و خون کے بعد بالآخر شکست کھائی، اور جدھر راستہ ملا بھاگے، مگر مسلمانون نے تعاقب کر کر کے جہان تک مل سکے خوب کاٹا، اس سے فارغ ہو کر بیسان کی طرف ایک دن رومیون نے قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا مگر سب کے سب مارے گئے، باقی ماندہ آبادی نے صلح کر لی[3]

یرموک، ان مسلسل اور پیہم شکستون سے سارے روم مین کہرام مچ گیا، اور انھون نے قیصر سے فریاد کی، کہ مسلمانون نے سارا شام ویران و تباہ کر ڈالا، وہ بھی ان کی تاخت و تاراج سے بہت تنگ آچکا تھا، اس لئے سارے ممالک محروسہ مین فرمان جاری کر دیا، کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہو جائین، اور جہان تک آدمی مل سکین بھرتی کئے جائین، چنانچہ دو لاکھ انسانون

[1] فتوح البلدان ص ۱۲۷، [2] طبری ص ۲۱۵۶

[3] ایضاً ص ۲۱۵۶،

کادل اس حکم پر امنڈ آیا[1]، عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ ہم سب کو ایک مرکز پر جمع ہو کر متحدہ قوت سے مقابلہ کرنا چاہئے، اور دربارِ خلافت سے بھی اسی مشورہ کی تائید ہوئی، چنانچہ اسلامی فوجین ہر چہار طرف سے سمٹ کر یرموک مین جمع ہوئین، چونکہ اس معرکہ مین سارا شام اُمنڈ آیا تھا، اور مسلمانون کی تعداد ان کے چوتھائی حصہ سے بھی کم تھی اس لئے خالدؓ نے غیر معمولی توجہ سے کام لیا، اور جدید طرز پر فوج کو چھبیس حصون پر تقسیم کیا، میمنہ کے بھی کئی ٹکڑے کر کے اس پر عمرو بن العاصؓ اور شرحبیل بن حسنہ کو مقرر کیا[2]، اور دونون فوجین پوری تیاری کے ساتھ میدان مین اتریں، عرصہ تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور متعدد ہولناک لڑائیان ہوئین، عمرو بن العاصؓ بڑے جوش و خروش سے لڑتے تھے، اور اپنی پر جوش تقریرون سے آگ لگا دیتے تھے، ابتدا مین مسلمانون کے پیر اکھڑ گئے تھے، بلکہ بہتیرے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے، لیکن پھر سنبھل کر اس زور کا آخری حملہ کیا، کہ رومی پوری کوشش کے باوجود نہ ٹھہر سکے اور یہ میدان بھی مسلمانون کے ہاتھ رہا،

بقیہ فلسطین فلسطین کا کچھ حصہ عمرو بن العاصؓ دمشق کے قبل لے چکے تھے، لیکن درمیان مین دمشق، فحل، یرموک وغیرہ کی مہمون مین شریک ہو گئے، اس لئے پہلی مہم ناتمام رہ گئی تھی، یرموک، وغیرہ کے بعد پھر ادھر متوجہ ہوئے، چنانچہ غزہ، سبطین، نابلس، لد، یبنیٰ، بیت، جبیرین، اور عمواس، وغیرہ نہایت آسانی سے فتح کر کے یہ سلسلہ مکمل کر دیا[3]،

بیت المقدس لیکن ابھی فلسطین کا سب سے بڑا شہر ایلیا (بیت المقدس) باقی تھا، اس لئے چھوٹے چھوٹے مقامات لینے کے بعد پہلے ارطبون[4] کو خط لکھا، اس نے جواب دیا، کہ عمرو بن العاصؓ اجنادین کے علاوہ اب فلسطین کا ایک چپہ زمین بھی نہین لے سکتے ہین[5]

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۱ [2] طبری ص ۲۰۹۳ [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۰ [4] رومی سپہ سالار [5] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۹،

اس اطلاع کے بعد انھون نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا، حضرت ابو عبیدہ رضؓ بھی قنسرین کی مہم سر کرکے پہونچ گئے[1]، لیکن ایلیا والون نے بلا مزاحمت کے اس شرط پر شہر حوالہ کردینے کا وعدہ کیا کہ خود امیر المومنین رضؓ آکر اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھین، چنانچہ انکی خواہش کے مطابق حضرت عمر رضؓ نے صلحنامہ لکھکر حوالہ کردیا، اور شام کا یہ متبرک شہر جسکو انبیاء و رسل علیہم السلام کے آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل تھا، مسلمانون کے قبضہ مین آگیا، اور شام پر مکمل قبضہ ہوگیا،

طاعون عمواس اسی سال شام، عراق اور مصر مین سخت طاعون پھیلا ہزارون جانین ضائع ہوگئین، عمرو بن العاص رضؓ نے مشورہ دیا، کہ یہان وبا کا زور ہے، اس لئے فوجین ہٹاکر کسی محفوظ مقام پر بھیجدینی چاہئین لیکن اسلامی فوج کے امیر حضرت ابو عبیدہ رضؓ بہت متوکل تھے، انھون نے کہا یہ خدا کی رحمت ہے، اس مین بڑے بڑے صلحا مرے ہین اس سے فرار کے کیا معنی، چنانچہ یہ مذہبی جذبہ کے اثر سے نہ ہٹے، حتی کہ خود بھی اسی مین مبتلا ہوگئے آخر وقت مین انھون نے عمرو بن العاص رضؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور خود اسی رحمت کے دامن مین آگئے، عمرو بن العاص رضؓ نے پیشقدمی روک کر طاعون زدہ مقامات سے فوجین ہٹالین،

فتوحات مصر شام کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی عمرو بن العاص رضؓ کے بلند حوصلے پورے نہ ہوے، کیونکہ شام کی فتوحات مین خالدؓ اور ابو عبیدہ رضؓ کی قوتون کو زیادہ دخل تھا، اسلئے ان کو ایسے میدان کی تلاش ہوئی، جہان تنہا اپنی تلوار کے جوہر دکھائین، اور چونکہ شام کے قریب مصر بہت زیادہ زرخیز اور شاداب مقام تھا اور عمرو بن العاص رضؓ زمانۂ جاہلیت سے اسکی شادابی سے واقف تھے[2]، اس لئے حضرت عمر رضؓ سے پیشقدمی کی اجازت چاہی لیکن

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۵ [2] کیونکہ یہ تجارت کے سلسلہ مین مصر آیا جایا کرتے تھے

حضرت عمرؓ کو اجازت دینے مین دو وجہون سے پس وپیش ہوا، اول یہ کہ شام کی مہم سر کرنے کے بعد ابھی اسلامی فوجون نے دم نہ لیا تھا، دوسرے مقوقس شاہِ مصر کی قوت کا تھوڑی فوج سے مقابلہ کرنا دشوار تھا، لیکن اخیر مین عمرو بن العاصؓ کے اصرار اور حوصلہ مندی سے مجبور ہو کر اجازت دیدی اور انکے جانے کے بعد زبیر بن عوامؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ امداد کے لئے روانہ کر دیا، عمرو بن العاصؓ نے شام سے نکل کر پہلا مقام باب الیون مین کیا،

باب الیون عمرو بن العاصؓ کے پہونچنے کے قبل آپ کی آمد کی اطلاع پاکر باب الیون مین مصری فوجین لئے ہوئے پڑے تھے، ابو مریم مصر کا اسقف انکی قیادت کر رہا تھا، عمرو بن العاصؓ کے پہونچنے کیساتھ خفیف سی جھڑپ ہوئی، مگر عمرو بن العاصؓ نے لڑائی روک دی، اور ابو مریم سے تخلیہ مین گفتگو کی خواہش کی، چنانچہ وہ دونون آئے، انھون نے اسلام پیش کیا، اور آنحضرت صلعم کی وصیت سنائی[1]، اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت مین جزیہ کی شرط کی، یہ دونون چند دن کی مہلت لیکر مقوقس کے پاس بغرض استصواب گئے، لیکن ارطبون سپہ سالارِ مصر نے انکار کر دیا، اور اہلِ مصر کو اطمینان دلایا کہ تم لوگ مطمئن رہو، مین مسلمانون کو ہٹا دون گا، عمرو بن العاصؓ کئی دن تک جواب کا انتظار کیا کئے، بالآخر ارطبون مقابلہ کو نکلا، مگر فاش شکست کھائی[2]،

عرلیش حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو اجازت تو دیدی تھی، مگر دل مطمئن نہ تھا، اس لئے وہ عرلیش تک پہونچے تھے کہ فرمانِ خلافت پہونچا کہ اگر مصر کے حدود مین نہ داخل

---

[1] حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم کی بیوی مصری تھین، اس تعلق سے آپنے مسلمانون کو نصیحت فرمائی تھی کہ مصر والون کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، [2] طبری ص ۲۵۸۰ تا ۲۵۸۲ طبری کے بیان کے مطابق ارطبون بھی اسمین مارا گیا لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ آیندہ متعدد معرکون مین وہ شریک رہا،

ہوئے ہو تو واپس آؤ اور پہونچ چکے ہو تو خیر پیشقدمی جاری رکھو، لیکن یہ خط چونکہ عریش[1] مین ملا، اس لئے واپس نہ ہوئے، اور عریش لینے کے بعد فرما کی طرف بڑھے، کیونکہ اسکو جالینوس کا مدفن ہونے کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل تھی، یہان کے لوگ مقابلہ کے لئے پوری طور پر تیار تھے، اس لئے جب اسلامی فوج پہونچی، تو ان لوگون نے نکل کر مقابلہ کیا، مگر آخر مین شکست کھائی[2]،

عین شمس یا فسطاط، فرما کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاص رضؓ بلبیس اور ام دنین وغیرہ فتح کرتے ہوئے، عین شمس پہونچے، عین شمس، زمانۂ قدیم مین بڑا عظیم الشان اور گنجان شہر تھا، یہان ایک ہیکل تھا جس کی تیرتھ کو ہزارون آدمی آتے تھے لیکن جس زمانہ مین مسلمانون کا حملہ ہوا، اس وقت تباہ ہو چکا تھا، بعد مین یہی مقام آباد ہو کر فسطاط کے نام سے مشہور ہوا[3]، عمرو بن العاص رضؓ کے حملہ کے وقت اگرچہ یہان کوئی آبادی نہ تھی، بلکہ چراگاہین تھین، تاہم قصر شمع یہان ایک قلعہ تھا جہان مقوقس کی فوج رہتی تھی، اور مصر کی تسخیر کے لئے اس کا لینا ضروری تھا، اس لئے بڑے اہتمام سے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اسی دوران مین زبیر بن عوام رضؓ بھی دس ہزار کی جمعیت لے کر پہونچ گئے[4]، اور دونون نے دو سمتون سے حملے شروع کر دیئے[5]، لیکن قلعہ اس قدر مستحکم تھا کہ مہینون لگ گئے، آخر مین حضرت زبیر رضؓ بن عوام رضؓ تنگ آکر ننگی تلوار ہاتھ مین لی، اور قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، آپ کو دیکھکر بہت سے جان نثار سیڑھی لگا کر پہونچ گئے، اور سب لوگون نے اس زور سے تکبیر کا نعرہ لگایا کہ قلعہ والے بدحواس ہو گئے، اور سمجھے کہ مسلمان قلعہ مین آگئے، اس لئے انھون نے خود اس کے دروازے کھول دیئے[6]، اب ان کے لئے سوائے مصالحت کے کوئی چارہ کار نہ تھا، اس لئے صلح کی

---

[1] عریش شام کا مصر کا سرحد پر حکومت مصر کا ایک قریہ تھا، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰، [3] مقریزی جلد ۱ ص ۳۰۰، [4] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰ [5] ایضاً [6] دروازہ کھولنے کا واقعہ طبری کا مین ہے،

درخواست پیش کی مسلمانون نے منظور کرلی، اور اتنی رعایت کی، کہ فاتحانہ داخلہ کے باوجود شرائط بہت نرم رکھے، یہی مقام بعد مین آباد ہوکر فسطاط کے نام سے موسوم ہوا،

فتح اسکندریہ، عین شمس کی فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اجازت مانگی، وہان سے اجازت ملنے کے بعد خارجہؓ بن حذافہ کو مفتوحہ مقامات کا حاکم مقرر کرکے اسکندریہ روانہ ہوگئے، رومیون اور قبطیون کو پہلے سے اطلاع ہوچکی تھی، اس لئے اُنھون نے آگے بڑھکر روکنا چاہا کہ مسلمان اسکندریہ نہ پہونچنے پائین، چنانچہ اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان مقام کریون مین دونون کا سخت مقابلہ ہوا، اور رومی شکست کھاکر بھاگ گئے، اور عمرو بن العاصؓ بڑھتے ہوے، اسکندریہ پہونچے، اسکندریہ کے باشندے مقابلہ کے لئے ہمہ تن تیار تھے، مگر چونکہ مقوقس خود صلح کا خواہشمند تھا، اس لئے اُس نے مفاہمت کی درخواست کی، لیکن عمرو بن العاصؓ نے انکار کردیا، اب مقوقس کے لئے سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہ رومیون کی خواہش کے مطابق جنگ کے لئے آمادہ ہوجائے، چنانچہ قلعہ کی دیوارون پر فوجون کی صف بندی کی، اور مسلمانون کو مرعوب کرنے کے لئے عورتون کو بھی شامل کرلیا، اور اُن کے چہرے شہر کی طرف کردیئے تاکہ مسلمان پہچان نہ سکین، عمرو بن العاصؓ نے کہلا بھیجا کہ ہم یہ اہتمام سمجھتے ہین، لیکن یاد رکھو، ہم نے فوج کی کثرت کے بل پر میدان نہین سر کیے ہین تمھارے بادشاہ ہرقل کا جو زور و قوت مین تم سے کہین بڑھکر ہے، کیا انجام ہوا، مقوقس نے جو ہر موقعہ پر صلح کا پہلو ڈھونڈھتا تھا، اسکندریہ والون سے مخاطب ہوکر کہا کہ واقعی ہمارے شہنشاہ ہرقل کو ان لوگون نے اُس کے

لے فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۷ و ۲۲۸،

دار السلطنت سے بھگا کر قسطنطنیہ پہونچا دیا، تو ہم لوگ کس شمار مین ہین، اس کے جواب مین اسکندریہ والون نے اسکو بہت برا بھلا کہا اور لڑائی کی تیاریان ہونے لگین[1] مقوقس ابتدا سے اس جنگ کا مخالف تھا، مگر محض ہرقل کے خوف سے جس کا وہ باج گذار تھا علی الاعلان لڑائی سے کنارہ کش نہین ہو سکتا تھا، لیکن در پردہ وہ برابر مسلمانون سے صلح کی کوشش کرتا رہا، اسکی اطلاع جب ہرقل کو ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا، اور اسی وقت اسکندریہ فوجین روانہ کر دی تھین، لیکن مقوقس نے عمرو بن العاصؓ سے پہلے ہی خفیہ معاہدہ کر لیا تھا، کہ یہ جنگ ہماری مرضی کے خلاف ہو رہی ہے، اور ہم بدرجہ مجبوری اسمین شریک ہین، اس لئے قبطیون اور رومیون مین امتیاز رکھنا اور قبطیون کے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جس کے رومی مستحق ہین، اس معاہدے کے بعد قبطی ہر طرح سے مسلمانون کے مددگار رہے، اور ان کے لئے راستہ صاف کرتے اور گذرگاہون کے پلون کی مرمت کرتے تھے[2]۔

غرض اسکندریہ والون کی تیاری کے بعد مسلمانون نے بھی تیاریان شروع کین اور اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن قلعے اس قدر مضبوط اور مستحکم تھے، کہ دو مہینہ تک کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان مین صرف ایک واقعہ قابل ذکر پیش آیا، ایک دن قلعے کے آڑ سے کچھ سوار برآمد ہوئے اور مسلمانون سے ڈبھیڑ ہو گئی جسمین بارہ مسلمان شہید ہوئے رومیون کے لئے اس حیثیت سے یہ معرکہ بہت اہم تھا کہ اسکندریہ مین ان کا سب سے بڑا کنیسہ تھا، اس کے نکل جانے کے بعد انکی مرکزیت بالکل فنا ہوئی جاتی تھی، اس لئے خود قیصر روم نے جنگ مین شرکت کی تیاریان شروع کین، مگر بدقسمتی سے ساز و سامان مکمل کرنے کے بعد خود چل بسا، اس کی موت سے رومیون کی ہمتین پست ہو گئین، اور بہتون نے جو اسکے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰، [2] مقریزی جلد اص ۲۶۳

ساتھ تیاریان کر رہے تھے، ارادہ فسخ کر دیا، کہ بغیر بادشاہ کے لڑنا بے سود ہے، البتہ اسکندریہ کی فوجین برابر مدافعت مین مشغول تھین، اور کبھی کبھی باشندگان اسکندریہ اور مسلمانون سے دو چار ہاتھ کا تبادلہ بھی ہو جاتا تھا، لیکن رومی برابر قلعہ مین رہتے تھے، ایک دن کچھ لوگ قلعہ سے نکلے، اور حملہ کر کے ایک مسلمان کا سر کاٹ لیا، اور اسکو ساتھ لیتے گئے، مقتول کے قبیلہ کے لوگ بہت غضبناک ہوئے، اور بغیر سر کی نعش وفنانے پر تیار نہ ہوئے، عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ اس غیظ و غضب سے کیا فائدہ، اگر سر واپس لینا چاہتے ہو تو تم بھی کسی رومی کا سر کاٹکر اسکو رومیون کی طرف پھینکدو، چنانچہ ایک پادری ہاتھ آگیا، اس کا سر قلم کر کے کسی طرح رومیون تک پہونچا دیا، اسکے جواب مین انھون نے اس مقتول مسلمان کا سر پھینکدیا، چونکہ لڑائی طول پکڑتی جاتی تھی، اس لئے ایک شخص نے مشورہ دیا کہ منجنیق نصب کر کے قلعہ پر سنگباری کیجائے، لیکن عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ ایسی نازک حالت مین صف بندی توڑنا مناسب نہین ہے، ابھی تک جم کر دست بدست لڑائی کی نوبت نہین آئی تھی، البتہ کبھی کبھی قلعہ والے نکل آتے تھے، اور دو چار ہاتھ رد و بدل کے بعد قلعہ بند ہو جاتے، ایک دن قلعہ سے نکل کر لڑ رہے تھے، کہ رومیون کی صف سے آواز آئی، "کون مسلمان میرے مقابلہ مین آتا ہے"؟ حضرت مسلمہ بن مخلدؓ بڑھے مگر چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھے، اس لئے حملہ کرتے وقت گھوڑے پر نہ سنبھل سکے، اور رومی نے پچھاڑ دیا، مگر قبل اسکے کہ وہ قتل کرتا، مسلمانون نے بڑھکر بچا لیا، عمرو بن العاصؓ کو غصہ آگیا، انھون نے متانت و سنجیدگی کو بالائے طاق رکھکر کہا کہ ایسے نامردون کو میدان جنگ مین آنے کی کیا ضرورت تھی، مسلمہؓ کو بہت ناگوار ہوا لیکن مصلحت وقت کے خیال سے خاموش رہے، اور لڑائی کا بازار گرم ہو گیا، مسلمان رومیون کو جوش مین دباتے ہوئے قلعہ کے اندر تک چلے گئے، اور دیر تک قلعہ کے اندر لڑتے رہے، لیکن پھر رومیون

نے سنبھل کر جواب دیا، اور مسلمانون کو قلعہ کے باہر ہو جانا پڑا، ان کے نکلنے کے بعد رومیون نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، اتفاق سے چار آدمی جنمین ایک عمرو بن العاصؓ اور دوسرے مسلمہؓ تھے قلعہ ہی مین رہ گئے، رومیون کی نظر پڑی، تو کہا کہ اب تم ہمارے بس مین ہو، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے کو ہمارے حوالہ کردو، بیکار جان دینے سے کیا فائدہ، عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ نہین ہو سکتا، البتہ اگر تم ہمکو چھوڑ دو تو تمھارے قیدی واپس کر دیے جائین گے، رومی اسپر آمادہ نہ ہوئے، اور رہائی کی یہ شرط ٹھہری کہ ان چارون محصورین مین سے کوئی ایک کسی رومی کا مقابلہ کرے، اگر مسلمان فتحیاب ہو، تو سب چھوڑ دیے جائین گے، ورنہ حوالہ کر دینا ہوگا، عمرو بن العاصؓ راضی ہو گئے، اور خود مقابلہ مین آنا چاہتے تھے، مگر مسلمہؓ نے سمجھایا کہ آپ امیر ہین، اگر خدا نخواستہ آپ کو کوئی صدمہ پہونچا تو فوج کا کیا حشر ہوگا، لہذا مجھ کو نکلنے دیجیے، اُنکی سمجھ مین یہ بات آگئی اور مسلمہؓ مقابلہ مین آئے، خوش قسمتی سے دو ہی ایک ہاتھ مین رومی کو گرا دیا، اور اس طرح سے ان لوگون کی جان بچ گئی، چھوڑ دینے کے بعد رومیون کو معلوم ہوا کہ ان مین اسلامی لشکر کے سپہ سالار عمرو بن العاصؓ بھی تھے، لیکن اس وقت سوائے پشیمانی کے اور کیا ہو سکتا تھا، اس لئے ہاتھ مل کر رہ گئے، عمرو بن العاصؓ مسلمہؓ کو ڈانٹنے پر بہت نادم تھے، اس لئے رہائی کے بعد سب سے پہلے ان سے معافی مانگی، مسلمہؓ نے نہایت خوش دلی سے معاف کر دیا، اور پھر بدستور محاصرہ مین مشغول ہو گئے، محاصرہ کئے ہوئے قریب قریب دو سال ہو چکے تھے، لیکن ہنوز روز اول تھا، حضرت عمرؓ اس تاخیر سے بہت پریشان تھے، چنانچہ اُنھون نے لکھ بھیجا کہ تم لوگ دو سال سے جمے ہوئے ہو، لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ نہ نکلا، معلوم ہوتا ہے رومیون کی طرح تم بھی عیش و عشرت اور ہوا و ہوس مین پڑ کر اپنے غرض اور خلوص نیت کو بھول گئے، جب وقت تم کو میرا خط ملے لوگون کے

سامنے جہاد پر تقریر کرو، اور جن چار آدمیون کو مین نے بھیجا تھا، اُن کو فوج کے آگے کرکے جمعہ کے دن حملہ کرو، عمرو بن العاصؓ نے فوج کو یہ خط سنا دیا، اس سے لوگون کا دبا ہوا جوش پھر اُبھر آیا، اور فوج کو مرتب کرکے حضرت عبادہ بن صامتؓ کا جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، نیزہ لیا، اور اس پر اپنا عمامہ لٹکا کر اُن کے حوالہ کیا، کہ یہ علم لیجئے، اور آپ اس فوج کے سردار ہین، حضرت عبادہؓ نے نہایت جوش سے ایسا زبردست حملہ کیا، کہ پہلے حملہ مین رومیون کے پیر اُکھڑ گئے، اور بری و بحری راستہ سے جدھر راہ ملی بھاگ نکلے، عمرو بن العاصؓ نے ایکہزار آدمی اسکندریہ پر متعین کرکے خشکی مین رومیون کا تعاقب کیا، عمرو بن العاصؓ ادھر تعاقب مین مصروف تھے، اُدھر بحری راستہ سے لوٹ کر پھر رومیون نے حملہ کر دیا، اور جس قدر مسلمان ملے بیدریغ قتل کر دیئے عمرو بن العاصؓ کو معلوم ہوا تو تعاقب چھوڑ کر لوٹ پڑے، چونکہ رومیون کا یہ حملہ صرف انتقاماً تھا، ورنہ ان کی قوت ٹوٹ چکی تھی، اس لئے عمرو بن العاصؓ کو دوبارہ کوئی زحمت نہ پیش آئی، اور آسانی سے واپس لے لیا، اور معاویہؓ بن خدیج کو دارالخلافہ روانہ کیا، کہ وہ جلد سے جلد امیر المومنینؓ کے کانون تک فتح کا مژدہ پہونچا دین، معاویہؓ بن خدیج بسرعت تمام ٹھیک دوپہر کے وقت مدینہ پہونچے، اور سیدھے مسجد نبویؐ مین چلے گئے، اتفاق سے اس وقت حضرت عمرؓ کی لونڈی اس طرف گذری اس نے ان سے مسافرانہ شکل مین دیکھکر پوچھا تم کون ہو؟ کہا معاویہ بن خدیج، عمرو بن العاصؓ کا قاصد، اُس نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی، آپ نے فوراً طلب کیا، ان کے پہونچنے پہونچتے وہ خود آنے کو تیار ہو رہے تھے، دیکھنے کے ساتھ پھر پوچھا کیا خبر لائے، عرض کیا خدا نے کامیاب کیا یہ مژدہ سنکر حضرت عمرؓ نے اسیوقت منادی کرائی اور مسجد نبوی مین تمام مسلمانون کے سامنے خود معاویہؓ کی زبان سے فتح کے حالات سنوائے، پھر پوچھا کہ تم سیدھے مسجد مین کیون

چلے گئے، عرض کیا دوپہر کا وقت تھا، مین نے خیال کیا کہ آپ آرام فرماتے ہون گے جواب دیا
کیا مین دن کو سو کر رعایا کو تباہ کرتا[1]،

اگرچہ اسکندریہ کو بزورِ شمشیر فتح کیا تھا، لیکن شہر کے امن و امان مین کوئی خلل نہ آیا اور عام آبادی مین سے کسی کو قتل یا قید نہین کیا گیا[2]، بلکہ جزیہ اور خراج تشخیص کرنے کے بعد کامل امن و امان ہوگیا،

مصر کی تسخیر کے بعد اگرچہ وہان رومیون کی قوت پاش پاش ہو چکی تھی، تاہم منتشر طور پر جابجا ابھی انکی آبادیان باقی رہ گئی تھین اسلئے عمرو بن العاص رض نے ہر طرف تھوڑی تھوڑی فوجین روانہ کر دین، تاکہ آیندہ بغاوت کا خطرہ نہ باقی رہے، چنانچہ خارجہ بن حذافہ نے فیوم، اشمونین، البشرودات، اخمیم اور صعید مصر کے تمام مواضعات لئے اور عمیر بن وہب رض نے تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا، دقہلہ، بوصیر وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور یہان کی کل آبادی نے فسطاط کے شرائط پر صلح کر لی[3]، اور عقبہ بن عامر یا وردان نے مصر کی نشیبی آبادیون پر قبضہ کیا، اور مصر و اسکندریہ پر پورا تسلط ہوگیا،

فتوحات مغرب، برقہ

عمرو بن العاص رض کی فتوحات کا سیلاب اسکندریہ پر بھی نہ رُکا، بلکہ اُس سے بھی آگے بڑھکر برقہ کی طرف مڑا، برقہ فسطاط سے بیس پچیس منزل کی مسافت پر اسکندریہ اور طرابلس کے درمیان ایک زرخیز سیر حاصل اور آباد رقبۂ زمین تھا، یہان کی آبادی بہت مرفہ الحال

۱؎ یہ تمام تفصیلات مقریزی ج ۱ ص ۲۶۳ تا ۲۶۷ سے ماخوذ ہین، اور بعض بعض واقعات طبری سے لئے گئے ہین،

۲؎ فتوح البلدان ص ۲۲۰،

۳؎ ایضاً ص ۲۲۴،

تھی، یہ قطعہ متعدد شہرون پر مشتمل تھا، انطابلس یہان کا بڑا شہر تھا[1]، یہ لوگ حکومت مصر کے باجگذار تھے، عمرو بن العاصؓ نے پہونچ کر اسکا محاصرہ کر لیا، برقہ والے بہت نرم خو اور اطاعت شعار تھے، اس لئے بلا کسی مزاحمت کے جزیہ قبول کر لیا، اور تیرہ (۱۳۰۰۰) ہزار دینار سالانہ پر صلح ہو گئی[2]،

زویلہ برقہ سے فارغ ہو کر عقبہؓ بن نافع کو زویلہ روانہ کیا تھا، یہ سوڈان کی ابتدائی سرحد پر ایک آباد شہر تھا، برقہ اور زویلہ کی درمیانی آبادیون نے بلا کسی جارحانہ کارروائی کے نہایت خوش دلی سے اطاعت قبول کر لی[3]، زویلہ والون نے بھی بخوشی جزیہ منظور کر لیا،

طرابلس الغرب پھر زویلہ سے طرابلس کا رخ کیا، طرابلس بحر روم کے ساحل پر آباد ہے، یہ مقام اس زمانہ مین افریقہ کے ممتاز ترین مقامات مین تھا، عمرو بن العاصؓ نے طرابلس کے مشرقی سمت مین فوجین اُتارین، اور نہایت اہتمام سے اس کا محاصرہ کیا، اور دو مہینہ تک برابر محاصرہ جاری رہا، لیکن کہین سے داخلہ کا راستہ نہ ملتا تھا، ایک دن کچھ مسلمان شکار کو نکلے، واپسی مین دھوپ بہت سخت تھی، اس لئے یہ لوگ دریا کے کنارے کنارہ واپس ہوئے، شہر کے قریب پہونچ کر دیکھا کہ شہر اور دریا کے درمیان کوئی فصیل یا شہر پناہ وغیرہ نہین ہے، اور دریا کے گھٹاؤ کی وجہ سے درمیان مین خشک راستہ بھی چھوٹا ہوا ہے، انھون نے آکر فوراً عمرو بن العاصؓ کو اطلاع دی، مسلمان اسی وقت حملہ کے لئے تیار ہو گئے اور اسی راستہ سے دفعۃً حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ سے شہر والے بالکل بدحواس ہو گئے، بحری راستہ سے بھاگنا آسان نہ تھا، کیونکہ درمیان مین مسلمان حائل تھے، اس لئے

۱؎ معجم البلدان "برقہ"، ۲؎ بلاذری ص ۲۳۱، ۳؎ ایضاً ص ۲۳۲،

شہر ہی مین کشت وخون ہوا، چونکہ مسلمانون کا حملہ بالکل اچانک تھا طرابلس والے پہلے سے تیار نہ تھے، اس لئے تسخیر مین زیادہ دشواری نہ ہوئی، اور آسانی سے زیر کرلیا،[۱]

سبرہ، طرابلس سے آگے بڑھکر سبرہ ایک شہر پڑتا تھا، طرابلس کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاص[رض] خود وہین رہے، اور تھوڑی فوج سبرہ بھیجدی، یہ لوگ علی الصباح سبرہ پہونچ گئے، اہل شہر طرابلس کے واقعہ سے لاعلم تھے، اس لئے حسب معمول صبح سویرے شہر کا پھاٹک کھول کر اپنے اپنے کاروبار مین لگ گئے، مسلمانون نے یلغار کرکے زبردستی شہر مین داخل ہوکر قبضہ کرلیا، اور کشت وخون کی نوبت نہ آئی[۲]، ان مہمون کے بعد عمرو بن العاص[رض] نے حضرت عمر[رض] کو لکھا کہ طرابلس فتح ہوچکا ہے، افریقہ (ٹیونس اور الجزائر وغیرہ) یہان سے صرف نو دن کی مسافت پر ہین، اگر امیر المومنین مناسب سمجھین تو آگے پیش قدمی کیجائے[۳] لیکن وہان سے امتناعی حکم آگیا کہ افریقہ کے باشندے شورش پسند ہین، اپنے حکمرانون سے ہمیشہ بغاوت کرتے رہتے ہین، اس لئے آگے بڑھنے کی ضرورت نہین، اس کے بعد آگے پیش قدمی روک دی گئی،

مصر کی گورنری اور اسکندریہ کی بغاوت، جنگی پیشقدمی روکنے کے بعد حضرت عمر[رض] نے عمرو بن العاص[رض] کو مصر کی حکومت پر سرفراز کیا، کچھ دنون کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، اور حضرت عثمان[رض] سریر آرائے خلافت ہوئے، اسی زمانہ مین اسکندریہ والون نے بغاوت کردی، اسکا سبب یہ ہوا، کہ رومی، اسکندریہ نکل جانے کے بعد ہمیشہ اس کے واپس لینے کی فکر مین رہتے تھے، کیونکہ اسکندریہ انکی سلطنت کا اہم ترین حصہ تھا، اس کے نکل

[۱] معجم البلدان ج ۶ ص ۳۵، و ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹، [۲] ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰،
[۳] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۳،

جانے کے بعد انکی پوری سلطنت خطرہ مین پڑگئی تھی، چنانچہ انھون نے اسکندریہ کی رومی آبادی سے خط وکتابت کرکے اسکو بغاوت پر آمادہ کردیا، اوران کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر چلا، لیکن قبطی آبادی نے اسمین کوئی حصہ نہ لیا، اورمقوقس اپنی سابق صلح پر قایم رہا، عمروبن العاص رضؓ کومعلوم ہوا تو وہ مقابلہ کو نکلے، اور دونون مین سخت معرکہ ہوا، رومیون نے شکست کھائی، اور اسکندریہ کے اندرداخل ہوگئے، لیکن مسلمانون نے وہان بھی پیچھا نہ چھوڑا، اور شہر کے اندر داخل ہوکر، جہان تک ہوسکا مار، منویل خصی، رومی سپہ سالار مارا گیا، جب یہان بھی امان نہ ملی، تو اسکندریہ سے نکل کرکے بھاگے، اورچونکہ قبطیون نے ساتھ نہین دیا تھا، اس لئے جذبۂ انتقام مین انکی آبادیون کو لوٹتے ہوے نکل گئے، بدحواسی مین اپنے حامیون کو بھی تاخت وتاراج کردیا، جب مسلمانون کا کامل تسلط ہوگیا، تو قبطی عمروبن العاص رضؓ کے پاس فریادی کرآئے کہ رومیون نے ہمارا سارا مال ومتاع لوٹ لیا ہی، اورچونکہ ہم نے مسلمانون سے بغاوت نہین کی ہے، اس لئے ہمکو واپس دلایا جائے، انھون نے شناخت کراکے جن جن لوگون کا مال تھا واپس کرادیا، اور آیندہ بغاوت کے خطرہ سے بچنے کے لئے اسکندریہ کا شہر پناہ تڑوادیا[۱]،

معزولی، ۲۶ھ مین حضرت عثمان رضؓ نے انکو مصر کی گورنری سے علیحدہ کردیا، بظاہر اتنے بڑے سپہ سالار اعظم کی معزولی جس نے مصر اسکندریہ اور طرابلس کا تختہ الٹ دیا تھا غیر دانشمندانہ معلوم ہوتی ہے، لیکن درحقیقت حضرت عثمان رضؓ انکی معزولی پر مجبور ہوگئے تھے، حضرت عثمان رضؓ نے کبھی کسی عامل کو بلاوجہ معزول نہین کیا، طبری کے یہ الفاظ ہین،

---

[۱] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲

وکان لا یعزل احداً الا عن شکاة او استغاثة[۱] یعنی حضرت عثمان رضؓ کبھی کسی کو بغیر شکایت یا استغاثہ کے معزول نہین کرتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ پیہم اس قسم کے حالات پیش آتے گئے، کہ حضرت عثمان رضؓ کو انکی معزولی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ نظر آیا، مصر کی فتح کے بعد سے برابر عمرو بن العاصؓ ہی یہان کے حکمران رہے، البتہ حضرت عمر رضؓ نے اپنے آخر عہد خلافت مین مصر کے ایک چھوٹے حصہ کا جو صعید مصر کے نام سے موسوم ہے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو والی بنایا تھا، لیکن یہ تقرر بھی عمرو بن العاصؓ پر بار تھا اور وہ مصر مین کسی کو بھی اپنے سوا نہ دیکھنا چاہتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ کی زندگی مین ان کی ہیبت سے عبد اللہ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے، آپ کی وفات کے بعد ہی حضرت عثمانؓ سے عبد اللہ رضؓ کی معزولی کی درخواست کی، لیکن آپ نے قبول نہ کی[۲]،

مصر نہایت زرخیز اور شاداب ملک ہے، لیکن عمرو بن العاصؓ کے زمانہ مین اسکی شادابی کے تناسب سے خراج نہ ملتا تھا، اور حضرت عمر رضؓ ہی کے زمانہ سے برابر خراج کی کمی کی شکایت چلی آتی تھی، چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے اس بارہ مین انکو نہایت سخت خط لکھا تھا، یہ خط اور اسکا جواب مقریزی مین موجود ہے[۳]، حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ مین بھی یہ شکایت برابر قایم رہی، انھون نے بھی انکو لکھا، مگر عمرو بن العاصؓ نے صاف جواب دیدیا کہ "گاے اس سے زیادہ دودھ نہین دیسکتی"، اس جواب پر حضرت عثمان رضؓ نے خراج کا عہدہ ان سے نکال کر عبد اللہ بن ابی سرح کے متعلق کر دیا، عمرو بن العاصؓ عبد اللہ بن سعدؓ کا تعلق صعید مصر ہی سے بمشکل برداشت کئے ہوئے تھے، اس جدید تقرر نے دونون کے تعلقات اور زیادہ کشیدہ کر دیئے، اور دونون ایک دوسرے کے خلاف

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۱۱۰، [۲] کتاب لولاۃ کندی ص ۱۰، [۳] مقریزی ج اول ص ۱۲۵،

دربارِ خلافت مین شکایات بھیجنے لگے عبد اللہ بن سعد لکھتے کہ عمرو بن العاص خراج کی وصولی مین رخنہ انداز ہوتے ہین اور عمرو بن العاصؓ لکھتے کہ عبد اللہ جنگی تدبیرون مین رکاوٹ پیدا کرتے ہین[1] غرض یہ دوعملی عرصہ تک نہ چل سکی، اور حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر سے معزول کرکے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو مستقل والی بنا دیا، یہ طبری اور ابن اثیر کی روایت ہے لیکن کتاب الولاۃ اور حسن المحاضرہ کی روایت کے مطابق عمرو بن العاص اسکندریہ کی بغاوت کے پہلے ہی معزول ہو چکے تھے، اور انھین کی معزولی سے اسکندریہ والون مین بغاوت کا حوصلہ پیدا ہوا تھا، اور بغاوت برپا ہونے کے بعد پھر حضرت عثمانؓ کو مجبور ہو کر ان کو اسکے فرو کرنے پر مامور کرنا پڑا جب یہ بغاوت کا خاتمہ کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے ان کو امارتِ جنگ کے عہدہ پر بحال کرنا چاہا لیکن انھون نے قبول نہ کیا، اور یہ جواب دیا کہ یہ نہین ہو سکتا کہ "سینگ مین پکڑون اور دودھ دوسرا دوہے" اس روایت کے مطابق عمرو بن العاصؓ کی معزولی کا واقعہ ۲۵ھ مین پیش آیا عمرو بن العاصؓ اپنی معزولی سے حضرت عثمانؓ سے حد درجہ برہم ہوئے، چنانچہ جب معزولی کے بعد مصر سے مدینہ آئے اور حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ انکی باتون کا ٹھیک جواب بھی نہ دیتے تھے جس وقت ان سے اور حضرت عثمانؓ سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی اس وقت یہ لبادہ پہنے ہوئے تھے، حضرت عثمانؓ نے پوچھا اس لبادہ مین کیا بھرا ہے، جواب دیا، عمرو بن العاص حضرت عثمانؓ نے کہا یہ تو مین بھی جانتا ہون[2] میرا مطلب ہے کہ روئی ہے یا کوئی اور چیز پھر پوچھا تم نے عبد اللہ بن سعد کو مصر مین کس حالت مین چھوڑا کہا جس حال مین تم چاہتے تھے، پوچھا اس کا کیا مطلب، کہا اپنے نفس کے لئے قوی اور خدا کے لئے ضعیف فرمایا

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۳، [2] ایضاً ص ۶۸،

مین نے ان کو تمھارے نقشِ قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی، جواب دیا تم نے ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار ڈالا[1]، اس وقت عبد اللہ بن سعد کا بھیجا ہوا خراج پہونچ چکا تھا، اور اس کی تعداد عمرو بن العاص کے زمانہ کے خراج سے بہت زیادہ تھی حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا، انھون نے کہا ہان لیکن بچے بھوکے رہ گئے[2]، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے، کہ عمرو بن العاصؓ کو حضرت عثمانؓ کے ساتھ کوئی عناد تھا، بلکہ معزولی کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کے اسی طرح خیر خواہ رہے، جس طرح معزولی کے قبل تھے، چنانچہ جب مصر سے باغیون کا گروہ چلا اور حضرت عثمانؓ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاصؓ کو سمجھانے کے لئے بھیجا، انھون نے اپنے سابق اثر سے سمجھا کر واپس کیا، اور شہر کے لوگون کو جمع کر کے حضرت عثمانؓ کی طرف سے صفائی پیش کی[3]،

حضرت عثمانؓ کو جب کبھی مشکلات پیش آتی تھین، تو عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کرتے تھے، یہ نہایت خیر خواہی سے مشورہ دیتے تھے، سازش کے زمانہ مین جب باغیون نے اپنے مطالبات پیش کئے، تو آپ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی، اس کے ایک رکن عمرو بن العاصؓ بھی تھے، تمام ارکین سے مشورہ کرنے کے بعد عمرو بن العاص سے خاص طور پر ان کی رائے پوچھی، انھون نے کہا آپ ضرورت سے زیادہ نرمی کرتے ہین گرفت کے موقعون پر چشم پوشی کر جاتے ہین، عمرؓ سے زیادہ آپ نے لوگون کو آزادی دے رکھی ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ ملکی انتظام مین اپنے پیشرو ابو بکرؓ و عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلئے اور نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیجئے[4]،

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۰، [2] ایضاً، [3] یعقوبی ج ۲ ص ۲۰۲ و ۲۰۳، [4] طبری ص ۵ ۲۹۴،

معزولی کے بعد عمرو بن العاصؓ نے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر فلسطین کی اقامت اختیار کر لی تھی، اور گاہے گاہے، مدینہ آتے تھے، حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت مدینہ مین موجود تھے، لیکن جب دیکھا کہ فتنہ و فساد کے شعلے قابو سے باہر ہو گئے، تو یہ کہکر کہ "عثمانؓ کے قتل مین جس کا ہاتھ ہوگا، اسکو خدا ذلیل کریگا، جو شخص انکی مدد نہ کر سکتا ہو، اس کو مدینہ چھوڑ دینا چاہیئے" مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے، مگر دل برابر اُن مین لگا رہا، اور ہر آنے جانے والے سے حالات پوچھ لیا کرتے تھے[۱]، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ کبریٰ پیش آیا، پھر جنگِ جمل کا قیامت خیز معرکہ ہوا[۲]، مگر انھون نے اپنے دائرۂ عزلت سے باہر قدم نہین نکالا،

پھر جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ مین اختلاف شروع ہوا، اور حضرت علیؓ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو بیعت کے لئے امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا، کہ یا بیعت کرو، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، تو معاویہؓ نے اپنے خاندان والون سے مشورہ طلب کیا، عتبہ بن ابی سفیان نے رائے دی کہ عمرو بن العاصؓ کو بلا کر ان سے مشورہ لو، عمرو بن العاصؓ اس وقت فلسطین مین تھے، بلا کر آئے، معاویہؓ نے کہا اس وقت کئی مہمین درپیش ہین، محمدؒ بن حنفیہ قیدخانہ توڑ کر اپنے ساتھیون سمیت فرار ہو گئے ہین، قیصرِ روم علیحدہ چڑھائی پر آمادہ ہے، تیسرا اور سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ علیؓ نے بیعت کا مطالبہ کیا ہے، اور انکار کی صورت مین جنگ پر آمادہ ہین، انھون نے مشورہ دیا کہ محمدؒ بن حنفیہ کا تعاقب کراؤ، مل جائین تو فبہا ورنہ کوئی حرج نہین، قیصرِ روم کے قیدی چھوڑ کر اس سے مصالحت کر لو،

---

[۱] طبری ص ۳۰۰ ۳۰۰۔ [۲] طبری کی ایک روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سنکر خود آئے تھے،

علیؓ کا معاملہ البتہ بہت اہم ہے، مسلمان کبھی بھی تم کو اُن کے برابر نہ سمجھیں گے، معاویہؓ نے کہا وہ عثمانؓ کے قتل مین معاون تھے، امت اسلامیہ مین پھوٹ ڈال کر فتنہ پیدا کیا، عمرو بن العاص نے کہا لیکن تم کو سبقتِ اسلام اور قرابتِ نبوی کا شرف حاصل نہین ہے، اور مین تمھارے مقصد کے حصول کے لئے خواہ مخواہ کیون تمھاری مدد کرون، امیر معاویہ نے کہا آخر کیا چاہتے ہو، عمرو بن العاصؓ نے کہا، "مصر"، معاویہ کو پس و پیش ہوا، بولے اگر چاہون تو تم کو دھوکا دے سکتا ہون، عمرو بن العاصؓ نے کہا میرے جیسا آدمی فریب نہین کھا سکتا، معاویہ نے کہا اِدھر آؤ مین تم سے کچھ کہنا چاہتا ہون، عمرو قریب آگئے، معاویہ نے کہا، دیکھو تم قریب مین آگئے، اس وقت یہان میرے تمھارے سوا تیسرا کون شخص ہے کہ مجھکو کان مین کہنے کی ضرورت ہو، معاویہ نے کہا تم مصر چاہتے ہو اور مصر کسی طرح عراق سے کم نہین عمرو نے کہا ہان، لیکن مصر کا مطالبہ اس وقت ہے، جب تم علیؓ کو مغلوب کر چکے ہو گے اور دنیا تمھارے زیر نگین ہو گی، اس گفتگو کے بعد عمرو بن العاص اپنی قیام گاہ پر چلے گئے، عتبہ نے معاویہ سے پھر اصرار کیا کہ مصر دیکر کیون نہین فائدہ اٹھاتے، جب انکا اصرار بہت بڑھا، تو معاویہ راضی ہو گئے، اور دوسرے دن صبح کو مصر دینے کا تحریری وعدہ کر لیا[1]،

عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ پہلے عمائدِ شام کے دلون مین یہ بٹھا دو کہ عثمانؓ کی شہادت مین علیؓ کا ہاتھ تھا، پھر ان کو ان کی مخالفت پر آمادہ کرو، ورنہ کامیابی ناممکن ہے، اور سب سے پہلے شرجیل بن سمط کندی کو جو شام کے بااثر آدمی ہین، یقین دلا کر اپنا ہمخیال بناؤ، غرض امیر معاویہ نے ان کی بتائی ہوئی تدبیرون سے عمائدِ شام کو یقین دلا دیا،

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۲۷

کہ عثمانؓ کے خونِ بے گناہی سے علیؓ کا ہاتھ بھی رنگین ہے، شرحبیلؓ کو پورا یقین ہوگیا، اور اُنھون نے شام کا دورہ کرکے لوگون کو حضرت علیؓ کے خلاف ابھارنا شروع کیا[۱]، اور معاویہ نے خلیفۂ مظلوم کے خون آلود پیراہن، اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیون کی نمائش کرکے سارے شام مین آگ لگادی، لوگ آتے تھے اور یہ المناک نظارہ دیکھ دیکھ کر روتے تھے، تاآنکہ لوگون نے قسم کھائی کہ جب تک قاتلینِ عثمانؓ کو قتل نہ کرین گے اس وقت تک نہ بستر پر لیٹین گے نہ عورتون کو چھوئین گے[۲]۔

اس کے بعد طرفین نے جنگی تیاریان شروع کردین، اور عمرو بن العاصؓ شامی فوج کے امیر العسکر مقرر ہوئے، اور وہ ہولناک جنگ شروع ہوئی جو تاریخِ اسلام مین جنگِ صفین کے نام سے مشہور ہے، اس جنگ کا سلسلہ مدتون رہا، آخری فیصلہ کن معرکہ کے بعد جب عمرو بن العاصؓ کو یقین ہوگیا کہ اب شامی زیادہ دنون تک میدان مین نہین ٹھہر سکتے، تو یہ تدبیر کی کہ نیزون پر قرآن اٹھوادیے کہ "کتاب اللہ سے جو فیصلہ ہوجائے اس پر ہم راضی ہین"، قرآن پاک کے اُٹھتے ہی کوفیون نے جنگ سے ہاتھ روک لیا، حضرت علیؓ لاکھ سمجھاتے رہے کہ یہ محض فریب ہے لیکن کسی نے نہ سنا جب اختلاف کا خطرہ بڑھا تو آپ بھی چار و ناچار آمادہ ہوگئے۔

دوسرے دن امیر معاویہ کے پاس آدمی بھیجا کہ تحکیم کا طریقہ کیا ہوگا، انھون نے کہا ایک حکم تمھارا ہو اور ایک ہمارا دونون کتاب اللہ کی رو سے جو فیصلہ کردین وہ دونون کے لئے واجب التسلیم ہوگا غرض عمرو بن العاصؓ شامیون کی جانب سے اور ابو موسیٰ کوفیون کی جانب سے حکم مقرر ہوئے، اور ثالثی نامہ مرتب ہوا کہ حکمین اختلاف

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۶۷ و ۱۶۹، [۲] طبری ج ۷، ص ۳۲۵۷،

امت کا خیال رکھتے ہوئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کی رو سے عدل و انصاف کے ساتھ جو فیصلہ کر دین گے، طرفین کے لیے واجب التسلیم ہوگا، اور جو فریق اس کو نہ مانے گا، اس کے خلاف دونون حکم مدد دین گے، اگر درمیان مین کوئی حکم مر گیا تو اس فریق کو دوسرا حکم منتخب کرنے کا اختیار ہوگا، اس ثالثی کے بعد دونون نے اپنی اپنی فوجین ہٹا لین، اور عمرو بن العاص رضؓ اور ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے تبادلۂ خیالات شروع ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے،

عمرو بن العاص رضؓ، آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضؓ مظلوم شہید کئے گئے،

ابو موسیٰ رضؓ، بیشک،

عمرو بن العاص رضؓ، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ معاویہ اور آلِ معاویہ ان کے طرفدار ہین

ابو موسیٰ رضؓ، یہ بھی صحیح ہے،

عمرو بن العاص رضؓ، ایسی صورت مین قرآن کا یہ حکم ہے، من قتل فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا، اس کے علاوہ نسباً بھی وہ قریشی ہین، ہان سابقین اولین مین نہین ہین یہ کوئی ایسا مانع نہین ہے، پھر اس کے علاوہ ان مین اور بہت سے اوصاف موجود ہین، انھون نے خلیفۂ مظلوم کی حمایت کی، حسنِ تدبیر اور حسنِ سیاست مین یگانہ ہین، ام المومنین ام حبیبہ رضؓ کے بھائی ہین، آنحضرت صلعم کے صحابی ہین،

ابو موسیٰ رضؓ، عمرو بن العاص رضؓ! خدا کا خوف کرو، تم نے معاویہ کے جو فضائل بیان کئے ان مین سے کوئی بھی ایسے نہین ہین، جو ان کو خلافت کا مستحق بناتے ہون، اگر محض شرافت پر استحقاقِ خلافت کا انحصار ہوتا تو آلِ ابرہہ ان سے زیادہ مستحق ہوتے، خلافت مخصر

اہل دین اور صاحب فضل افراد کا حق ہے، اگر شرف کی بنیاد پر مین کسی کو خلافت دیتا تو سب سے زیادہ علیؓ مستحق تھے، اور تمھاری یہ دلیل کہ انھون نے عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا بار اٹھایا ہے، ایسی نہین ہے جس سے انکو مہاجرین اولین پر فضیلت حاصل ہو جائے، تم مانتے ہو تو مانو لیکن مین کسی حالت مین اس کو نہین مان سکتا، رہی یہ طمع کہ معاویہ کے نزدیک میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی، یا ان سے مجھکو مالی فائدہ حاصل ہوگا، تو یہ مجھ پر کوئی اثر نہین ڈال سکتی، خدا کے معاملہ مین مین رشوت ستانی گوارا نہین کر سکتا، ہان اگر تم چاہو تو عمر بن الخطابؓ کا نام زندہ کر دین،

عمرو بن العاصؓ، اگر آپ ابن عمرؓ پر راضی ہین، تو میرے لڑکے مین کیا خرابی ہے، اس کے فضائل سے آپ اچھی طرح واقف ہین،

ابو موسیؓ، تمھارا لڑکا یقیناً بہت سچا ہے، مگر تم نے اسکو اس فتنہ مین مبتلا کر کے محفوظ نہ چھوڑا،

عمرو بن العاصؓ، خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہئے جس کے دو داڑھ ہون، ایک سے خود کھائے، دوسرے سے لوگون کو کھلائے،

ابو موسیؓ، مسلمانون نے بڑی جنگ وجدل کے بعد یہ کام ہمارے سپرد کیا ہی، خدا را اب دوبارہ ان کو فتنہ مین نہ ڈالو،

غرض دونون باہمی تبادلۂ خیالات کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ علیؓ اور معاویہ دونون کو معزول کر کے نئے سرے سے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے، تاکہ یہ کشت وخون کسی طرح بند ہو، چنانچہ مقررہ تاریخ پر دومۃ الجندل مین فریقین جمع ہوئے، جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا، تو عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیؓ سے کہا کہ آپ میرے بزرگ اور آنحضرت صلعم

کے مقرب صحابی ہین، اس لئے ابتدا آپ کیجئے، ابو موسیٰؓ کھڑے ہوئے اور لوگون کو مخاطب کر کے کہا، کہ صاحبو! بہت غور و فکر کے بعد ہم دونون اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ بغیر علیؓ اور معاویہ دونون کو معزول کئے ہوئے، امت کی اصلاح نہین ہو سکتی، اس لئے مین نے ان دونون کو معزول کیا، اب آپ لوگون کو اختیار ہے، کہ جس کو خلافت کا اہل سمجھین اس کو اپنا خلیفہ بنائین، ابو موسیٰؓ کے فیصلہ سنانے کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا،

"آپ لوگون نے ابو موسیٰ کا فیصلہ سن لیا، انھون نے علی اور معاویہ دونون کو معزول کیا، مین بھی علی کو معزول کرتا ہون، لیکن معاویہ کو برقرار رکھتا ہون"،

عمرو بن العاص کے اس فیصلہ سے مجمع مین سناٹا چھا گیا، ابو موسیٰ نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ تلوارین میان سے نکل آئین، لیکن شامیون نے فوراً حضرت ابو موسیٰؓ کو اونٹ پر بٹھا کر مکہ روانہ کر دیا، اور عمرو بن العاصؓ بھی ہٹ گئے،

مصر پر حملہ، اس فیصلہ کے بعد عمرو بن العاصؓ کو مصر لینے کی فکر دامن گیر ہوئی، کیونکہ اسی کے لئے انھون نے سب کچھ کیا تھا، چنانچہ انھون نے مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج کندی سے خط و کتابت شروع کی، یہ دونون حضرت عثمانؓ کی شہادت سے بہت متاثر اور حضرت علیؓ کے مخالف تھے، اسلئے دونون ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے، اس کے بعد عمرو بن العاصؓ چھ ہزار فوج لے کر روانہ ہو گئے، اس وقت محمد بن ابی بکر حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے عمرو بن العاصؓ نے انکو خط لکھا کہ مصر والے تمھارے مخالف ہین، لڑائی مین ایک شخص بھی تمھارا

ساتھ نہ دیگا، لہذا تم مصر چھوڑ دو، میں خواہ مخواہ تمہارے خون سے اپنا ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا،
محمدؓ نے یہ خط حضرت علیؓ کے پاس بھیجدیا، وہاں سے مقابلہ کرنے کا حکم آیا، محمد بن ابی بکر نے عمرو بن العاص کو مقابلہ کی اطلاع دیدی، عمرو بن العاصؓ دو ہزار آدمی لیکر بڑھے، محمدؓ بھی میدان میں آئے، اور ایک خون ریز معرکہ کے بعد مصری فوج کے قوتِ بازو کنانہ مارے گئے، ان کا گرنا تھا کہ مصریوں کے پیر اکھڑ گئے، عمرو بن العاصؓ محمدؓ بن ابی بکر کی طرف بڑھے، مگر وہ شکست کے آثار دیکھکر پہلے نکل گئے تھے، عمرو بن العاص نے ہر طرف آدمی دوڑائے، اور وہ گرفتار کر کے لائے گئے، اس وقت یہ بہت پیاسے تھے، لیکن شامیوں نے پانی تک نہ دیا، اور یہ تشنہ لب حوضِ کوثر پر پہونچ گئے، اور مصر پر عمرو بن العاصؓ کا قبضہ ہو گیا،

عمرو بن العاص پر قاتلانہ حملہ

نہروان میں خارجیوں کی شکست اور قتلِ عام سے ان کے بقیہ افراد میں انتقام کا جذبہ بہت ترقی کر گیا تھا، اس لئے ابن ملجم، برک بن عبد اللہ، اور عمرو بن بکر التمیمی نے مشورہ کیا کہ سارا فساد علی، معاویہ، اور عمرو بن العاص کی وجہ سے ہے، اس لئے انکا قصہ پاک کر دینا چاہئے، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینوں نے تینوں اشخاص پر خفیہ حملہ کیا، ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا، برک بن عبد اللہ نے معاویہ پر حملہ کیا، مگر زخم اوچھا لگا، اس لئے بچ گئے، عمرو بن بکر، عمرو بن العاصؓ پر متعین تھا، مگر اتفاق سے اُس دن عمرو بن العاص کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے ان کے بجائے خارجہ بن حذافہ نماز پڑھانے نکلے، عمرو نے انھیں کو عمرو بن العاصؓ سمجھکر قتل کر دیا،[1]

---

[1] یہ تمام تفصیلات طبری سے ماخوذ ہیں،

مصر کی گورنری، مصر اور شام پر امیر معاویہ کے مستقل تسلط کے بعد اُنمین اور عمرو بن العاص
مین مصر کے معاملہ مین شکر رنجی ہوگئی، مگر معاویہ بن خدیج نے درمیان مین پڑکر صلح
کرادی، اور عمرو بن العاصؓ کو چند شرائط کے ساتھ مصر کا والی بنادیا، ان شرائط
مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ معاویہ کے اطاعت گذار رہین گے، مزید توثیق
کے لئے عہدنامہ لکھا گیا، اور اس پر شاہدون سے دستخط لئے گئے[۱]۔

وفات، عمرو بن العاصؓ بہ اختلاف روایت ۴۳ھ یا ۴۷ھ یا ۵۱ھ مین مصر ہی مین
اپنے عہدِ حکومت مین بیمار ہوئے، عمر کافی پاچکے تھے، زندگی کی زیادہ امید نہ تھی، اسلئے
مرض الموت مین اپنی گذشتہ لغزشون پر بہت نادم تھے،

ابن عباسؓ عیادت کو آئے، سلام کے بعد پوچھا، ابا عبد اللہؓ کیا حال ہے ؟
جواب دیا کیا پوچھتے ہو، دنیا کم بنائی، مگر دین زیادہ بگاڑا، اگر اسکو بگاڑے ہوتا جس کو بنایا
ہے، اور اسے بنایا ہوتا جسکو بگاڑا ہے، تو یقیناً کامیاب ہوتا، اگر اس وقت کی آرزو
فائدہ مند ہوتی توضرور آرزو کرتا، اگر بھاگنے سے بچ سکتا توضرور بھاگتا، مگر اب منجنیق
کی طرح زمین وآسمان کے درمیان معلق ہون، نہ ہاتھون کے سہارے اوپر چڑھ سکتا
ہون، نہ پاؤن کے سہارے نیچے اتر سکتا ہون، اے بھتیجے! مجھکو کوئی ایسی نصیحت کرکہ
اس سے فائدہ اٹھاؤن" ابن عباس نے کہا افسوس اب وہ وقت کہان، اب وہ
بھتیجا بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی ہوگیا ہے، اگر آپ رونے کے لئے کہین تو مین رونے
کو تیار ہون، مقیم سفر کا کیسے یقین کرسکتا ہے، عمرو بن العاصؓ نے کہا اس وقت اسّی برس سے
کچھ اوپر میری عمر ہے، اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے ناامید کرتا ہے، خدایا یہ ابن عباس

[۱] طبقات ابن سعد قسم ۲ ج ۴ ص ۷،

مجھ کو تیری رحمت سے نا امید کر رہا ہے، ابھی تو مجھے یہان تک تکلیف دے کہ راضی ہو جاؤ
ابن عباس نے کہا ہیہات ابو عبد اللہؓ جو چیز لی تھی، وہ تو نئی تھی اور جو دے رہے ہو، وہ پرانی ہے، عمرو بن العاصؓ نے کہا ابن عباس تم کو کیا ہو گیا ہے، جو بات مین کہتا ہون تم اس کا الٹا کہتے ہو،[1]

ابن شماسہ مہری کہتے ہین کہ ہم عمرو بن العاصؓ کے مرض الموت مین ان کی عیادت کو گئے، وہ دیوار کی طرف منہ پھیر کر رونے لگے، ان کے بیٹے عبد اللہؓ نے دلاسا دیا کہ ابا کیا آپ کو آنحضرت صلعم نے فلان فلان بشارتین نہین دی ہین؟ جواب دیا "میرے پاس افضل ترین دولت" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے، مجھ پر زندگی کے تین دور گذرے ہین، ایک وہ دور تھا جسمین آنحضرت صلعم کا سخت ترین دشمن تھا، اور میری بڑی تمنا یہی تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر دون، اگر اس حالت مین مرجاتا تو میرے لیے دوزخ یقینی تھی، پھر اللہ عزوجل نے میرے دل مین اسلام ڈالا، مین نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہاتھ پھیلایئے، مین بیعت کرون گا، آپ نے ہاتھ بڑھایا تو مین نے سمیٹ لیا، فرمایا عمرو بن العاص تم کو کیا ہو گیا، مین نے عرض کیا" مین ایک شرط چاہتا ہون،، فرمایا وہ کون سی شرط ہے، مین نے عرض کیا میری مغفرت ہو جائے، فرمایا عمرو بن العاص کیا تم کو معلوم نہین کہ اسلام اپنے پہلے کے تمام گناہون کو کالعدم کر دیتا ہے، ہجرت اپنے پہلے کے گناہون کو مٹا دیتی ہے، حج اپنے پہلے کے گناہون کو گرا دیتا ہے، اس کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ رسول اللہ صلعم سے زیادہ نہ میرا کوئی محبوب ہا، اور نہ ان سے زیادہ میری نگاہ مین کوئی بزرگ باقی رہا مین آپ کی انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے آپ کو

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۹،

نظر بھر کر نہین دیکھ سکتا تھا، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو مین نہین بتا سکتا، کہ مین نے نظر بھر کر کبھی دیکھا ہی نہین، اگر اس حالت مین مرجاتا تو جنت کی امید تھی، پھر تیسرا دور آیا، جسمین مین نے مختلف قسم کے اعمال کئے، اب مین نہین جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا، جب مین مرجاؤن تو نوحہ کرنے والیان میرے ساتھ نہ جائین، نہ جنازہ کے پیچھے آگ جائے دفن کرتے وقت مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا، دفن کرنے کے بعد اتنی دیر تک قبر کے پاس رہنا جب تک جانور ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہو جائے، تا کہ مین تمھاری وجہ سے مانوس ہو جاؤن اور یہ غور کر لون، کہ اپنے رب کے قاصدون کو کیا جواب دون[1]،،

موت کے وقت اپنے نگہبان دستے کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ مین تمھارا کیسا ساتھی تھا، جواب ملا کہ آپ ہمارے نہایت سچے ساتھی تھے، ہماری عزت کرتے تھے، ہمکو دل کھول کر دیتے تھے، یہ سلوک کرتے تھی، وہ کرتے تھے، مین یہ سب سلوک اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھ کو موت سے بچاؤ گے، یہ موت سامنے کھڑی ہوئی کام تمام کرنا چاہتی ہے، اسکو کسی طرح میرے سامنے سے دور کرو، یہ عجیب فرمائش سنکر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے کچھ دیر کے بعد بولے ابا عبد اللہ! خدا کی قسم ہمکو آپ سے ایسی فضول بات سننے کی امید نہ تھی، آپ جانتے ہین کہ موت کے مقابلہ مین ہم آپ کے کچھ کام نہین آسکتے، عمرو بن العاص نے کہا کہ مین نے یہ جانتے ہوئے تم سے ایسی فرمائش کی تھی، کہ تم موت کے مقابلہ مین میری کوئی مدد نہین کرسکتے، کاش مین نے تم مین سے کسی کو اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا، افسوس ابن ابی طالبؓ سچ کہتے تھے کہ "انسان کی محافظ خود اسکی موت ہے" خدایا مین بری نہین ہون، کہ معذرت کرون طاقتور نہین ہون کہ غالب آجاؤن،

[1] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ،

اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی، تو مین ہلاک ہو جاؤنگا،[1]

عمرو بن العاصؓ زندگی مین کہا کرتے تھے کہ مجھکو لوگون پر حیرت ہوتی ہے، کہ جب انکو موت آتی ہے تو عقل وحواس کے ہوتے ہوئے بھی وہ اسکی حقیقت نہین بیان کرسکتے اس وقت ان کے لڑکے نے کہا کہ ابا آپ کہا کرتے تھے کہ مجھکو لوگون پر تعجب آتا ہے کہ جب لوگون کو موت آتی ہے تو عقل وحواس کے ہوتے ہوئے، اسکی کیفیت نہین بیان کرسکتے آپ کی موت آچکی ہے عقل بھی موجود ہے، ذرا اسکی کیفیت بیان کیجئے، کہا بیٹا موت کی صفت ناقابل بیان ہے، اسکی تھوڑی حقیقت بیان کرتا ہون، مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ جبل رضوی میری گردن پر ٹوٹا پڑتا ہے، کھجور کے کانٹے میرے پیٹ مین بھرے ہین، گویا میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے[2]،

اس کے بعد اپنے صاحبزادہ سے وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن تو پہلے معمولی پانی سے نہلا کر کپڑے سے خشک کرنا پھر تازہ اور صاف پانی سے نہلانا، تیسری مرتبہ کافور آمیز پانی سے غسل دینا، اور کپڑے سے خشک کرنا، کفناتے وقت ازار کس کے باندھنا، کہ مین مخاصم ہون گا، جنازہ درمیانی چال سے لے چلنا، لوگون کو جنازہ کے پیچھے پیچھے رکھنا، کہ اس کے آگے ملائکہ چلتے ہین، اور پچھلا حصہ بنی آدم کے چلنے کے لئے ہے، قبر مین رکھنے کے بعد مٹی آہستہ آہستہ دینا، پھر دعا مین مصروف ہوگئے، کہ الہٰا تو نے حکم دیا، مین نے عدول حکمی کی، تو نے ممانعت کی، مین نے نافرمانی کی، مین بری نہین ہون کہ معذرت کرون، طاقتور نہین ہون کہ غالب آجاؤن، ہان لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ یہی کہتے کہتے، جان جان آفرین کے سپرد کردی،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۷ [2] ایضاً

انا للہ انا الیہ راجعون،

یکم شوال ۴۳ھ بعد نماز عید الفطر آپ کے صاحبزادہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقطم مین سپرد خاک کئے گئے،[1]

اولاد دو لڑکے تھے، عبد اللہ اور محمد دونون خولہ بنت حمزہ کے بطن سے تھے،

فضل وکمال، اسلام کے بعد عمرو بن العاصؓ کی عمر کا زیادہ حصہ میدانِ جنگ مین گذرا اس لئے سرچشمۂ علم وعرفان سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملا، پھر بھی علم کی دولت سے بالکل تہی دامن نہ تھے،

قراۃِ قرآن، مسلمانون کے لئے قرآن تمام علوم ومعارف کا گنجینہ ہے، اسکی قراۃ اور اسکی تفسیر ہر ایک مستقل فن ہے، عمرو بن العاصؓ کو قراۃِ قرآن سے خاص ذوق تھا، اور قرآن بہت صاف وواضح پڑھتے تھے،[2]

علم حدیث اور اسکی اشاعت، اگرچہ عمرو بن العاصؓ کو لڑائیونکی شرکت کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے ساتھ رہنے کا موقع کم ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان مین خوشہ چینی سے غافل نہ رہے اور اقوالِ نبوی صلعم کی خاصی تعداد ان کے حصے مین آئی، ان کی مرویات کی تعداد ۳۹ ہے ان مین تین متفق علیہ ہین اور ایک مین بخاری اور تین مین مسلم منفرد ہین،[3] حدیث کے اس سرمایہ کو تنہا اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، بلکہ دوسرے مسلمانون تک پہونچایا، آپ کے مستفیدین کی تعداد بھی کافی ہے، ان مین آپ کے صاحبزادہ عبد اللہ، غلام ابو قیس اور قیس بن ابی حازم، ابو عثمان نہدی، علی بن رباح لخمی، عبد الرحمن بن شماسہ، عروہ بن زبیر، محمد بن کعب،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۸ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۷ و مستدرک ج ۳ ص ۴۵۲،

[3] اصابہ ج ۵ ص ۲، [4] تہذیب الکمال ص ۲۹۰،

عمارہ بن خزیمہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں[1]،

تعلیم وتلقین، عمرو بن العاص رضؓ جنگی مصروفیتون کے سلسلہ مین تعلیم وتلقین کا فرض بھی انجام دیتے تھے، سریۂ ذات السلاسل مین کامیابی کے بعد وہین مقیم ہوکر نومسلمون کو تعلیم دیتے تھے، آنحضرت صلعم کے بعد جب لوگون کو دنیا طلبی کی ہوس زیادہ ہوگئی تھی، اس وقت لوگون کے سامنے تقریر کرتے، اور ان کو اسوۂ نبوی کے اتباع کی ہدایت کرتے تھے، علی بن رباح روایت کرتے ہین کہ ایک دن عمرو بن العاصؓ برسرِ منبر تقریر کررہے تھے، کہ "آج تم لوگون کا یہ حال ہورہا ہے کہ آنحضرت صلعم جن چیزون سے احتراز فرماتے تھے، تم ان کی طرف راغب ہوتے ہو، تم لوگ دنیا کی تمنا کرتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلعم اس سے کنارہ کشی اختیار فرماتے تھے[2]"،

اجتہاد، تمام مسائل مین علی الترتیب قرآن وحدیث سے کام لیتے تھے، لیکن جہان ان دونون سے رہنمائی نہ ہوتی، اور ان کے حل کرنے کا کوئی تیسرا ذریعہ ہوتا تو اجتہاد سے کام لیتے، سریۂ ذات السلاسل مین ایک شب نہانے کی ضرورت پیش آگئی، جاڑا بہت سخت تھا، نہانے مین بیماری کا خطرہ تھا، اور نہ نہانے کی صورت مین نماز جاتی تھی، لہٰذا اس موقعہ پر انھون نے غسل کی حالت کو وضو پر قیاس کیا، کہ پانی نہ ملنے یا بیماری کے خطرہ کی صورت مین تیمم جائز ہوجاتا ہے، چنانچہ تیمم کرکے نماز پڑھ لی، واپس ہوکر آنحضرت صلعم سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ عمرو بن العاصؓ، تم نے جنابت کی حالت مین نماز پڑھ لی، عرض کی یا رسول اللہ صلعم، رات بہت ٹھنڈی تھی، نہانے کی صورت مین ہلاکت کا خوف تھا، اس

[1] تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۵۶،

[2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۰۴،

موقعہ پر مجھ کو قرآن کی یہ آیت یاد آگئی کہ لاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما اس لئے مین نے تیمم کر لیا، آنحضرت صلعم ہنس کر خاموش ہو گئے[1]،

ادب و انشا — عمرو بن العاصؓ نے ادب و انشار مین خاص ذوقِ سلیم پایا تھا، یہ اپنے عہد کے بہترین انشاپردازون مین تھے، اختصار جامعیت اور بدیع تشبیہات ان کی انشاپردازی کی خصوصیات تھین، تاریخ کی کتابون مین انکی ادبیت کی بہت سی مثالین ہین، ہم چند بطور نمونہ نقل کرتے ہین مشہور عام الرمادہ مین یعنی جس سال عرب مین قحط پڑا تھا عمرو بن العاصؓ کو مصر سے غلہ بھیجنے مین تاخیر ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ :-

جب تم اور تمھارے ساتھی شکم سیر ہون تو تم اسکی پروا نہین کرتے کہ مین اور میرے ساتھی ہلاک ہو جائین، المدد! المدد! انھون نے فوراً جوابدیا،

لبیک، لبیک مین اتنا بڑا اونٹون کا قافلہ بھیجتا ہون کہ اس کا اگلا سرا آپ کے پاس ہے اور پچھلا سرا میرے پاس ہے[2]،

حضرت عثمانؓ کے عہد مین انکی معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، معزولی کے اسباب مین ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ مصر کے خراج کی رقم کم وصول ہوئی، ان کی جگہ عبداللہ بن ابی سرح کا تقرر ہوا، تو وہ کمی کی شکایت جاتی رہی، مصر سے واپسی کے بعد اس بارہ مین ان سے اور حضرت عثمانؓ سے جو گفتگو ہوئی وہ طنزیات کا ایک دل آویز نمونہ ہے،

عثمانؓ، تم عبداللہ بن ابی سرح کو کس حال مین چھوڑ آئے،

عمرو، جیسا آپ چاہتے تھے،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۰۴، [2] حسن المحاضرہ سیوطی ص ۷۸،

عثمانؓ ۔ وہ کیا ۔

عمروؓ ۔ اپنے نفس کے لئے قوی اور خدا کے لئے کمزور ،

عثمانؓ ۔ مین نے تو انکو تمھارے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی ،

عمروؓ ۔ تو آپ نے ان پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا ،

عثمانؓ ۔ دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا (یعنی خراج زیادہ وصول ہوا)

عمروؓ ۔ لیکن بچے بھوکے رہ گئے[1]

اسی طریقہ سے جب امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے قبرس پر حملہ کی اجازت مانگی، تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ سے سمندر کے حالات پوچھ بھیجے، انھون نے جواب لکھا،

انی رایت خلقا عظیما یرکبہ خلق صغیر ان رکد خرق القلوب وان تحرک ازاغ العقول ... ان مال غرق وان نجا برق[2]

مین نے ایک بڑی مخلوق (سمندر) دیکھی، جس پر چھوٹی مخلوق اس طرح سوار ہوتی ہے، جیسے لکڑی پر کیڑا، کہ اگر لکڑی ذرا بھی پلٹا کھائے، تو کیڑا ڈوب جائے، اور اگر صحیح سلامت نکل جائے، تو خوفزدہ اور ہراسان رہجائے،

حلیہ، پستہ قد، فربہ اندام، بالون مین سیاہ خضاب کرتے تھے، ایک مرتبہ اس قدر گہرا خضاب کیا کہ بال کوّے کے پر کی طرح کالے ہو گئے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا، یا عبدالرحمٰن! یہ کیا؟ عرض کی امیرالمومنین! مین چاہتا ہون کہ مجھکو آپ کسی قابل شمار کرین، اس کے بعد پھر انھون نے کوئی اعتراض نہین کیا،[3]

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۹ [2] طبری ۲۸۲۱، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۴،

اخلاق وعادات، | عمروبن العاصؓ کو ابتلا وآزمایش کے مختلف دوروں سے گذرنا پڑا اور
ایمن وہ ایک صحابیٔ رسولؐ کی حیثیت سے اپنا دامن نہ بچا سکے، اور بعض اس قسم کی لغزشین
سرزد ہوگئین، جو کسی طرح بھی ایک صحابی کے شایانِ شان نہین کہی جاسکتین، تاہم وہ
بارگاہ نبوی کے جلیس اور آپ کے صحبت یافتہ تھے، اس لئے ان لغزشون کے باوجود
بھی آپ کے وہ فضائل نظرانداز نہین کئے جاسکتے، جو فیضانِ نبوت نے تمام صحابہ کرام مین پیدا
کردیئے تھے، اسی لئے ایک دقیقہ رس نگاہ ان کے دامنِ عفاف مین خفیف بدنما دھبون
کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی نقوش بھی دیکھتی ہے، جس سے ہر صحابی گل بدامن تھا،

قوتِ ایمان، | قوتِ ایمان تمام فضائل کا سرچشمہ ہے، کہ اسی سے تمام فضائل کا ظہور ہوتا ہے
اسی لئے قرآن نے اعمال صالحہ کے قبل ایمان کا مطالبہ کیا ہے، عمروبن العاصؓ کی ایمانی قوت
کا خود زبانِ رسالت صلعم نے اعتراف کیا ہے، کہ اسلم الناس و آمن عمرو بن العاص[1]
ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ ابنا العاص مومنان یعنی ھشام و عمروؓ[2]

یہ صرف آنحضرت صلعم کا حسن ظن نہ تھا بلکہ واقعات اسکی نقطہ بہ لفظ تصدیق کرتے ہین
ایک مرتبہ عمروبن العاصؓ کو آنحضرت صلعم نے بلابھیجا کہ لباس بدل کر ہتھیار لگاکر آئین، یہ
حسب الحکم حاضرِ خدمت ہوے، آنحضرت صلعم وضو فرمارہے تھے، نظر اٹھاکر دیکھا، پھر نظر نیچی
کرکے فرمایا کہ مین تم کو امیر بناکر بھیجنا چاہتا ہون، انشاء اللہ تم محفوظ رہوگے اور مالِ غنیمت بھی
ہاتھ آئیگا، اس سے تمکو بھی وافر حصہ ملے گا، عرض کیا یا رسول اللہ صلعم! مین مال کی طمع مین اسلام
نہین لایا، بلکہ اس کو دلی رغبت کے ساتھ قبول کیا، فرمایا مال صالح مرد صالح کے لئے
بہتر ہے[3]، ایک موقع پر آپ نے فرمایا عمروبن العاصؓ قریش کے صالح اشخاص مین ہین

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۵، [2] ایضاً ج ۴ ص ۳۵۳، [3] ایضاً ص ۱۹۷،

عبد اللہ اور ابو عبد اللہ (عمرو بن العاص) کیا اچھے گھرانے کے لوگ ہین[1]۔

حق پسندی | گو عمرو بن العاصؓ کی زندگی مین ایسے واقعات ملتے ہین جن کو کوئی حق پسند آدمی گوارا نہین کرسکتا لیکن اس کے اسباب دوسرے تھے، ورنہ طبعاً وہ حق پرست تھے، امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کی لڑائیون مین گو یہ امیر معاویہ کے طرفدار تھے، اور لوگون کو بھی ان کی طرفداری پر آمادہ کرتے تھے لیکن سیاسی معاملات کے علاوہ انھون نے کسی ناحق بات مین ان کی حمایت نہین کی، ذیل کے واقعہ سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے، ایک دن خانہ کعبہ کے سایہ دیوار کے تلے بیٹھے لوگون کو حدیث سنارہے تھے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس نے خلوص دل سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اس کو مقدور بھر اسکی حمایت کرنی چاہیئے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو تو اسکی گردن اڑادینی چاہیئے، عبد الرحمٰن بن عبد رب کعبہ (اس حدیث کے راوی) نے کہا کہ خدا آپ کو خوش رکھے کیا یہ حدیث آپ نے آنحضرت صلعم سے سنی ہے، عمرو بن العاصؓ نے اپنے کانون اور قلب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میرے دونون کانون نے سنی اور قلب نے محفوظ رکھی، اس پر عبد الرحمٰن نے کہا کہ تمھارے ابن عم معاویہ ہم لوگون کو ناجائز طور پر ایک دوسرے کے مال کھانے اور جانین ضایع کرنے کا حکم دیتے ہین، حالانکہ خدا فرماتا ہے، کہ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما، یہ سنکر عمرو بن العاصؓ چپ ہوگئے، اور کہا کہ جسمین خدا کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، اسکو مانو، اور جسمین ہوتی ہو اسکو نہ مانو[2]،

اوپر کے واقعات سے معلوم ہوا ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے متعدد مواقع پر عمرو بن العاصؓ کی تعریفین کین لیکن ان مین زیادہ وہ ہین جو کسی خاص واقعہ کے سلسلہ مین تھین، ان کے علاوہ

---

[1] کنز العمال ج ۶ فضائل عمرو بن العاصؓ، [2] مسلم ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ مصر،

بارہا بلا کسی خاص سبب کے بھی آپ نے مدح کا شرف بخشا، ایک موقعہ پر فرمایا کہ عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں ہیں[1]، زبانی تعریف کے ساتھ ان کو دل سے بھی محبوب رکھتے تھے، حسن روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عمرو بن العاص رضی سے کہا کہ کیا وہ شخص نیک خصلت نہیں ہے جسکو آنحضرت صلعم نے آخر دم تک محبوب رکھا ہو، یہ بولے اسکی سعادت میں کس کو شک ہو سکتا ہے[2] کہا، آنحضرت صلعم آخر دم تک تم سے محبت کرتے رہے[3]؛

تدبیر و سیاست | عقل و دانش اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے عمرو بن العاص رضی کا شمار ان چند مخصوص اشخاص میں تھا جو اس زمانہ کے عربوں میں ارباب تدبیر و سیاست کہلاتے تھے[4]، ان کی اصابت رائے کا خود آنحضرت صلعم نے اعتراف فرمایا کہ تم اسلام میں صائب رائے کے آدمی ہو[5]، فاروق اعظم جیسا مدبر کہتا تھا کہ عمرو بن العاص رضی حکومت کے لئے موزون ہیں، اور جب کسی خام کار اور ضعیف الرائے شخص کو دیکھتے تو تعجب سے فرماتے اس شخص اور عمرو بن العاص رضی کا خالق ایک ہے[6]،؟!! اسی تدبیر و شجاعت کی بنا پر آنحضرت صلعم اکثر مہمات انھیں کے سپرد فرماتے تھے، اور بعض مرتبہ ابوبکر رضی و عمر رضی جیسے جلیل القدر صحابہ پر امیر بناتے تھے[7]، جنگ صفین میں امیر معاویہ حضرت علی رضی کے مقابلہ میں سپر ڈالنا چاہتے تھے، لیکن محض عمرو بن العاص رضی کی تدبیر نے دفعۃً ہوا کا رخ بدل دیا، اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ان کی بے نظیر سیاست کا کرشمہ تھا انکی زندگی کا ہر صفحہ تدبیر و سیاست کے واقعات سے پُر ہے، مغیرہ بن شعبہ تدبیر و سیاست میں انکا جواب تھے، اس لئے کبھی کبھی دونوں میں چشمک ہو جایا کرتی تھی،

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۰۳، [3] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۰ و استیعاب و اسد الغابہ وغیرہ [4] کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۷، [5] اصابہ ج ۵ ص ۳، [6] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۶،

امیر معاویہؓ نے انکو مصر کی حکومت پر سرفراز کرنے کے بعد ان کے بیٹے عبداللہؓ کو کوفہ کا والی مقرر کیا، مغیرہ کو معلوم ہوا تو انھون نے امیر معاویہ سے کہا کہ ان دونون باپ بیٹون کو مصر اور کوفہ کا والی بنا کے تم نے اپنے کو شیرون کے جبڑے کے درمیان دیدیا، امیر معاویہ نے بھی خطرہ محسوس کیا، چنانچہ عبداللہؓ کو معزول کرکے ان کی جگہ مغیرہ کو مقرر کیا، عمرو بن العاصؓ کو اس شکایت کی خبر ہوئی، تو انھون نے امیر معاویہ سے کہا کہ تم نے ایسے شخص کو کوفہ کی حکومت سپرد کی ہے کہ اگر وہ خراج کھا جائے، تو وصول بھی نہ ہوسکے، مغیرہ واقعی بہت مفلس و نادار تھے، اس لئے امیر معاویہ کی سمجھ مین آگیا، چنانچہ انھون نے خراج کا عہدہ نکال کر صرف امامت کے فرائض باقی رکھے، مغیرہ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ یہ تمھاری شکایت کا نتیجہ ہے، انھون نے کہا نہین، بلکہ تمھاری شکایت کا جواب ہے[1]،

جہاد فی سبیل اللہ عمرو بن العاصؓ کے صحیفۂ حیات مین جہاد فی سبیل اللہ کا عنوان بہت نمایان ہے، تمام مغازی مین مشہور مجاہد خالد بن ولید کے دوش بدوش رہے، چنانچہ فرماتے ہین، کہ "ابتداے اسلام سے آنحضرت صلعم نے کسی کو مغازی مین میرے اور خالدؓ کے برابر نہین کیا[2]" شام، مصر اور طرابلس وغیرہ کی فتوحات اوپر تفصیل سے گذر چکی ہین، مدینہ مین ذرا بھی کوئی خطرہ پیدا ہوتا، فوراً ان کی تلوار میان سے نکل آتی تھی، ایک مرتبہ کسی سبب سے اک بیک لوگون مین کچھ انتشار پیدا ہوگیا، اور عام بھاگڑ پڑ گئی، البتہ حضرت سالمؓ ابوحذیفہ کے غلام مسجد مین تلوار چھپائے کھڑے رہے، عمرو بن العاص نے دیکھا تو یہ بھی تلوار لگا کر انھین کے پاس کھڑے ہوگئے، یہ عام سراسیمگی دیکھکر آنحضرت صلعم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ تم لوگ خدا اور رسول کی پناہ مین کیون نہ آئے، اور عمرو بن العاصؓ اور سالم کو کیون نہ نمونہ بنایا[3]،

[1] طبری [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۵، [3] اصابہ ج ۵، ص ۳،

صدقات وخیرات، | خدا کی راہ مین بہت فراخدلی کے ساتھ صدقہ دیتے تھے، جس کا اعتراف خود آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک نے بار ہا کیا ہے، علقمہ بن رمثہ بلوی بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے ایک سریہ مین عمرو بن العاصؓ کو بحرین بھیجا، اور خود ایک دوسرے سریہ مین نکلے ہملوگ بھی ہمرکاب تھے، آپ پر کچھ غنودگی طاری ہوگئی، بیدار ہوئے تو فرمایا کہ خدا عمرو پر رحم کرے، یہ دعا سنکر ہم مین سے ہر شخص اس نام کے اشخاص کا ذکر کرنے لگا، دوبارہ پھر آنکھ جھپک گئی، پھر ہوشیار ہوکر فرمایا، کہ خدا عمرو پر رحم کرے، جب تیسری مرتبہ آپنے پھر اسکو دہرایا، توہم لوگوں سے ضبط نہ ہوسکا، اور پوچھا آپ کا ارشاد کس عمرو کے متعلق ہی، فرمایا عمرو بن العاص، ہم لوگون نے سبب پوچھا فرمایا، کہ مجھکو وہ وقت یاد آگیا جب مین لوگون سے صدقہ منگواتا تھا، تو وہ بہت وافر صدقہ لاتے تھے، اور جب پوچھتا کہ کہان سے لاتے ہو تو کہتے خدا نے دیا[1]، ایک موقع پر آپ نے ۳ مرتبہ فرمایا، خدایا عمرو بن العاص کی مغفرت فرما، مین جب انکو صدقہ کے لئے بلاتا تھا، تو وہ صدقہ لاتے تھے[2]،

حضرت خالد بن ولیدؓ

نام ونسب، | خالد نام، ابو سلیمان کنیت، سیف اللہ لقب، سلسلہ نسب یہ ہی، خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، مان کا نام لبابہ تھا، یہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی قریبی عزیزہ تھین،

خاندانی حالات، | خالدؓ کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قبہ اور اعنہ یعنی فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ انھین کے خاندان مین تھا[3]، اور ظہور اسلام کے

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۵، [2] کنز العمال ج ۷ فضائل عمرو بن العاص،

[3] عقد الفرید ج ۲

وقت خالدؓ اس معزز عہدہ پر ممتاز تھے چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانون کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے آیا تھا، اس کے سردار خالدؓ ہی تھے[۱]، غزوۂ احد مین مسلمانون کے خلاف بڑی شجاعت سے لڑے اور مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے پیر انھین کی ہمت سے دوبارہ جمے،

اسلام | ان کے اسلام کے بارہ مین مختلف روایتین ہین لیکن سب مین مستند روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے جو عمرو بن العاصؓ کے اسلام کے سلسلہ مین اوپر لکھی جا چکی ہے، اسکی رو سے ان کے اسلام کا زمانہ ۵ھ اور ۸ھ کے درمیان ہے، عمرو بن العاصؓ جب اسلام لانے کے قصد سے حبشہ سے چل کر عرب آئے، اور اسی غرض سے مدینہ کا رخ کیا، تو راستہ مین قریش کا ایک اور خوش قسمت ہیرو اسی غرض سے مدینہ کا رہ نورد نظر آیا یہ خالد بن ولیدؓ تھے، وہ بھی اسلام ہی لانے کی نیت سے مدینہ جا رہے تھے، عمرو بن العاصؓ نے انکو راستہ مین دیکھکر پوچھا کہان کا قصد ہے، بولے خدا کی قسم خوب بالنسہ پڑا، یہ شخص (آنحضرت صلعم) یقیناً نبی ہے، چلو اسلام کا شرف حاصل کرین، آخر کب تک؟ چنانچہ یہ دونون ساتھ آئے اور پہلے خالدؓ پھر عمرو بن العاصؓ مشرف باسلام ہوئے[۳]،

ہجرت | اسلام کے بعد عمرو بن العاص مکہ لوٹ گئے، مگر خالد بن ولید مدینہ ہی مین مستقل قیام پذیر ہو گئے،

غزوات | ابھی اوپر گذر چکا ہے، کہ ظہور اسلام کے وقت خالد اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز تھے، اسلام کے بعد بھی آنحضرت صلعم نے انکا یہ اعزاز قایم رکھا، اس سے فتوحات اسلامی مین

---

[۱] استیعاب ج اول ص ۱۵۷، [۲] بخاری کتاب المغازی باب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب، [۳] تفصیل کے لئے دیکھو مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۹۸

بڑی مدد ملی[1]، خالدؓ جب تک اسلام نہین لائے تھے، مسلمانون کے لئے سخت خطرہ تھے اور اسلام کے بعد مشرکون کے لئے سخت ترین خطرہ بن گئے، چنانچہ اکثر غزوات مین ان کی بے پناہ تلوار سے مشرکین کا شیرازہ بکھیرتی رہی،

غزوۂ موتہ | اسلام لانے کے بعد اول اول غزوۂ موتہ مین شریک ہوے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ مین حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ ایک خط شاہ بصری کے پاس بھیجا تھا، یہ بزرگ خط لیکر مقام موتہ تک پہونچے تھے، کہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے شہید کردیا، آنحضرت صلعم اور عام مسلمانون پر اسکا سخت اثر ہوا، چنانچہ آپ نے اس خونِ بے گناہی کے انتقام کے لئے ۳ ہزار کی جمعیت زید بن حارثہ کی سرکردگی مین روانہ کی[2]، اور ہدایت فرمائی، کہ اگر زید شہید ہون تو جعفر ان کی جگہ لین، اگر یہ بھی شہید ہون، تو عبداللہ بن رواحہ قائم مقامی کرین، چنانچہ اسی ترتیب سے تینون بزرگون نے میدانِ جنگ مین جامِ شہادت پیا، آخر مین خالدؓ نے علم سنبھالا[3]، مگر مسلسل تین افسرون کی شہادت سے مسلمانون کے دل ٹوٹ چکے تھے، اسلئے وہ دوبارہ شکست تو نہ دے سکے تاہم خالدؓ اپنی جنگی قابلیت سے باقی ماندہ فوج کو بچا لائے، اسی جنگ مین خالدؓ کے ہاتھ سے ۹ تلوارین ٹوٹی تھین، اور آنحضرت صلعم نے اس کے صلہ مین "سیف اللہ" کا معزز لقب ان کو عطا فرمایا تھا[4]،

فتح مکہ | فتح مکہ مین میمنہ کے افسر تھے[5]، لیکن جنگ کی نوبت نہین آئی، روساے قریش نے بلا مزاحمت ہتھیار ڈال دیئے، صرف چند مشرک مارے گئے، وہ بھی اس وجہ سے کہ آنحضرت صلعم نے خالدؓ کو حکم دیا تھا، کہ وہ اپنے دستہ کو مکہ کے بالائی حصہ کدا کی جانب سے لے کر آئین چنانچہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۱، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۲،

[3] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ، [4] ایضاً، [5] مسلم ج ۲ ص ۸۶ طبع مصر،

یہ آرہے تھے، کہ راستہ مین مشرکون کا ایک جتھا مزاحم ہوا،[۱] اور پیہم تیر باری شروع کر دی، خالدؓ نے بھی جوابی حملہ کیا، اس مین چند مشرک مرے، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی، تو آپ نے بازپرس کی، انھون نے کہا، کہ ابتدا انھین کی جانب سے ہوئی تھی، آپ نے فرمایا خیر مرضی الٰہی بہتر ہی[۲]

غزوۂ حنین، فتح مکہ کے بعد بنو ثقیف وہوازن، اوطاس کے میدان مین جمع ہوئے آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلے، قبیلون کے اعتبار سے فوج کے مختلف حصے تھے، بنو سلیم کا قبیلہ مقدمۃ الجیش تھا، اس کی کمان خالدؓ کے سپرد تھی،[۳] اس جنگ مین بھی یہ نہایت شجاعت وشہامت سے لڑے، اور بہت سے وار جسم پر کھائے، آنحضرت صلعم عیادت کے لئے تشریف لائے، زخمون کو دم کیا، اور خالدؓ جلد شفایاب ہو گئے،[۴]

طائف، حنین کی مشرکون کی شکست خوردہ فوج بڑھکر طائف کے قلعہ مین قلعہ بند ہو گئی، اور جیسے ہی مسلمان ادھر سے گذرے اس نے قلعہ کے اندر سے تیر برسانا شروع کر دیئے جسمین کافی مسلمان شہید ہوئے، مسلمانون نے بھی مدافعانہ حملہ کیا، اس فوج کا مقدمۃ الجیش بھی خالدؓ کی ماتحتی مین تھا[۵]

تبوک، ۹ھ ہجری مین آنحضرت صلعم کو خبر ملی کہ رومیون نے مسلمانون کے خلاف شام مین فوج جمع کی ہی، اور اسکا مقدمۃ الجیش بلقار تک پہونچ چکا ہے، چنانچہ آپ ۳۰ ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلے لیکن خبر غلط نکلی، اس لئے کوئی معرکہ نہ پیش آیا، تاہم احتیاطاً ۲۰ دن مقام تبوک مین آپ نے قیام فرمایا[۶]، اس نواح کے عربی النسل عیسائی روسا قیصر روم کے ماتحت تھے، انھین کے ذریعہ سے رومی ریشہ دوانیان کیا کرتے تھے، اس لئے ان کا مطیع کرنا، ضروری تھا، چنانچہ ایلہ اور اذرح کے رئیسون نے اطاعت قبول کر لی[۵] صرف دومۃ الجندل

---

[۱] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۸ و بخاری باب فتح مکہ، [۲] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۸، [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۳ [۴] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۴، [۵] ایضاً، [۶] زرقانی ج ۳ ص ۸۶،

کا رئیس اکیدر بن عبد الملک باقی رہگیا، آنحضرت صلعم نے خالدؓ کو ۴۰۰ سو آدمیون کے ساتھ اسکو مطیع بنانے پر مامور کیا، اس کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا، مگر مارا گیا، اور بقیہ ساتھی بھاگ کے قلعہ مین پناہ گزین ہو گئے، خالدؓ نے اکیدر کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیا، یہان اگر اس نے بھی جزیہ دیکر اطاعت قبول کر لی، اور آپ نے اسکو جان و مال کا امان نامہ عطا فرمایا[1]،

سریۂ بنو جذیمہ | اسی سنہ مین دعوت اسلام کے سلسلہ مین آنحضرت صلعم نے خالد کو ۳۰۰ سو مہاجرین والضار کے ساتھ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، انھون نے آنحضرت صلعم کی ہدایت کے مطابق انکو اسلام کی دعوت دی، مگر ناواقفیت کی وجہ سے وہ صحیح الفاظ مین اسلام کا اظہار نہ کر سکے اور بجاے "اسلمنا" کے یعنی ہم ایمان لائے "صبانا" کہا یعنی ہم بے دین ہو گئے، مشرکین سے وہ مسلمانون کو "صابی" بے دین کہتے ہوئے سنتے تھے، اس لئے انھون نے بھی انھین الفاظ مین اسلام کا اظہار کیا، حضرت خالدؓ اسکو نہ سمجھ سکے، اور سب کی گردنین اڑانے کا حکم دیدیا، بہت سے مہاجرین والضار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا، پھر بھی بہتیرے لوگ مارے گئے، واپسی پر آنحضرت صلعم نے واقعہ سنا تو بہت متاسف ہوئے، اور ہاتھ اٹھا کر تبری ظاہر کی کہ خدایا: مین خالدؓ کے اس فعل سے بری ہون[2]، پھر حضرت علیؓ کو ان سب کی دیت دیکر بھیجا، چنانچہ حضرت علیؓ نے سب کو جان و مال کا معاوضہ دیا[3]، حتی کہ کتون کا خون بہا بھی ادا کیا، اور اس کے بعد جتنا مال بچا سب انھین لوگون مین تقسیم کر دیا[4]،

سریۂ نجران | اس سلسلہ کا ایک اور سریہ سنہ ۱۰ھ مین حضرت خالدؓ کی سرکردگی مین بنو عبد المدان نجرانی

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۰، [2] بخاری کتاب المغازی باب سریۂ بنو جذیمہ [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۷، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۲،

کی طرف بھیجا گیا، چونکہ اکبر تبہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے اس مرتبہ آنحضرت صلعم نے خاص طور پر ہدایت فرمادی، کہ محض اسلام کی دعوت دینا تلوار نہ اٹھانا چنانچہ حضرت خالدؓ نے اس کی پوری پابندی کی، اور میدانِ جنگ کے سپاہی دفعۃً مبلغِ اسلام کے قالب مین آگئے، بنو عبدالمدان نے اسلام قبول کرلیا، اور سیف اللہ نے معلم مذہب بنکر ان کی تعلیم وتربیت شروع کردی جب یہ لوگ اسلامی مسائل سے واقف ہوگئے، توآنحضرت صلعم کو اطلاع دی، آپ نے سبکو طلب فرمایا، چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوئے، اور دیدارِ جمال نبوی سے فیضیاب ہوکر واپس گئے، [1]

سریہ یمن اسی سنہ مین آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کی امارت مین ایک سریہ یمن بھیجا، اسی سنہ مین دوسری جانب سے حضرت خالدؓ کو روانہ فرمایا، اور حکم دیا، کہ جب دونون ملین تو امارت علی کے متعلق رہے گی، اور چلتے چلتے یہ ہدایت فرمادی کہ جنگ کا آغاز تمھاری جانب سے نہ ہو البتہ اگر یمن والے پیشقدمی کرین تو تم مدافعت کرسکتے ہو، چنانچہ ان لوگون نے یمن پہونچ کر اسلام پیش کیا، لیکن اس کے جواب مین تیر اور پتھر چلے، تب مسلمانون نے جوابی حملہ کیا، اور یمنی پسپا ہوئے مگر ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہین کی گئی، بلکہ پھر دوبارہ اسلام پیش کیا گیا، اور انھون نے بلا جبر واکراہ قبول کرلیا، [2]

سریہ عزی عزی قریش وکنانہ کا صنم کدہ تھا، اسکی یہ لوگ بڑی عظمت کرتے تھے، آنحضرت صلعم نے خالدؓ کو اس کے انہدام پر مامور فرمایا، انھون نے گرا کر آپ کو اطلاع دی، آپ نے پوچھا، تم نے وہان کچھ دیکھا بھی تھا، عرض کی نہین، فرمایا پھر جاؤ، گرانے کا اعتبار نہین، چنانچہ دوبارہ واپس گئے، اس مرتبہ یہان ایک بھیانک شکل کی عورت نکلی، [3] خالدؓ نے اس کا کام تمام

۱؎ زرقانی ج ۳ ص ۱۱۶، ۲؎ ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۲،

۳؎ یہی عورتین صنم کدون مین بد اخلاقیون کی بنیاد ہوتی تھین،

کر کے آنحضرت صلعم کو اطلاع دی، فرمایا ہان جاؤ، اب تم نے کام پورا کیا[1]،

مدعیانِ نبوت کا استیصال | عہد صدیقی مین جب مدعیانِ نبوت کا فتنہ اٹھا، اور اس سلسلہ مین فوجین روانہ کی گئین، تو خالد طلیحہ کی سرکوبی پر مامور ہوئے، انھون نے اسکا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے اس کے اعوان و انصار کو قتل کیا، اور اس کے بڑے دست و باز و عیینہ بن حصین کو ۳۰ آدمیون کے ساتھ گرفتار کر کے پابجولان دربارِ خلافت مین حاضر کیا[2]،

یمامہ مین شرحبیل بن حسنہ مشہور کذاب مسیلمہ سے برسرِ پیکار تھے، خالدؓ طلیحہ سے فارغ ہو کر ان کی مدد کو بڑھے، راستہ مین مجاعہ ملا، اس کے ساتھیون سے لڑ کر اسکو گرفتار کئے ہوئے یمامہ پہونچے، اور مسیلمہ مشہور قاتلِ حمزہؓ وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا[3]،

مرتدین کی سرکوبی | مدعیانِ نبوت کی مہم سے فارغ ہو کر منکرینِ زکوٰۃ اور مرتدین کی طرف بڑھے، اور سب سے پہلے اسد و غطفان سے نبرد آزما ہوئے، ان مین کچھ جان سے مارے گئے، اور کچھ گرفتار ہوئے، جو باقی بچے وہ تائب ہو گئے[4]، ان معرکون کے علاوہ ارتداد کے سلسلہ مین جس قدر لڑائیان ہوئین، ان سب مین خالدؓ پیش پیش تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین:-

ان الفتوح فی اھل الردۃ کلھا کانت لخالد بن ولید وغیرہ[5]

یعنی ارتداد مین جتنی فتحین ہوئین وہ خالد بن ولیدؓ وغیرہ کا کارنامہ ہے،

عراق پر فوج کشی اور اس کے اسباب | جزیرۃ العرب اس عہد کی دو عظیم الشان سلطنتون کے درمیان گھرا ہوا تھا، ایک طرف شام مین رومی چھائے ہوئے تھے، دوسری طرف عراق پر کیانی خاندان قابض تھا، یہ دو سلطنتین ہمیشہ عربون کی آزادی سلب کرنے کی فکر مین رہتی تھین گو پورے طور پر عربون پر انکا قابو

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی، ص ۱۰۵، [2] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۵، [3] ایضاً ص ۱۴۶،
[4] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۷۲، [5] طبری واقعات ۱۱ھ،

نہ چلا، تاہم جب بھی ان کو موقعہ ملا، انھون نے عرب پر تسلط جمانے کی کوشش کی، یمن کے حمیری خاندان کا خاتمہ ایرانیون کے ہاتھون ہوا گو برائے نام حمیری حکمران تھے، لیکن اسکا سیاہ وسپید تمامتر ایرانیون کے ہاتھ مین تھا، بحرین اور عمان بھی ان کے زیر اثر تھے، ان کے علاوہ مختلف اوقات مین عرب کے سولہ مقامات ایرانی مرزبانون کے قبضہ مین رہ چکے تھے[۱]، عراقی لخمی خاندان کو بھی ایرانیون ہی نے مٹایا، ایرانیون کا یہ استبداد ظہور اسلام کے وقت تک باقی تھا، چنانچہ جنگ ذی قار مین جب ایرانیون نے عربون سے شکست کھائی، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا، آج عرب نے عجم سے اپنا منصفانہ بدلہ لیا[۲]،

یہی حال قیصری حکومت کا تھا، جب اسکو موقعہ ملتا رہا، شام کی جانب سرزمین عرب مین قدم بڑھاتی رہی، شام مین جو عرب خاندان آباد تھے، ان پر آل جفنہ قیصر کی جانب سے حکومت کرتے تھے، گو آل جفنہ عربی النسل تھے لیکن ان کا تقرر قیصری حکومت کرتی تھی[۳]، حبشہ کے عیسائیون نے رومیون کے اشارے سے عرب کی مرکزیت توڑنے کے لئے یمن کو فتح کرکے صنعا مین ایک کعبہ بنایا، کہ خانہ کعبہ کے پجاری تقسیم ہوجائین[۴]،

ظہور اسلام کے بعد جب عرب متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہوگئے، تو ان دونون سلطنتون کے لئے عرب کا سوال اور زیادہ اہم ہوگیا، اگر پہلے ملک گیری کی ہوس تھی، تو اب عربون سے پولٹیکل خطرہ نظر آرہا تھا، چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے خسرو پرویز کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس نے چاک کرڈالا اور بولا، "میرا غلام مجھکو یون لکھتا ہے"، اور فوراً آپ صلعم کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا[۵]، اسی طرح شرحبیل بن عمرو نے جو قیصر کی جانب سے بصریٰ کا حاکم تھا، آنحضرت صلعم

---

[۱] تاریخ ملوک حمزہ اصفہانی ص ۹۰ مطبوعہ برلن، [۲] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۰۴، [۳] تاریخ ملوک ص ۷۷،

[۴] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۹ [۵] طبری ص ۱۵۷۲،

کے قاصد کو قتل کرادیا، غرض ان حالات مین عرب کی خودمختاری کو باقی رکھنے کے لئے ضروری تھا، کہ ان دونون حریفون کو اچھی طرح بتادیا جائے، کہ اب عربون سے کھیلنا آسان کام نہین ہے، تاہم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہین کی،

لیکن وہ قبائل جو ہمیشہ ایرانی حکومت کی حرص و آز کا شکار رہتے تھے، انتقام کے جذبات سے لبریز تھے، چنانچہ عہد صدیقی مین جب ایران مین بدنظمی پیدا ہوئی، اور ایرانیون نے کسریٰ بن ہرمز کی لڑکی کو ایران کے تخت پر بٹھایا، تو ان قبائل کے جذبات انتقام سے دفعۃً بھڑک گئے، اور مثنیٰ بن حارث شیبانی نے اپنا جتھا لیکر عراق عجم کی سرحد پر تاخت و تاراج شروع کردی، لیکن بغیر خلیفۂ وقت کی سرپرستی کے کامیابی موہوم تھی، اس لئے حضرت ابوبکرؓ سے باضابطہ اجازت حاصل کی، آپ نے خالد بن ولیدؓ کو باقاعدہ ان کی امداد پر مامور کیا، نیز شرف امارت بھی عطا کیا،[1]

عراق کی فوج کشی

چنانچہ حضرت خالدؓ فتنۂ ارتداد کی مہمون سے فارغ ہو کر عراق کی طرف بڑھے، اور مقام نباج مین مثنیٰ سے مل گئے، اور بانقیا اور بار سوما کے حاکمون کو مطیع کرتے ہوئے ایلہ کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھا، یہ وہ نقطۂ اتصال تھا، جہان عرب و ہندوستان کے بری اور بحری خطوط آکر ملتے تھے، چنانچہ یہان کا حاکم ہرمز انھین راستون سے دونون مقامات پر حملے کیا کرتا تھا،[2] ہرمز کو مسلمانون کی پیش قدمی کی خبر ہوئی، تو فوراً اردشیر کو دربار ایران اطلاع بھیجی اور خود مقابلہ کے لئے بڑھا، کاظمہ مین دونون کا مقابلہ ہوا، ایرانیون نے اپنے کو زنجیرون مین جکڑ دیا تھا، کہ پاؤن نہ اکھڑنے پائین، لیکن قعقاع بن عمرو کی شجاعت نے زنجیر آہن کے ٹکڑے کر دیئے، اور ایرانیون نے بری طرح شکست کھائی،

---

[1] فتوح البلدان، فتوح عراق، [2] ابن خلدون ج ۲ ص ۷۹،

جنگ مذار ابھی یہ معرکہ ختم ہوا تھا، کہ ایرانیوں کی امدادی فوج کو جو قارن بن قریانس کی ماتحتی مین ہرمز کی مدد کو آرہی تھی، مذار مین ہرمز کے قتل اور ایرانیون کی شکست کی خبر ملی، چنانچہ قارن نے اسی جگہ اپنی فوج کی تنظیم کی، اور شکست خوردہ فوج کے سردار قباذ اور انوشجان کو امیر العسکر بنا کر نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا، خالدؓ کو اطلاع ہوئی، تو فوج لیکر مذار کی طرف بڑھے، لب جو دونون کا مقابلہ ہوا معقل نے قارن کو اور عاصم نے نوشجان کو، اور عدی نے قباذ کو ختم کیا، اور اس شدت کی جنگ ہوئی، کہ تیس ہزار ایرانی کام آئے، یہ تعداد اس کے علاوہ ہے، جو نہر مین ڈوب کر مرے[1]،

جنگ کسکر جنگ مذار کے انجام کی خبر ایران پہونچی تو اردشیر نے اندرزغر اور بہمن کو یکے بادیگر مسلمانون سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا، اندرزغر مدائن اور کسکر ہوتا ہوا ولجہ پہونچا، حیرہ اور کسکر کے تمام دہقانی اور آس پاس کے عرب بھی ایرانیون کی حمایت مین، اپنی اپنی فوجین لیکر اندرزغر کے قریب آکر خیمہ زن ہوئے، اس درمیان مین بہمن بھی پہونچ گیا، خالدؓ کو خبر ملی، تو سوید بن مقرن کو ایک دستہ پر مامور کر کے آئندہ ضرورت کے لئے ضروری ہدایات دے کر پیچھے چھوڑا، اور خود بڑھکر مورچہ بندی مین مصروف ہو گئے، ساحل کی قربت سے انھون نے فائدہ اٹھا کر نشیبی زمین مین تھوڑی تھوڑی فوج چھپا دی، کہ وہ عین ہنگامۂ کارزار مین نکل کر حملہ آور ہو جائے، اس ضروری تدبیر کے بعد جنگ چھڑ گئی، دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا، جب فریقین تھکنے لگے، تو مسلمان کمین گاہون سے نکل کے ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے ایرانیون کے پاؤن اکھاڑ دیئے، جدھر بھاگتے تھے مسلمان پیس دیتے تھے: اس لئے جو سپاہی جہان تھا وہین ختم ہو گیا، اندرزغر نکل بھاگا، لیکن پیاس کی شدت سے وہ بھی مر گیا، جنگ کے بعد مسلمانون

[1] طبری، ۲۰۲۷ و ۲۰۲۸ و ابن خلدون ج ۲ ص ۹۷،

نے عام آبادی سے کوئی تعرض نہین کیا، اور ان کو پوری آزادی دیدی[۱]،

جنگ الیس | گذشتہ جنگ مین عربی النسل عیسائی قبائل بھی ایرانیون کی حمایت مین مارے گئے تھے اس لئے جنگ کسکر کے بعد یہ لوگ پورے طور پر ایرانیون کے ساتھ ہوگئے، اردشیر نے بہمن کو عربی قبائل سے ملجانے کا حکم دیا، چنانچہ بہمن الیس کی طرف بڑھا، اور یہان کے حاکم جابان کو یہ ہدایت کرکے کہ "میری واپسی تک جنگ کا آغاز نہ کرنا، الیس روانہ کردیا، اور خود اردشیر کے پاس مشورہ کے لئے چلا گیا، وہان سے لوٹا، تو اور بقیہ عربی قبائل اور عربی چھاونی کی ایرانی سپاہ اکٹھا ہو چکی تھی، اسی درمیان مین خالدؓ بھی پہونچ گئے، ان کے پہونچتے ہی جنگ شروع ہوگئی، دیر تک کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا، خالدؓ نے منادی کرادی، کہ لڑائی روک کر صرف گرفتار کرو، چنانچہ مسلمان دار وگیر مین مصروف ہوگئے، اور زندہ گرفتار کرکے نہر کے کنارے قتل کرنا شروع کردیا، تاآنکہ نہر حقیقی معنون مین جوے خون بنگئی، اور ایرانی بری طرح مفتوح ہوئے[۲]،

الیس سے فارغ ہوکر خالدؓ امغیشیا کی طرف بڑھے لیکن یہان کے باشندے مسلمانون کا رخ دیکھکر پہلے ہی شہر خالی کرچکے تھے، اس لئے جنگ کی نوبت نہین آئی،

امغیشیا | امغیشیا کے قریب ہی حیرہ تھا، یہان کے حاکم آزادبہ کو خطرہ پیدا ہوا، کہ مسلمان امغیشیا کی طرف بڑھین گے، اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے لڑکے کو خالدؓ کے روکنے کے لئے آگے بھیجدیا، اور پیچھے سے خود بھی مدد کے لئے پہونچ گیا، امغیشیا اور حیرہ کے درمیان نہر فرات تھی، آزادبہ کے لڑکے نے اس کا بند باندھ دیا، اس سے مسلمانون کی کشتیان رک گئین، ملاحون نے جواب دیدیا کہ ایرانیون نے نہر کا رخ پھیر دیا ہے، اس لئے

[۱] طبری ص ۲۰۳۱، [۲] ابن خلدون ج ۲ ص ۸۰ وطبری ص ۲۰۳۱ تا ۲۰۳۳،

کشتیان نہین چل سکتین مسلمان کشتیون سے اتر پڑے، اور گھوڑون پر ابن آزادبہ کی طرف بڑھے فرات کے دہانہ پر دونون کا مقابلہ ہوا، ابن آزادبہ مارا گیا، اور فوج بھی تباہ ہوئی[۱]

حیرہ کی صلح، اس کے بعد دریا کا بند کھول کر مسلمان حیرہ کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہونچنے کے قبل آزادبہ حیرہ چھوڑ چکا تھا، مسلمان مقام غریئین مین ٹھہر گئے، حیرہ مین جو لوگ باقی رہ گئے تھے، وہ اس عرصہ مین قلعہ بند ہو گئے، خالدؓ نے ان کا محاصرہ کرلیا، پہلے صلح کی گفت وشنید ہوتی رہی، لیکن بے نتیجہ رہی، اور ایرانیون نے قلعہ کے اوپر سے سنگباری شروع کر دی، مسلمانون نے پیچھے ہٹ کے تیرون سے جوابدیا، اور قلعہ اور محلات کی دیوارین چھلنی کر دین، جب شہری آبادی محاصرہ سے گھبرا گئی، تو قسیسون اور راہبون نے قلعہ والون سے فریاد کی، کہ اس خون ریزی کی ساری ذمہ داری تم پر ہے، اسکو بند کرو، آخر مین جب قلعہ والے بھی عاجز ہو گئے، تو انھون نے خالدؓ سے صلح کی گفتگو کرکے ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ خراج پر صلح کر لی، اور خالدؓ نے ایک مفصل صلحنامہ لکھکر حوالہ کیا[۲]،

ملحقات حیرہ حیرہ کی صلح کے بعد اطراف کے کاشتکارون اور دیہی آبادی نے بھی جو حیرہ کے شرائط کی منتظر تھی، ۲۰ لاکھ سالانہ پر صلح کر لی[۳]، حیرہ اور ملحقات حیرہ کی کامل تسخیر کے بعد خالدؓ نے محافظین سرحد مین سے ضرار بن ازور، ضرار بن خطاب، قعقاع بن عمرو، مثنی بن حارثہ اور عتبہ بن شماس افسران سرحد کو دجلہ کی ترائی مین بڑھنے کا حکم دیا، یہ لوگ ساحل تک بڑھتے ہوئے چلے گئے،

انبار کی تسخیر، اس وقت گو اردشیر مر چکا تھا، اور ایرانیون مین اندرونی اختلافات کا طوفان برپا تھا، لیکن مسلمانون کے مقابلہ مین سب متحد تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین، وکان اھل

---

[۱] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۸، [۲] طبری ص ۲۰۴۷ تا ۲۰۴۱، [۳] ابن خلدون ج ۲ ص ۸۱،

فارس بموت اردشیر مختلفین فی الملک مجتمعین علی قتال خالد متساندین، یعنی ایرانی اردشیر کی موت کی وجہ سے بادشاہت کے بارے مین مختلف تھے، لیکن خالد سے جنگ کے بارے مین سب متحد اور ایک دوسرے کے معاون تھے، چنانچہ انھون نے اپنی مرکزیت قایم کرنے کے لئے فرخزاد کو عنانِ حکومت سپرد کردی تھی، اور انکی فوجین عین التمر، انبار اور فراض تک پھیلی ہوئی تھین، اس لئے خالدؓ حیرہ کے بعد انبار کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہونچنے سے پہونچنے یہان کے باشندے قلعہ بند ہوچکے تھے، چنانچہ ان کے پہونچتے ہی جنگ شروع ہوگئی، لیکن ایرانی قلعہ کے اندر سے تیر باری کر رہے تھے، اس لئے مسلمانون کا جوابی حملہ کامیاب نہ ہوتا تھا، خالدؓ نے قلعہ کے چارون طرف چکر لگاکر ان کے استحکامات کا اندازہ لگاکر حکم دیا، کہ انکھون پر تاک تاک کر تیر مارو، اس تدبیر سے دن بھر مین ایکہزار آنکھین بیکار کردین، اس مصیبت سے انبار کے باشندے چیخ اٹھے، اور فوج بدحواس ہوگئی، شیرزاد ایرانی سپہ سالار نے فوج کی ابتری دیکھی تو صلح کا پیام دیا، لیکن شرائط ایسے پیش کئے، کہ خالدؓ انکو منظور نہ کرسکے، اور خندق کا جو حصہ زیادہ تنگ تھا، اسکو بیکار اونٹون سے ذبح کرکے پاٹ دیا، اور مسلمان اس سے اتر کے قلعہ تک پہونچ گئے، ایرانی سمٹ کے قلعہ کے اندر داخل ہوگئے یہ آنکھون کی نشانہ بازی سے پہلے ہی گھبرا گئے تھے، مسلمانون کی اس غیر متوقع آمد سے اور ہمت چھوٹ گئی، اور شیرزاد نے بہمن کو فوج کی تباہ حالت جتاکر صلح پر آمادہ کرلیا، اس نے مجبور ہوکر صلح کرلی، اس کے بعد انبار کے باشندون نے صلح کی خواہش کی، چنانچہ پہلے بوازیج والون پھر اہل کلواذی نے صلح کرلی؛[1]

عین التمر | خالدؓ انبار کی مہم مین مصروف تھے کہ بہرام چوبین کا لڑکا مہران، مسلمانون کے مقابلہ کیلئے

[1] طبری ص ۲۰۵۹ تا ۲۰۶۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۵،

عین التمر پہونچ گیا، عربی قبائل مین نمر، تغلب، اور ایاد عقہ بن عقہ کے ساتھ علیحدہ مقابلہ پر آمادہ تھے[1] اس لئے خالد رضی اللہ عنہ انبار کے بعد عین التمر کی طرف بڑھے، ایرانیون نے ایرانی سپاہ قلعون مین محفوظ کردی، اور عربی قبائل کو مسلمانون کے مقابلہ کے لئے بڑھا کر ان پر جاسوس متعین کردیے کہ اگر ان مین قومی عصبیت نظر آئے تو فوراً تدارک ہوسکے بعض حق پسند ایرانی اس پر معترض ہوئے، ان کو جواب دیا، کہ انھین کی قوم نے ہمارا ملک تباہ کیا ہے، اس لئے انکو اپس مین کٹا دینا چاہیئے، عقہ مقام کرخ مین اپنی فوج مرتب کررہا تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ پہونچ گئے، اور اسکو گرفتار کرلیا سردار فوج کی گرفتاری سے فوج گھبرا گئی، اور میدان چھوڑ دیا، جو بچ گئے، وہ گرفتار ہوئے، خالد رضی اللہ عنہ انکی قوم فروشی سے بہت جلے ہوئے تھے، اس لئے پہلے عقہ کا کام تمام کرایا، پھر سب کی گردنین اڑا دین، مہران کو عربون کی حالت کی خبر ملی، تو وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا، لیکن جب شکست خوردہ عرب پہونچے، تو پھر اسکی ہمت بندھی، اور ایرانی قلعہ بند ہوگئے، خالد رضی اللہ عنہ سیدھے قلعہ تک بڑھتے چلے گئے[2]، ایرانیون نے نکل کے مقابلہ کیا، اور تھوڑے مقابلہ کے بعد پھر قلعہ مین داخل ہوگئے، مسلمانون نے محاصرہ کرلیا، بالآخر ایرانیون نے صلح کی درخواست کی، لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا، اور بزور شمشیر قلعہ فتح کیا[3] لیکن فتح کے بعد پھر کوئی سختی نہین کی، اور معمولی خراج کے سوا زمین پر کوئی ٹیکس نہین لگایا[4]،

دومۃ الجندل مین ہمیشہ سے مسلمانون کے خلاف سازشین ہوا کرتی تھین، چنانچہ عہد رسالت مین بھی اسی قسم کی ایک سازش ہوئی تھی، اسی لئے غزوۂ دومۃ الجندل ہوا تھا، عہد صدیقی مین پھر اسکا ظہور ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسکے تدارک کے لئے، عیاض بن غنم کو

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹ [2] طبری ص ۲۰۶۳ [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۵ [4] ایضاً ص ۲۵۶

[5] ابن خلدون ج ۲ ص ۷۹،

روانہ کیا، لیکن کلب، غسان اور تنوخ کے سب قبائل متحد تھے، اس لئے تنہا عیاض کا مقابلہ کرنا دشوار تھا، انھون نے خالدؓ کو مدد کے لئے بلایا، یہ عراق کی مہم چھوڑ کر عیاض کی مدد کو چلے گئے، اس وقت یہان دو حکمران تھے، اکیدر، اور جودی، اکیدر کو خالدؓ عہد رسالت مین مطیع کر چکے تھے اس لئے اس مرتبہ خالدؓ کی آمد کی خبر سنکر خوف کی وجہ سے جودی کی حمایت سے کنارہ کش ہوگیا، اور جب جودی ہمہ تن جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا، تو اکیدر دومۃ الجندل چھوڑ کے ہٹ گیا، مگر چونکہ پہلے اسکا شریک تھا، اس لئے گرفتار کراکے قتل کر دیا گیا، خالدؓ اور عیاض نے دو سمتون سے دومۃ الجندل کا محاصرہ کرلیا، جودی کی فوج متعدد جرنلون پر تقسیم تھی، جودی، ودیعہ کلبی، ابن رومانس، ابن ایہم، ابن حدرجان، چنانچہ ان لوگون نے متحدہ حملہ کیا، جودی اور ودیعہ گرفتار ہوئے، بقیہ فوج قلعہ مین گھس گئی، جب قلعہ بھر گیا، تو اندر سے اس کا دروازہ بند ہوگیا، اور فوج کا کافی حصہ باہر رہ گیا، اگر مسلمان چاہتے تو ان مین سے ایک بھی نہ بچ سکتا، لیکن حضرت عاصمؓ نے بنو کلب کو امان دیدی[1]، اور خالدؓ نے جودی کو قتل کرادیا، اور قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ کے اندر گھس گئے، اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا،

جنگ حصید و خنافس حضرت خالدؓ کے عراق چھوڑ کر شام چلے آنے سے وہان کا میدان صاف ہورہا تھا، ایرانی اور عرب دونون موقعہ کے منتظر رہتے تھے، چنانچہ جزیرہ کے عربون نے ایرانیون کو عراق کی واپسی پر توجہ دلائی، ایرانی عربون کا اشارہ پاتے ہی آمادہ ہوگئے، اور زرمہر اور روزبہ نے خنافس اور حصید کی طرف فوجین بڑھادین زبرقان بن بدر حاکم انبار نے قعقاع حاکم حیرہ کو اطلاع دی، انھون نے اسی وقت الگ الگ دو فوجین اعبد بن فدکی اور عروہ بن جعد کی قیادت مین دونون مقامون پر روانہ کردین، کہ ایرانیون کو آگے بڑھنے سے روک دین، چنانچہ انھون نے

[1] طبری ص ۲۰۶۲ و ابن اثیر ج ۲ ص ۳۰۳،

زلیت مین روکدیا، روزبہ اور زرمہر یہان عربون کا انتظار کر رہے تھے، کہ خالدؓ دومۃ الجندل سے حیرہ واپس آگئے، اور امرء القیس بن کلبی نے اطلاع بھیجی، کہ ہذیل بن عمران مصیخ مین، اور ربیعہ بن بحیر ثنی اور بشر مین، روزبہ اور زرمہر کی امداد کے لئے فوجین لئے پڑے ہین، یہ خبر سنکر خالدؓ نے عیاض کو حیرہ مین چھوڑا، اور خود قعقاع اور ابولیلی کی مدد کو خنافس روانہ ہوگئے، یہ دونون عین التمر مین تھے، خالدؓ یہین آکر ملے، اور قعقاع کو حصید اور ابولیلی کو خنافس روانہ کیا، روزبہ اور زرمہر اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے، چنانچہ قعقاع خود بڑھے، روزبہ نے زرمہر سے مدد طلب کی، یہ آیا اور حصید مین دونون کا مقابلہ ہوا، زرمہر اور روزبہ دونون مارے گئے، اور فوج ہٹ کر خنافس مین جمع ہوگئی، ابولیلی تعاقب کرتے ہوئے خنافس پہونچے تو ایرانی خنافس چھوڑ کر مصیخ چلے گئے، خالدؓ کو اسکی اطلاع دیگئی، انھون نے قعقاع، ابولیلی، اعبد اور عروہ کو ایک خاص مقام پر شب مین جمع ہونے کا حکم دیا، اور خود بھی معینہ شب مین وہان پہونچ گئے، اور سب نے مل کر متحدہ شب خون مارا، ایرانی بالکل بے خبر تھے، اس لئے مدافعت بھی نہ کرسکے، اور سب کے سب مارے گئے۔[1]

جنگ ثنی و بشر، ربیعہ بن بحیر، ثنی اور بشر مین بدستور فوجین لئے ہوئے پڑا تھا، مصیخ کے بعد خالدؓ نے قعقاع اور ابولیلی کو ثنی پر شبخون مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینون نے مل کر تین سمتون سے حملہ کیا، صرف ہذیل امیر العسکر باقی بچا، اور کل فوج کھیت رہی، یہ ثنی سے بھاگ کر بشر پہونچا، یہان بھی عربون کا ایک جتھا موجود تھا، خالدؓ اس کو صاف کرتے ہوئے رضاب پہونچے، یہان عقہ کا لڑکا بلال مسلمانون کا منتظر تھا، مگر خالدؓ کے آتے آتے یہ بھاگ نکلا،

[1] طبری ص ۲۰۶۷ تا ۲۰۷۰،

جنگ فراض، اور خالدؓ رضاب ہوتے ہوئے فراض کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھا، یہان شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدین ملتی تھین، شام کی سرحد کی وجہ سے رومی بھی ایک فریق بن گئے، اور انھون نے ایرانیون کی چھاؤنی اور تغلب و ایاد (عرب) سے مدد مانگی، یہ سب پہلے سے برسرِ پیکار تھے ان کو کیا عذر ہو سکتا تھا، فوراً آمادہ ہو گئے، اب ایک طرف تنہا مسلمان تھے، دوسری طرف عرب ایرانی اور رومی، اس لئے خالدؓ نے بھی نہایت اہتمام سے اسلامی فوج کو ازسرِ نو منتظم کیا، فرات کے ایک جانب مسلمان تھے، اور دوسری جانب اتحادی، اتحادیون نے پیام دیا کہ یا تم عبور کر کے بڑھو، یا ہمین بڑھنے دو، خالدؓ نے ان کو بڑھنے کی اجازت دیدی، چنانچہ یہ آگئے، اور لبِ فرات دونون کا مقابلہ ہوا، مسلمان نہایت پامردی سے لڑے اور اتحادیون کی فوجین پسپا ہونے لگین، خالدؓ نے للکارا، کہ ہر طرف سے گھیر لو، نکلنے نہ پائین، مسلمان شہ سوارون نے گھیر گھیر کر مارنا شروع کیا، اتحادی دو طرف سے گھرے ہوئے تھے، پیچھے ہٹتے تھے، تو فرات کا لقمہ بنتے تھے، اور آگے بڑھتے تھے، تو تلوار سامنے تھی، اسی کشمکش مین سب کے سب کام آگئے، فتح کے دس دن بعد تک مسلمان یہان مقیم رہے، اور پھر حیرہ لوٹ گئے، اس معرکہ کے بعد عراق کی پیش قدمی رک گئی[۱]۔ اور خالدؓ خفیہ حج کو چلے گئے،

فتوحاتِ شام، ہم عراق کی فوج کشی کی تمہید مین لکھ چکے ہین، کہ مسلمانون کا ایرانیون اور رومیون سے نبرد آزما ہونا ناگزیر امر تھا، اور مسلمان ان سے لڑنے پر مجبور تھے، چنانچہ عراق کے ساتھ ساتھ شام پر بھی فوج کشی ہوئی تھی، اور ہر ہر صوبہ پر علٰحدہ علٰحدہ فوجین بھیجی گئی تھین، خالدؓ عراق کی مہمین سر کر چکے تھے کہ دربارِ خلافت سے حکم پہونچا کہ عراق کو چھوڑ کر شام مین اسلامی فوجون سے مل جائین، چنانچہ اس حکم کے مطابق حج سے واپس ہو کر، عراق کا انتظام مثنیٰ کے سپرد کر کے، شام روانہ ہو گئے،

[۱] طبری ص ۲۰۷۳ و ۲۰۷۴،

راستہ مین صدرد ۱، ارک، سوی، حوارین، قصم، مرج راہط وغیرہ سے نپٹتے ہوئے شام پہونچے
اور پہلے بصریٰ کی طرف بڑھے[1]،

طبری | یہان اسلامی فوجین پہلے سے ان کی منتظر تھین، خالدؓ نے آتے ہی بصریٰ کے بطریق پر
حملہ کرکے پسپا کردیا، اور اس شرط پر صلح ہوگئی کہ مسلمان رومیون کی جان و مال کی حفاظت
کرین گے، اور وہ اس کے عوض جزیہ دین گے[2]،

اجنادین، | اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصون مین پھیلے ہوئے تھے، ہرقل نے الگ الگ
دستے ان کے مقابلہ کے لئے بھیجے تھے تاکہ یہ سب ایک مرکز پر جمع نہ ہوسکین فلسطین عمرو بن العاصؓ
کے متعلق تھا، چنانچہ بصریٰ کے بعد تذارق اور قبقلار نے اجنادین (فلسطین) مین اپنی فوجین ٹھہرائین،
خالدؓ اور ابوعبیدہؓ بصریٰ سے فارغ ہوکر عمرو بن العاصؓ کی مدد کو روانہ ہوئے اور مقام اجنادین [۱۳ھ]
مین دونون کا مقابلہ ہوا، تذارق اور قبقلار دونون کام آئے،

دمشق | اجنادین کے بعد دمشق کی طرف بڑھے، کیونکہ یہ شام کا صدر مقام تھا، ابوعبیدہؓ امیر العسکر
تھے، انھون نے تین سمتون سے اسکا محاصرہ کیا، ایک سمت پر خالدؓ مامور ہوئے، ۳۰ مہینے
تک کامل محاصرہ قایم رہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان مین ایک دن دمشق کے پادری کے گھر
لڑکا پیدا ہوا، اس کے جشن مین دمشق کے بے فکرے بادۂ احمر کے خم کے خم لنڈھاکر بدمست ہوکر
سوئے ہے، خالدؓ دوران جنگ مین اکثر راتون کو سوتے نہ تھے، بلکہ فوجی انتظامات اور دشمنون
کی سراغ رسانی مین لگے رہتے تھے[3]، ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی، چنانچہ فوج کو یہ ہدایت
دیکر کہ جیسے ہی تکبیر کی آوازین سننا فوراً شہر پناہ کے پھاٹک پر حملہ کردینا، چند آدمیون کو ساتھ
لیا، اور کمند ڈال کے شہر پناہ کی دیوار کے اس پار اتر گئے، پہلے پھاٹک کے چوکیدار کو قتل

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۴، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۱۹ [3] طبری ص ۲۱۵۲،

کیا، اور دروازہ کا قفل توڑ کر تکبیر کا نعرہ لگایا، تکبیر کی آواز سنتے ہی فوج ریلا کرکے اندر داخل ہوگئی، دمشق والے ابھی تک غافل سو رہے تھے، اس ناگہانی حملہ سے گھبرا گئے، اور ابو عبیدہؓ سے صلح کی التجا کی، اور شہر پناہ کے تمام دروازے خود کھول دیئے، ایک طرف سے خالدؓ فاتحانہ داخل ہوئے، اور دوسری طرف سے ابو عبیدہؓ مصالحانہ وسط شہر مین دونون سے ملاقات ہوئی،[1] گو نصف حصہ بزور شمشیر فتح ہوا، لیکن شرائط سب مصالحانہ رکھے گئے،[2]

فحل، دمشق کی فتح نے رومیون کو بہت برہم کردیا، اور وہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگئے، سقلار رومی فحل مین فوجین لیکر خیمہ زن ہوا، مسلمان دمشق کے بعد ادھر بڑھے، خالدؓ مقدمۃ الجیش کی کمان کررہے تھے، اس معرکہ مین بھی رومیون نے بری طرح شکست کھائی،

دمشق کا دوسرا معرکہ، فحل کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص کی طرف بڑھے، یوحنا کے کنیسہ ہونے کی وجہ سے یہ مقام بھی رومیون کا ایک اہم مرکز تھا، ہرقل کو خبر ہوئی، تو اس نے توذر بطریق کو فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے دمشق کے مغربی سمت مرج روم پر پڑاؤ ڈالدیا، مسلمان بھی آگے بڑھکر مرج روم کے دوسری سمت ٹھہرے، اس درمیان مین رومیون کی ایک اور فوج شنس کی سرکردگی مین پہونچ گئی، چنانچہ خالدؓ توذر کے مقابلہ کو بڑھے، اور ابو عبیدہؓ شنس کے، توذر نے مقابلہ نہین کیا، بلکہ دمشق واپس لینے کو آگے بڑھا، خالدؓ بھی عقب سے اسکے ساتھ ہولئے، دمشق مین یزید بن ابی سفیان موجود تھے، ان کو شنس کی آمد کی خبر ملی، تو اس کے روکنے کو نکلے، اور دمشق کے باہر طرفین مین سخت معرکہ ہوا، ابھی جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ پیچھے سے خالدؓ پہونچ گئے، چنانچہ ایک طرف سے انھون نے، اور دوسری طرف سے یزید نے ملکر

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۹، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۰، [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳۰،

درمیان مین رومیون کو پیس دیا، اور معدودے چند کے علاوہ کوئی رومی باقی نہ بچا[1]،

حمص: ابو عبیدہؓ نے شیزر، معرۃ حمص اور لاذقیہ وغیرہ کو لے کر بعلبک اور حمص فتح کیا،

یرموک: ان پیہم شکستون نے رومیون مین آگ لگادی، اور دو لاکھ کا ٹڈی دل مسلمانون کے مقابلہ کو امنڈ آیا[2]، رومی سپہ سالار ماہان اس مواج سمندر کو لیکر یرموک کے میدان مین اترا، اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصون مین منتشر تھے، یہ سب ایک مرکز پر جمع ہو گئے، اور طرفین مین جنگ کی تیاریان ہونے لگین، رومیون کے جوش وخروش کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ گوشہ نشین راہب وقسیس اپنی اپنی خانقاہون سے نکلکر، مذہب کا واسطہ دلاکر، رومیون مین جوش پیدا کر رہے تھے، خالدؓ نے اس جنگ مین کارہاے نمایان انجام دیئے، فوج کو جدید طرز سے ۳۶ حصون پر تقسیم کرکے، سب پر الگ الگ افسر مقرر کئے، اور جہاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی، اتفاق سے ایک مسلمان کے منہ سے نکل گیا، کہ رومیون کے مقابلہ مین ہماری تعداد بہت کم ہے، خالدؓ غضب ناک ہو کر بولے فتح وشکست تعداد کی قلت وکثرت پر نہین بلکہ تائید ایزدی پر ہے، اگر میرے گھوڑے کے سم درست ہوتے، تو مین اس دونی تعداد کی پرواہ نہ کرتا[3]،

ضروری انتظامات کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو حملہ کا حکم دیدیا، اور یرموک کے میدان مین ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا، میدانِ جنگ مین خون کی ندیان بہ رہی تھین، کہ ایک عیسائی رومی فوج سے نکل کر اسلامی لشکر مین آگیا، اور خالدؓ سے مذہب اسلام پر گفتگو شروع کر دی، کہ اگر مین تمھارے مذہب مین داخل ہو جاؤن، تو کیا میرے لئے آخرت کا دروازہ کھل جائے گا؟ خالدؓ نے کہا یقیناً، چنانچہ وہ میدانِ جنگ مین مشرف باسلام ہو گیا[4]،

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۱۸۱ [2] فتوح البلدان ص ۱۴۱ [3] طبری ص ۲۰۹۴ [4] طبری ص ۲۰۹۸

اس جنگ کا سلسلہ مدتون جاری رہا مسلمان افسرون نے غیر معمولی شجاعت وبہادری کا مظاہرہ کیا، آخرمین رومیون نے اس بری طرح شکست کھائی، کہ پھر انکی اتنی بڑی جمعیت نہ فراہم ہوسکی،

حاضر | یرموک کی فتح کے بعد ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کو قنسرین کی طرف بھیجا، اور خود حمص واپس ہوگئے، مقام حاضر مین خالدؓ کو میناس رومی، ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملا، خالدؓ نے اسکو شکست دی، اہل حاضر امان کے طالب ہوئے، کہ ہمکو اس جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا، ہماری راے بھی اسمین شریک نہ تھی، اس لئے ہمکو امان دیجائے چنانچہ خالدؓ نے ان لوگون کو امان دیدی[1]،

قنسرین | حاضر سے قنسرین پہونچے قنسرین والے پہلے جنگ کے ارادہ سے قلعہ بند ہوگئے، لیکن پھر اہلِ حمص کے انجام پر غور کر کے صلح کی درخواست کی، خالدؓ نے اس شرط پر منظور کرلی کہ شہر کے استحکامات توڑدیے جائین، قنسرین کے بعد ہرقل بالکل مایوس ہوگیا، اور شام پر آخری نگاہ ڈالکر قسطنطنیہ چلا گیا، چلتے وقت یہ حسرت انگیز الفاظ اسکی زبان پر تھے، "اے شام تجھکو آخری سلام ہے، اب مین تجھ سے جدا ہوتا ہون، افسوس اس سرزمین مین جس پر مین نے حکمرانی کی ہو، اطمینانِ خاطر کے ساتھ نہ آسکونگا[2]"،

بیت المقدس | قنسرین کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ ہوا، عیسائی اس شرط سے بلا جنگ حوالہ کرنے کو آمادہ ہوگئے، کہ خود امیر المومنین اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھین چنانچہ حضرت عمرؓ نے صلحنامہ لکھنے کے لئے شام کا سفر کیا، اور تمام افسرانِ فوج کو جابیہ مین طلب کیا، خالدؓ بھی آئے انکا دستہ دیبا وحریر مین ملبوس تھا حضرت عمرؓ کی نظر پڑی تو گھوڑے سے اتر پڑے اور کنکریان مار کر فرمایا، تم لوگون نے اتنی جلد اپنی عادتین بدل دین، ان لوگون نے اسلحہ دکھا کر کہا کہ لیکن سپہ گری کا جوہر نہین گیا ہے، فرمایا اب کوئی مضائقہ نہین[3]،

---

[1] طبری ص ۲۳۹۳، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۴ [3] طبری فتح بیت المقدس،

حمص کی بغاوت ۱۷ھ میں حمص باغی ہوگیا، لیکن ابوعبیدہؓ اور خالدؓ کی بروقت توجہ سے بہت جلد بغاوت فرو ہوگئی، اور شام کے پورے علاقہ پر مسلمانون کا کامل تسلط ہوگیا،

معزولی اسی سنہ مین حضرت عمرؓ نے خالد کو معزول کردیا، عزل کے سنہ مین مورخین کا بیان مختلف ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی معزول کیا تھا، لیکن یہ بیان صحیح نہین ہے مستند ترین روایت یہ ہے کہ ۱۷ھ مین یعنی خلافت فاروقی کے ۵ سال بعد معزول ہوئے، علامہ ابن اثیر کی بھی یہی تحقیق ہے، چنانچہ لکھتے ہین، فی ھذہ السنۃ وھی سنۃ سبع عشر عزل خالد بن ولید یعنی ۱۷ھ مین خالد بن ولید معزول کئے گئے، بظاہر خالد بن ولید کی معزولی جس کی تلوار نے عراق و شام کا تختہ الٹ دیا تھا، ایک غیر دانشمندانہ فعل معلوم ہوتا ہے، لیکن جن مصالح اور اسباب کی بنا پر حضرت عمرؓ نے معزول کیا تھا، اس کے معلوم ہوجانے کے بعد یہ اعتراض خود اٹھ جاتا ہے، خالدؓ فوجی آدمی تھے، اس لئے ان کا مزاج تند تھا، وہ ہر معاملہ مین خود رائی سے کام لیتے تھے اور بارگاہ خلافت سے استصواب ضروری نہین سمجھتے تھے، فوجی اخراجات کا حساب کتاب بھی نہین بھیجتے تھے، عراق کی پیشقدمی روکنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی مرضی کے خلاف بغیر ان کی اجازت کے خفیہ حج کو چلے گئے، انکا یہ طرز عمل حضرت ابوبکرؓ کو بہت ناگوار ہوا،[1] اور آپ نے تنبیہ کی، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بارہا لکھا کہ بغیر میرے حکم کے کوئی کام نہ کیا کرو، اور نہ کسی کو کچھ دیا لیا کرو، انھون نے یہ جوابدیا، کہ اگر آپ مجھ کو میری موجودہ حالت پر چھوڑ دیجئے، تو کام کرسکتا ہون، ورنہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہون،[2] ان کی انھین بے اعتدالیون کی وجہ سے حضرت عمرؓ برہم رہتے تھے، اور بار بار حضرت ابوبکرؓ کو ان کے معزول کرنے کا مشورہ دیتے تھے لیکن وہ ہمیشہ جواب دیتے، کہ مین اس تلوار کو نیام مین نہین کرسکتا جسکو خدا نے بے نیام

---

[1] طبری ص ۲۰۷۵، [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰،

کیا ہے[۱]، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین بھی خالدؓ نے یہ روش نہ چھوڑی، لیکن حضرت عمرؓ نے فوراً معزول نہین کیا، بلکہ عرصہ تک سمجھاتے رہے، چنانچہ پھر ایک مرتبہ کوشش کی، اور لکھا کہ بغیر میری اجازت کے کسی کو ایک بکری تک نہ دو، لیکن خالدؓ نے کوئی اثر نہین لیا، اور حضرت عمرؓ کو بھی وہی جواب دیا، جو حضرت ابوبکرؓ کو دے چکے تھے[۲]،

دوسری وجہ یہ تھی، کہ عام مسلمانون کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اسلامی فتوحات کا دار مدار خالدؓ کے قوت بازو پر ہے[۳]، ایسی حالت مین ایک مدبر حکمران کا کیا فرض تھا،

تیسری وجہ یہ تھی، کہ حضرت خالدؓ کے اخراجات اسراف و تبذیر کی حد تک پہونچ جاتے تھے، جو دوسرے افسرون کے لئے نمونہ بن سکتے تھے، چنانچہ شعراء کو بڑی بڑی رقمین دے ڈالتے تھے، اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام یکمشت دیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی، تو ابو عبیدہؓ بن جراحؓ کے پاس حکم بھیجا کہ خالدؓ سے دریافت کرین، کہ انھون نے یہ روپیہ کس مد سے دیا ہے، اگر مسلمانون کے مال سے دیا ہے، تو خیانت کی، اور اگر اپنی جیب سے دیا ہے، تو اسراف کیا، اس لئے دونون حالت مین، وہ معزولی کے قابل ہین، یہ فرمان عین میدان جنگ مین ابو عبیدہؓ کو ملا، انھون نے حضرت خالدؓ سے پوچھا، تم نے یہ روپیہ کہان سے دیا، کہا اپنے مال سے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کا فرمان سنا کر معزولی کی علامت کے طور پر، ان کے سر سے ٹوپی اتار لی، اور عمامہ گردن مین ڈال دیا، خالدؓ نے صرف اس قدر جواب دیا، کہ مین نے فرمان سنا، اور مانا، اور اب بھی مین اپنے افسرون کے احکام ماننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہون[۴]،

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کے دبدبہ اور خالدؓ کی حق پرستی، دونون کا اندازہ ہوتا ہے،

---

[۱] طبری ص ۲۰۰۵، [۲] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰، [۳] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۹،

[۴] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۰،

معزولی کے بعد دربارِ خلافت سے طلبی ہوئی، چنانچہ خالدؓ حمص ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور ان سے شکایت کی، کہ آپ نے میرے معاملہ مین زیادتی سے کام لیا ہی، حضرت عمرؓ نے سوال کیا، "تمھارے پاس اتنی دولت کہان سے آئی"، جواب دیا، مالِ غنیمت کے حصون سے، اگر میرے پاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو آپ لیجئے، حضرت عمرؓ نے فوراً حساب کرایا، کل ۲۰ ہزار زیادہ نکلے، وہ بیت المال مین داخل کرادئے، اور فرمایا، کہ "خالد اب بھی میرے دل مین تمھاری وہی عزت و محبت ہے"، اور تمام ممالک محروسہ مین فرمان جاری کرادیا، کہ مین نے خالدؓ کو خیانت کے جرم یا غصہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہین کیا ہے، بلکہ محض اس لئے معزول کیا تاکہ مسلمانون کو یہ معلوم ہوجائے کہ اسلامی فتوحات کا دارمدار خالدؓ کے قوت وبازو پر نہین ہے[1]،

مذکورۂ بالا فتوحات کے علاوہ اور دوسری مہمون مین شریک ہوکر دادِ شجاعت دیتے رہے، لیکن ان مین آپ کی حیثیت معمولی مجاہد کی تھی، اس لئے بخیال طوالت قلم انداز کرتے ہین،

گورنری، حضرت عمرؓ نے اگرچہ بمصالح ملکی معزول کردیا تھا، تاہم معزول کرنے کے بعد، ان سے ان کے رتبہ کے مطابق کام لئے، اور انکے جوہر اور ان کی فطری صلاحیتون سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبون مین فائدہ اٹھایا، چنانچہ معزولی کے بعد رہا، حران، آمد، اور لرتہ کا گورنر مقرر کردیا، لیکن ایک سال کے بعد خود مستعفی ہوگئے[2]،

وفات گورنری سے استعفا دینے کے بعد، مدینہ مین مقیم ہوگئے، اور کچھ دن بیمار رہ کر ۲۲ھ مین وفات پائی، بعض لوگ آپکی وفات حمص مین بتاتے ہین، اگر یہ صحیح نہین ہی، کیونکہ حضرت عمرؓ آپکے جنازہ مین شریک تھے[3]

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۹، [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۹۷، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰ اور مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۹۷،

اور ۲۲ھ میں اُنھوں نے شام کا کوئی سفر نہیں کیا، آپ کی وفات سے مدینہ کی عورتوں، خصوصاً بنی عذرہ میں کہرام برپا تھا،

اولاد | اولاد کی تعداد کی تفصیل نہیں ملتی، مگر اس قدر محقق ہے، کہ لڑکوں پر بھی باپ کی شجاعت و شہامت کا خاصہ پرتو پڑا تھا چنانچہ مہاجر بن خالدؓ نے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں سرگرمی سے حصہ لیا[1]، اور حضرت معاویہؓ کے عہد میں قسطنطنیہ کے مشہور معرکہ میں فوج کے ایک کماندار عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے[2] حضرت خالدؓ کی کنیت ابو سلیمان تھی، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نام کا بھی کوئی لڑکا رہا ہوگا، مگر تصریح نہیں ملتی،

فضل و کمال | چونکہ ابتدا سے لے کر آخر تک پوری زندگی میدانِ جنگ میں گذری، اس لئے ذات نبویؐ سے خوشہ چینی کا کم موقع ملا، وہ خود کہتے تھے، کہ جہاد کی مشغولیت نے مجھکو تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رکھا[3]، تاہم انکا دامن علم کے پھولوں سے بالکل خالی نہیں ہے، آنحضرت صلعم کے بعد مدینہ میں جو جماعت صاحب علم و افتا تھی، ان میں ایک یہ بھی تھے، لیکن چونکہ فطرۃً سپاہی تھے، اس لئے مسندِ افتا پر نہ بیٹھے، اسی لئے تلاش و جستجو کے بعد ان کے فتاوی کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں نکلتی[4]، جہاد کی مشغولیتوں کے باوجود احادیث نبویؐ کا کچھ نہ کچھ حصہ محفوظ کرلیا، اور جہاں تک ہوسکا، اسکی اشاعت کی، چنانچہ ابن عباس، جابر بن عبداللہ، مقدام بن معدی کرب، قیس بن ابی حازم، اشتر نخعی، علقمہ بن قیس، جبیر بن نضیر وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں[5]، انکی مرویات کی تعداد اٹھارہ ہے، جنمیں سے دو متفق علیہ ہیں، اور ایک میں بخاری منفرد ہیں،

فضائل اخلاق و رضائے نبوی | صحابۂ کرام کے لئے آنحضرت صلعم کی رضا جوئی، اور خوشنودی سے

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۶۷، [2] ابوداؤد ج اول کتاب الجہاد باب قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ، [3] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [4] اعلام الموقعین ج ۱ فصل اصحاب الفتویٰ من اصحاب النبی صلعم،

[5] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۴،

بڑھکر کوئی دولت نہ تھی، اور اس کے حصول کے لئے وہ اپنے جذبات کو بھی آنحضرت صلعم کے تابع فرمان کردیتے تھے، خالدؓ گو تند مزاج تھے لیکن فرمان نبویؐ کے مقابلہ مین انکی تند مزاجی بھی حلم وعفو سے بدل جاتی تھی، ایک مرتبہ ان سے اور عمار بن یاسر سے کسی معاملہ مین بحث ہوگئی، اور سخت کلامی تک نوبت پہونچ گئی، عمار دربار نبوی مین جاکر فریادی ہوئے، اتفاق سے اسی وقت حضرت خالدؓ بھی آگئے، اور اپنی شکایت سنکر بہت برہم ہوئے، اور آنحضرت صلعم کے سامنے عمار کو برا بھلا کہنا شروع کیا، آنحضرت صلعم خاموش تھے، عمار نے آبدیدہ ہوکر عرض کی حضور انکی زیادتیون کو ملاحظہ فرماتے ہین، آنحضرت صلعم نے سر اٹھاکر فرمایا، کہ جو شخص عمار سے بغض وعداوت رکھتا ہے، وہ خدا سے بغض وعناد رکھتا ہے، خالد پر اس فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود کہتے ہین، کہ جب مین آنحضرت صلعم کے پاس سے اٹھا، تو عمار کی رضاجوئی سے زیادہ کوئی چیز میرے لئے محبوب نہ تھی، اور ان سے مل کر ان کو منایا،[1]

احترام نبوی، حضرت خالدؓ کو ذات نبویؐ کے ساتھ جو محبت تھی، اُس کا یہ اثر تھا کہ مخالفین کی زبان سے بھی آنحضرت صلعم کی شان مین کسی قسم کی گستاخی نہین برداشت کرسکتے تھے ایک مرتبہ آپؐ کے پاس کچھ سونا آیا، آپؐ نے اس کو اہل نجد مین تقسیم کردیا، قریش و انصار کو شکایت ہوئی، چنانچہ انھون نے کہا کہ آپ نے سب سونا نجدی سردارون کو دیدیا، اور ہم لوگون کو بالکل نظر انداز کردیا، آپؐ نے یہ کہکر انکی تسلی کردی کہ انکو تالیف قلب کے خیال سے دیتا ہون، اس پر نجدیون کے گروہ سے ایک شخص نے نکل کر کہا کہ محمدؐ خدا سے ڈرو، آپؐ نے فرمایا اگر مین خدا کی نافرمانی کرتا ہون، تو پھر خدا کی اطاعت کون کرتا ہے؟ خالدؓ کو اس گستاخی پر غصہ آگیا، اور انکی گردن اڑانے کی اجازت چاہی، لیکن آپؐ نے روک دیا،[2]

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۹۰، [2] بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۵،

آثار نبوی سے تبریک

ذات نبوی صلعم کے ساتھ ان کے اس احترام وعقیدت کا یہ اثر تھا کہ ہر وہ چیز جسکو آنحضرت صلعم کے ساتھ شرفِ انتساب حاصل ہوتا، اس کے ساتھ بھی والہانہ عقیدت رکھتے تھے، آنحضرت صلعم کے موے مبارک ایک ٹوپی مین سلوا لئے تھے، جسکو پہنکر وہ میدانِ جنگ مین جاتے تھے، یرموک کے معرکہ مین یہ ٹوپی گر گئی تھی، حضرت خالدؓ بہت پریشان ہوئے اور آخر بڑی تلاش وجستجو کے بعد ملی[1]،

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد فی سبیل اللہ حضرت خالدؓ کی کتابِ زندگی کا بہت جلی اور نمایان باب ہے، انکی زندگی کا بیشتر حصہ اسی مین گذرا، گذشتہ غزوات اور عراق وشام کی فتوحات مین انکی تفصیلات گذر چکی ہین، اسی ذوقِ جہاد اور راہِ خدا مین سر وبال دوش بنانے مین آپ کو دربارِ رسالت صلعم سے سیف اللہ کا لقب ملا، تقریباً سو سو لڑائیون مین اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، جسم مین ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیرون اور تلوارون کے زخم سے چھلنی نہ ہوا ہو[2]، اکثر ذوقِ جہاد مین کہا کرتے تھے، کہ مجھے میدانِ جنگ کی سخت رات جسمین اپنے دشمنون سے لڑون، اُس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے، جسمین میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو[3]، آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے، کہتے تھے، کہ افسوس میری ساری زندگی میدانِ جنگ مین گذری، اور آج مین بسترِ مرگ پر جانور کی طرح ایڑیان رگڑ کے جان دے رہا ہون[4]، خدا نے آپ کے قدمون مین یہ خاص برکت دی تھی، کہ جدھر رخ کیا، کبھی ناکام واپس نہ لوٹے، خود کہتے تھے کہ مین نے جس طرف کا رخ کیا، فتحیاب ہوا[5]، اس قول کی صداقت پر تاریخ کا لفظ لفظ شاہد ہے، آنحضرت صلعم کو ان کی شجاعت پر اس قدر اعتماد تھا، کہ جب ان کے ہاتھ مین علم آجاتا

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۲، [3] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [4] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۸، [5] اصابہ ج ۲ ص ۹۹،

تو آپ مطمئن ہو جاتے، چنانچہ غزوۂ موتہ مین جب حضرت خالدؓ نے علم سنبھالا، تو آنحضرت صلعم نے خبر دی اور فرمایا کہ اب لڑائی کا تنور گرم ہوا[1] چونکہ سپہ گری ان کا آبائی پیشہ تھا، اس لئے ان کے پاس سامان حرب کافی تھا، جسکو انھون نے اسلام لانے کے بعد راہ خدا مین وقف کر دیا تھا[2]،

آنحضرت صلعم کا مدح کرنا آنحضرت صلعم حضرت خالدؓ کی ان جان فروشیون اور قربانیون کی بہت قدر فرماتے تھے، اور متعدد موقعون پر مدحیہ لہجہ مین ان کا اعتراف فرمایا ہے، فتح مکہ کے موقع پر جبکہ مسلمان مختلف سمتون سے مکہ مین داخل ہو رہے تھے، ایک گھاٹی کی طرف خالدؓ بھی نمودار ہوئے، آنحضرت صلعم نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا، کہ دیکھو کون ہے، عرض کیا خالدؓ بن ولید، فرمایا یہ خدا کا بندہ بھی کیا خوب ہے[3]، آپ خود بھی قدردانی فرماتے، اور لوگون کو بھی انکا لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے، ایک موقع پر لوگون سے کہا کہ خالد کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہے، جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے[4]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا، تو ابن جمیلؓ، خالدؓ اور عباسؓ نے دینے سے انکار کیا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، تو فرمایا کہ "ابن جمیل فقیر تھا، خدا نے اسکو دولت مند کیا، یہ اس کا عوض ہے، لیکن خالدؓ بن ولید پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انھون نے اپنا تمام سامان حرب خدا کی راہ مین وقف کر دیا، ان پر زکوٰۃ کیسی، رہا عباس کا معاملہ ان کا مین ذمہ دار ہون، کیا تم کو معلوم نہین ہے، کہ چچا بجائے باپ کے ہے[5]"،

مزاج، چونکہ ان کی زندگی شروع سے آخر تک سپاہیانہ رہی، میدان جنگ مین آنکھ کھولی اور آخر دم تک میدان کارزار اُن کا جولانگاہ رہا، اس لئے مزاج مین تندی اور جھلاپن تھا،

---

[1] ابن سعد ق ۲ ج ۴ تذکرہ خالدؓ، [2] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ، و اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۴،

[3] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۶۰، [4] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [5] ابو داؤد ج ۱ ص ۱۶۳، و مسلم ج ۱ ص ۳۶۲ مصر،

ذرا سی خلافِ مزاج بات پر بگڑ جاتے تھے، عمار بن یاسر کے ساتھ سخت کلامی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے،

اسی طرح بنو جذیمہ کے معاملہ مین (جن پر آپ نے مشرک سمجھکر حملہ کر دیا تھا) جب عبدالرحمٰن[1] بن عوفؓ نے اعتراض کیا، تو بہت برہم ہوئے، اور بہت سخت سست کہا[1]،

حق پرستی لیکن اس سخت مزاجی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی، بلکہ حق بات کو قبول کرنے اور دوسرون کے فضائل کے اعتراف مین عار نہ کرتے تھے، معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، کہ مجمعِ عام کے سامنے آپ کو اس طرح معزول کیا جاتا ہے، کہ سر سے ٹوپی اتار لی جاتی ہے، اور عمامہ گردن مین باندھ دیا جاتا ہے، اور آپ دم نہین مارتے، اور جب انکی جگہ پر ابو عبیدہؓ سپہ سالار مقرر ہوتے ہین تو لوگون سے مخاطب ہو کر کہتے ہین کہ اب اس امت کا امین تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے[2]،

اشاعتِ اسلام اشاعتِ اسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے، خالدؓ آنحضرت صلعم کی زندگی مین، اور آپکے بعد برابر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے، فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے جو سرایا بھیجے، ان مین سے کئی ایک انھین کی سرکردگی مین گئے تھے، چنانچہ بنو جذیمہ، بنو عبد المدان نجرانی انھین کی کوششون سے مشرف باسلام ہوئے اور اہلِ یمن کے اسلام مین حضرت علیؓ کیساتھ انکی کوششین بھی شامل تھین، فتنۂ ردہ مین طلیحہ کی جماعت بنو ہوازن، بنو سلیم اور بنو عامر وغیرہ دوبارہ انھین کی کوششون سے اسلام لائے[3]، ان جماعتون کے علاوہ منفرد طور پر بھی بعض مشہور لوگ آپکے ہاتھ پر اسلام لائے چنانچہ جنگِ یرموک مین قیصرِ روم کے سفیر جارج نے آکر اسلام قبول کیا[4]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۳، [2] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [3] ابن خلدون ج ۲ بعوث مرتدین [4] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۶،

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ

نام ونسب | مغیرہ نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس[1]،

اسلام | غزوۂ خندق کے سال ۵ھ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کرکے مدینہ آگئے[2]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم کے ساتھ قیام کیا، غزوۂ حدیبیہ مین آپکے ساتھ نکلے، قریش اسمین مزاحم ہوئے، اور انکی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کیلئے آیا اور عرب کے عام قاعدہ کے مطابق دورانِ گفتگو مین بار بار آنحضرت صلعم کی ریشِ مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا، مسلمان اس گستاخانہ طریقۂ تخاطب کے عادی نہ تھے، چنانچہ مغیرہ کو جو اس وقت ہتھیار لگائے، آنحضرت صلعم کی پشت کی جانب کھڑے تھے، یہ اندازِ گفتگو ناگوار ہوا، یہ ہر مرتبہ تلوار کے قبضہ کی طرف ہاتھ لے جاتے تھے، آخر مین نہ ضبط ہو سکا، ڈانٹ کر کہا، خبردار ہاتھ قابو مین رکھو! عروہ نے پہچان کر کہا او دغاباز کیا مین نے تیری دغابازی کے معاملہ مین تیری طرف سے کوشش نہین کی تھی[3]،

حدیبیہ کے بعد متعدد غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے ایک خاص سریہ مین ان کو اور ابو سفیان کو طائف بھیجا تھا، اسمین انھون نے نہایت بہادری

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۶، [2] استیعاب ج اول ص ۲۵۰، [3] زمانہ جاہلیت مین مغیرہ نے چند آدمیون کو قتل کردیا تھا مسعود ثقفی نے انکی دیت ادا کی تھی، یہ واقعہ بخاری کتاب الشروط فی الجہاد و المصالحہ مع اہل الحرب مین مفصل مذکور ہے، ہم نے صرف اسی قدر لیا ہو، جتنا مغیرہ کی ذات سے متعلق ہے،

سے دشمنون کو فاش شکست دی[1]،

آخری سعادت، | آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے، جب لوگ جسد مبارک کو قبر انور مین رکھکر نکلے تو انھون نے عمداً قبر مین اپنی انگوٹھی گرادی، حضرت علیؓ نے کہا نکال لو، چنانچہ یہ قبر مین اُترے اور قدم مبارک کو ہاتھ سے مس کیا، اور کہا مٹی گراؤ، چنانچہ جب تھوڑی مٹی ڈالی جاچکی تو نکلے، انگوٹھی انھون نے اس لئے گرائی تھی تاکہ یہ شرف باقی رہجائے کہ ذات نبوی سے یہ سب آخری جدا ہونے والے ہین، اور ہمیشہ لوگون سے فخریہ کہا کرتے کہ مین تم سب مین آنحضرت صلعم سے آخری جدا ہونے والا ہون[2]،

عہد صدیقی، | آنحضرت صلعم کے بعد شیخین کے عہد کی اکثر معرکہ آرائیون مین شریک رہے، اور بڑے بڑے کارنمایان کئے، سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اہل بحیرہ کی طرف گئے، پھر یمامہ کے مرتدون کی سرکوبی مین پیش پیش رہے[3]،

عہد فاروقی، | فتنۂ ارتداد کے فرو ہونے کے بعد عراق کی فتوحات مین شریک ہوئے، بویب کی تسخیر کے بعد جب مسلمان قادسیہ کی طرف بڑھے، تو رستم نے مصالحت کی کوشش شروع کی، مسلمان سفراء جاتے تھے، مگر کوئی مفاہمت کی صورت نہ نکلتی تھی، آخر مین یہ خدمت مغیرہ کے سپرد ہوئی،

سفارت، | ایرانیون نے اسلامی سفیر پر رعب ڈالنے کے لئے بڑی شان و شوکت سے دربار سجایا تھا، تمام افسران فوج دیبا و حریر کے بیش قیمت ملبوسات زیب تن کئے تھے، اور رستم، زرنگار تاج سر پر رکھے تخت پر بیٹھا تھا، دربار مین کارچوبی کا فرش تھا مغیرہؓ پہونچے تو بلا کسی جھجھک کے سیدھے رستم کے تخت پر جاکر بیٹھ گئے، ان کا اس دلیری سے رستم کے پہلو بہ پہلو بیٹھ جانا درباریون کو

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۷، [2] ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۷۸، [3] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۷،

ناگوار ہوا، انھون نے ہاتھ پکڑکے نیچے بٹھادیا، مغیرہ رضؓ نے کہا ہم عرب ہین، ہمارے یہان یہ دستور نہین ہے، کہ ایک شخص خدا بنے، اور دوسرے لوگ اسکی پرستش کرین، ہم سب ایک دوسرے کے برابر ہین، تم نے ہمکو خود بلایا ہے، ہم اپنی غرض سے نہین آئے ہین، پھر تمھارا یہ سلوک کہان تک مناسب ہے، اگر تم لوگون کا یہی حال رہا، تو بہت جلد نیست و نابود ہوجاؤ گے، بقائے سلطنت کی یہ صورت نہین ہے، ایرانی اس مساوات سے ناآشنائے محض تھے، یہ خیالات سنکر دنگ رہ گئے، رستم بھی بہت نادم ہوا، بولا، کہ یہ نوکرون کی غلطی تھی، اور حسن تلافی کے طور پر ان کے ترکش سے تیر نکال کر مذاق کے لہجہ مین کہا کہ ان تکلون سے کیا ہوگا، کہا چنگاری کی لو گو چھوٹی ہو، مگر پھر بھی آگ ہے، پھر اس نے تلوار کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تمھاری تلوار کس قدر بوسیدہ ہے، کہا گو نیام بوسیدہ ہے، لیکن دھار تیز ہے، اس کے بعد اصل معاملہ پر گفتگو شروع ہوئی، رستم نے اپنی قوم کی شوکت و عظمت، سطوت و جبروت اور عربون کی حقارت و کم مایگی کا تذکرہ کرکے کہا کہ گو تمھاری جیسی ناچیز قوم ہمارا کچھ نہین بگاڑ سکتی، تاہم اگر تم لوٹ جاؤ، تو تمھاری فوج اور سردار فوج کو ان کے مرتبہ کے موافق انعام دیا جائے گا، مغیرہ رضؓ نے نہایت جوش سے جوابی تقریر کی، اور آخر مین کہا اگر تم کو جزیہ نہین منظور ہے، تو تلوار تمھارا فیصلہ کریگی، رستم یہ سخت جواب سنکر آگ بگولا ہوگیا، بولا کہ "آفتاب کی قسم، طلوع آفتاب سے پہلے تمھاری فوج کو تہ و بالا کردون گا"، اس گفتگو کے بعد مغیرہ رضؓ واپس چلے آئے[1]، اور قادسیہ کی مشہور جنگ مین بھی یہ شریک تھے[2]،

عراق پر فوج کشی، سنہ ۱۹ھ مین رے، قومس، اور اصفہان والون نے یزدگرد سے خط و کتابت کرکے مسلمانون کے خلاف ساٹھ ہزار فوج جمع کی، اور مردان شاہ درفش کاویانی لہراتا

---

[1] طبری، ص ۲۲۷۴ تا ۲۲۷۷، [2] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸،

ہوا، نکلا حضرت عمار بن یاسرؓ نے دربارِ خلافت مین اطلاع دی حضرت عمرؓ نے خود نکلنے کا قصد کیا، لیکن پھر نظامِ خلافت کے اختلال کے خیال سے ارادہ فسخ کردیا، اور امراے کوفہ و بصرہ کے نام فرمان جاری کئے کہ وہ اپنی اپنی جمعیت لیکر نہاوند کی طرف بڑھین اور نعمان بن مقرن کو سپہ سالار مقرر کرکے ہدایت کردی، کہ اگر تم شہید ہو تو حذیفہ بن یمان تمھاری قائم مقامی کرین، اگر وہ بھی شہید ہون، تو جریر بن عبد اللہ بجلی جگہ لین، اور اگر وہ بھی شہید ہوجائین تو مغیرہ علم سنبھالین[1]،

دوسری سفارت، | جب اسلامی لشکر نہاوند کے قریب اترا، تو ایرانیون نے دوبارہ مصالحت کی گفتگو کے لئے ایک سفیر طلب کیا، مغیرہؓ اس خدمت کو، ایک مرتبہ نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے چکے تھے، اس لئے دوبارہ پھر انھین کا انتخاب ہوا، یہ سفیر بن کر گئے تو دربار کا پھر وہی رنگ دیکھا، مردان شاہ سر پر تاجِ زرنگار رکھے طلائی تخت پر بیٹھا تھا، درباری چپ و راست، چمکدار تلوارین لگائے، جن پر آنکھ نہین ٹھہرتی تھی، کھڑے تھے، مغیرہؓ نے کوئی توجہ نہ کی، اور سیدھے گھستے ہوئے چلے گئے، راستہ مین درباریون نے روکنا چاہا، کہا، سفرا کے ساتھ ایسا برتاؤ نہین کیا جاتا، اور مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی، مردان شاہ نے کہا، کہ تم عرب ہو، اور عربون سے زیادہ بدبخت، فاقہ مست، اور نجس قوم دنیا مین نہین ہے، میری سپاہ کب کا تمھارا فیصلہ کرچکی ہوتی، لیکن تم اس قدر ذلیل ہو کہ ہم ان کے تیر بھی تمھارے ناپاک خون سے آلودہ کرنا نہین چاہتے، اب بھی اگر تم واپس چلے جاؤ تو معاف کردیا جائے گا، ورنہ تمھاری لاشین میدانِ جنگ مین تڑپتی نظر آئین گی، انھون نے حمد و نعت کے بعد جواب دیا، کہ بے شک جیسا تمھارا خیال ہے، ایک زمانہ مین ہم ویسے

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۰۱، ۳۰۲

ہی تھے لیکن ہمارے رسول نے ہماری کایا پلٹ دی، اب ہر طرف ہمارے لئے میدان صاف ہے، اور بغیر تمھارے تاج و تخت چھینے اس وقت تک نہین لوٹ سکتے جب تک (در میدان) جنگ مین ہماری لاشین نہ تڑپین[1]، بہر حال یہ سفارت بے نتیجہ رہی، اور طرفین مین لڑائی کی تیاریان شروع ہوگئین، مغیرہؓ میسرہ کے افسر مقرر ہوئے، نہاوند کے معرکہ مین اسلامی فوج کے سپہ سالار نعمان بن مقرن ایسے سخت زخمی ہوئے کہ پھر جان بر نہ ہو سکے لیکن مسلمانون کے ثبات و استقلال مین کوئی فرق نہ آیا، اور بالآخر ایرانیون کو شکست ہوئی، اختتام جنگ کے بعد معقل، نعمان کی خبر لینے گئے، نفس کی آمد و شد باقی تھی، لیکن نگاہ جواب دے چکی تھی پوچھا کون؟ معقل نے نام بتایا، پوچھا جنگ کا کیا نتیجہ رہا، عرض کی خدا نے کامیاب کیا، فرمایا الحمد للہ عمرؓ کو اطلاع دو، اور یہ مژدہ سننے کے بعد طائر روح پرواز کر گیا[2]۔

نہاوند کے بعد ایران پر عام فوج کشی ہوئی، ہر حصہ پر الگ الگ فوجین بھیجی گئین، ہمدان کی مہم مغیرہؓ کے سپرد ہوئی، انھون نے نہایت بہادری سے اس کو سر کیا، پھر اہل ایران کی درخواست پر صلح کر لی[3]۔

بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو یہان کا گورنر مقرر کیا، انھون نے اپنے عہد حکومت مین بہت سے نئے انتظامات کئے، باقاعدہ ایک دفتر کھولا، جہان سے سپاہیون کو تنخواہین اور وظیفہ خوارون اور وثیقہ پانے والون کے وظیفے اور وثیقے ملتے تھے، اس سے پہلے کوئی دفتر نہ تھا، اسکی ایجاد کا سہرا مغیرہ کے سر ہے، کچھ دنون کے بعد ایک نہایت مکروہ جرم کے الزام مین ماخوذ ہوئے، لیکن شہادت سے یہ الزام

---

[1] طبری ص ۲۶۰۲ و ۲۶۰۳، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۱۲ و ۳۱۳،

[3] ایضاً ص ۳۱۷ و مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸،

اُن پر ثابت نہ ہوسکا، حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے، کہ ایک صحابی کا دامن معصیت کی آلودگی سے پاک نکلا، تاہم سیاسی مصالح کے اقتضا سے اور اس خیال سے کہ الزام لگ چکا تھا بصرہ سے تبادلہ کر دیا، اور یہاں سے معزول کرکے عمار بن یاسرؓ کی جگہ کوفہ کا گورنر بنایا،[1] حضرت عمرؓ کی وفات تک یہان کے گورنر رہے،[2] اور جدید عثمانی انتظامات مین معزول کر دیئے گئے،

عہد معاویہؓ | اس کے بعد جب امیر معاویہؓ اور جناب امیرؓ مین اختلافات شروع ہوئے تو ابتداءً مغیرہؓ جناب امیرؓ کے حامی وطرفدار تھے، چنانچہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر مخلصانہ مشورہ دیا، کہ اگر آپ اپنی خلافت کو مستحکم کرنا چاہتے ہین، تو طلحہؓ وزبیرؓ کو کوفہ اور بصرہ کا والی بنائیے، اور معاویہؓ کو ان کے قدیم عہدہ پر واپس کیجئے، پورا تسلط ہو جانے کے بعد پھر جو خیال مین آئے وہ کیجئے گا،[3] لیکن جناب امیرؓ نے جواب دیا کہ طلحہؓ وزبیرؓ کے بارہ مین غور کرون گا، لیکن معاویہؓ جب تک اپنی حرکتون سے باز نہ آئین گے اس وقت تک نہ ان کو کہین کا امیر بناؤن گا، اور نہ ان سے کسی قسم کی مدد لون گا، مغیرہؓ اس جواب سے بدظن ہو گئے،[4] امیر معاویہؓ کو خبر ہوئی تو انھون نے اس زرین موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ان کو اپنی طرف مائل کرکے ان سے بیعت لے لی، اب مغیرہؓ معاویہ کے ساتھ تھے اور علی الاعلان جناب امیرؓ کی مخالفت شروع کر دی، مجمع عام مین آپ کے خلاف تقریرین کرتے اور لوگون کو آپ کی مخالفت پر ابھارتے تھے،[5]

مغیرہ کی حمایت نے امیر معاویہؓ کو بڑی قیمتی مدد پہونچائی، اور بڑی بڑی اہم گتھیان انھون نے

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۴ و ۳۴۹، [2] استیعاب ج ۱ ص ۲۵۹، و مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸ [3] استیعاب ج ۱ ص ۲۵۹، [4] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۲، [5] مستدرک ج ۳ ص ۴۵۰،

اپنے ناخن تدبیر سے حل کردین، امیر معاویہؓ کے دعوی خلافت کے سلسلہ مین بعض مواقع ایسے نازک آگئے تھے، کہ اگر مغیرہ کا تدبر نہ ہوتا تو امیر معاویہؓ کو سخت ترین دشواریون کا سامنا کرنا پڑتا، زیاد دہاۃ عرب مین تھا، اور حضرت علیؓ کی طرف سے فارس کا والی تھا، یہ امیر معاویہؓ کا سخت ترین دشمن تھا، حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد گو امیر معاویہ سارے عالم اسلامی کے خلیفہ ہوگئے تھے، لیکن زیاد انکی خلافت تسلیم نہین کرتا تھا، امیر معاویہ نے مشہور جفاکار بسر بن ارطاط کو اس کے مطیع کرنے پر مامور کیا، لیکن اسکی سختیان بھی بے کار ثابت ہوئین، اور مغیرہ بن شعبہ نے اپنے تدبر سے زیاد کو امیر معاویہ کا مطیع بنا کر ایک بڑے خطرہ سے بچالیا[1]،

کوفہ کی گورنری، سنہ ۴۱ھ مین امیر معاویہ نے مغیرہ کو ان کے حسن خدمات[2] کے صلہ مین کوفہ کا عامل بنایا، سنہ ۴۳ھ مین خارجیون نے بڑا سخت فتنہ برپا کیا، مغیرہ نے نہایت ہوشیاری اور سرعت سے انکو فرو کیا، اور خارجیون کا ایک سرغنہ مستورد مارا گیا، غرض مغیرہؓ نے معاویہ کی خلافت استوار کرنے مین پورا زور صرف کیا،

وفات، سنہ ۵۰ھ مین کوفہ مین طاعون کی وبا پھیلی، اسی مین انتقال کیا، وفات کے وقت ۷۰ سال کی عمر تھی[3]،

حلیہ، سر بڑا، بال بھورے، لب پیوستہ، بازو فراخ اور شانہ کشادہ تھے[4]،

اولاد، وفات کے وقت ۳ اولادین چھوڑین، عروہ، حمزہ، عقار[4]،

فضل وکمال، مغیرہؓ بن شعبہ گو ایک مدبر اور فوجی شخص تھے، تاہم ان کو مذہبی علوم سے بھی

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۸، [2] ایضاً ص ۱۰۲، [3] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۲،

[4] تہذیب التہذیب تذکرہ مغیرہؓ بن شعبہ،

وافر حصہ ملا تھا، اور اپنے زمرہ مین علمی حیثیت سے ممتاز شخصیت رکھتے تھے، ان کی ۱۳۳ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے ۹ متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام بخاری، اور ۲ مین مسلم منفرد ہین[1]، تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، ان مین ان کے تینون لڑکے عروہ، حمزہ، عقار، اور عام لوگون مین جبیرہ بن وحیہ، مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن اجدع، نافع بن جبیر بن مطعم، عروہ بن زبیر اور عمرو بن وہب قابل ذکر ہین[2]،

گو مغیرہ مذہبی علوم سے بے بہرہ نہ تھے، لیکن انکی عظمت و وقار کا علَم علم و فتا کی مسند کے بجائے سیاست کی خارزار وادیون مین گڑا ہے، کہ یہی ان کے کمال کا حقیقی مظہر تھا، عقل و دانش، اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے وہ عرب کے ممتاز مدبرین مین تھے، ان کا شمار "دُھاۃ عرب" مین تھا[3]، اور اپنے غیر معمولی دل و دماغ کے سبب سے "مغیرۃ الرائے" کہلاتے تھے[4]، اسی وصف کی بنا پر حضرت عمرؓ کے عہد مین بڑے بڑے ذمہ دار عہدون پر ممتاز رہے، اور دربار ایران تک ان کے تدبر کا سکہ جم گیا تھا،

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے، کہ مین عرصہ تک مغیرہ کے ساتھ رہا، وہ اس تدبیر و سیاست کے آدمی تھے کہ اگر کسی شہر کے ۸ دروازے ہون، اور ان مین ایک مین سے بھی بغیر ہوشیاری اور چالاکی کے گذر نا دشوار ہو تو مغیرہؓ اٹھون دروازون سے نکل جاتے[5]، اہم امور کی گتھیان سلجھانے مین ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، جب کسی معاملہ مین رائے قائم کرتے تو اسی مین مفر کی صورت نکلتی[6]،

ان کی تدبیر و سیاست کے بعض واقعات نہایت دلچسپ ہین، عموماً پولیٹکل عہدہ داران

[1] تہذیب الکمال ص ۳۸۵، [2] تہذیب التہذیب تذکرہ مغیرہ بن شعبہ، [3] اصابہ و استیعاب تذکرہ مغیرہ بن شعبہ
[4] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۲، [5] مستدرک ج ۳ تذکرہ مغیرہؓ،

کا طریق حکمرانی رعایا میں ناپسندیدہ ہوتا ہے، مغیرہؓ بھی انھیں میں تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ان کو بحرین کا گورنر بنایا تھا، یہاں کی رعایا نے ان کی شکایت کی، حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کردیا، معزولی کے بعد چلتے چلتے رعایا نے ایک اور چوٹ لگائی، اور آیندہ واپسی کے خطرہ کو روکنے کے لئے، یہاں کے ایک زمیندار نے ایک لاکھ کی رقم جمع کرکے دربارِ خلافت میں پیش کی، کہ مغیرہؓ نے سرکاری محاصل سے خیانت کرکے ہمارے پاس جمع کرائی تھی، حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے بازپرس کی، معاملہ بہت نازک تھا، رقم موجود تھی، سیکڑوں شاہد تھے، مزید ثبوت کی ضرورت نہ تھی، لیکن انھوں نے دماغی توازن قائم رکھا، اور نہایت اطمینان کے ساتھ کہا میں نے دو لاکھ جمع کئے تھے، ایک لاکھ اس نے دبالیا، یہ سنکر زمیندار بہت سراسیمہ ہوا، اور حلف وغیرہ لے کر اپنی صفائی پیش کی، کیونکہ مغیرہؓ کو جو سزا ہوتی وہ ہوتی، لیکن فی الحال اسکو پورے دو لاکھ دینے پڑتے، لیکن یہ واقعہ محض مغیرہؓ کو بدنام کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، اس لئے تحقیقات سے غلط ثابت ہوا، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، تم نے دو لاکھ کا کیوں اقرار کیا، بولے انھوں نے تہمت لگائی تھی اور اس کے سوا بدلہ لینے کی کوئی صورت نہ تھی[1]،

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ

نام ونسب، خالدؓ نام، ابوسعید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس، بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی، نانہالی تعلق ثقیف سے تھا[2]،

اسلام، حضرت خالدؓ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں، جو اس وقت مشرف باسلام ہوئے، جب چند بندگانِ خدا کے سوا ساری دنیا توحید کی آواز سے ناآشنا تھی، انھیں کے

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۲، [2] اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۹۰،

اسلام سے ان کے گھر مین اسلام کی روشنی پھیلی، اس کا واقعہ یہ ہے، کہ دعوت کے ابتدائی زمانہ مین انھون نے خواب دیکھا، کہ یہ ایک آتشین غار کے کنارے کھڑے ہین، اور ان کے والد ان کو اس مین ڈھکیل رہے ہین لیکن رسول اللہؐ صلعم گلا پکڑے ہوئے روک رہے ہین، اس خواب پریشان نے آنکھ کھولدی، گھبرا کر اٹھ بیٹھے، اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا، کہ خدا کی قسم، یہ خواب حقیقت ہے، پھر اسکو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا، انھون نے کہا مین تمکو دوستانہ مشورہ دیتا ہون، کہ تم فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ، تم ایک نہ ایک دن ضرور مشرف باسلام ہوگے، اور تمھارے والد اس آتشین غار مین گرین گے لیکن تم کو اسلام اس مین گرنے سے بچالے گا، چنانچہ خالدؓ نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا، آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہین، آپ نے فرمایا بلا شرکت غیر خدائے واحد کی پرستش کرو، مجھکو اسکا بندہ اور رسول مانو، اور ان پتھرون کی پوجا چھوڑ دو، جو تمھارے نفع اور نقصان کسی چیز پر قدرت نہین رکھتے، حتی کہ اس سے بھی لاعلم ہین، کہ ان کی پرستش کے دعویدارون مین کون ان کی پرستش کرتا ہے، اور کون نہین کرتا، یہ تعلیمات سنکر، دل کے جذبات زبان پر آگئے اور دل کے ساتھ زبان نے بھی خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر دی۔[1]

آزمایش اور استقامت، اسلام لانے کے بعد گھر والون سے چھپکر، آنحضرت صلعم کے ساتھ دعوت اسلام مین مصروف ہوگئے، والد کو خبر ہوئی، تو انھون نے ان کے بھائیون کو ان کے پکڑنے کے لئے بھیجا، وہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے، پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا، یہان جواب صاف تھا، کہ جان جائے لیکن، محمد صلعم، کا مذہب نہین چھوٹ سکتا، اس جواب

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۸،

پر پہلے زجر و توبیخ شروع ہوئی، یہ بھی بے اثر ثابت ہوئی تو زدوکوب کی نوبت آئی، اور اس بے دردی سے مارا کہ سر پر پڑتے پڑتے لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی جب مارتے مارتے تھک گئے، تو پھر بازپرس شروع ہوئی، کہ تم نے محمد (صلعم) کی حرکتون کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ کیون دیا، تم آنکھون سے دیکھتے ہو، کہ وہ پوری قوم کی مخالفت کرتے ہین، ان کے معبودون اور ان کے آباو اجداد کو برا بھلا کہتے ہین، اور اسمین تم بھی انکی ہمنوائی کرتے ہو، اس استدلال، زجرو توبیخ اور زدوکوب کے بعد بھی اس بادۂ حق کے متوالے کی زبان سے نکلا کہ، خدا کی قسم! وہ جو کچھ کہتے ہین، سچ کہتے ہین، اور اسمین، مین ان کے ساتھ ہون، جب سنگدل باپ ہر طرح سے تھک چکا، تو عاجز ہوکر قید کرکے کھانا، پینا بند کر دیا، اور لوگون سے منع کر دیا کہ کوئی شخص ان سے گفتگو نہ کرے، یہ کئی دن تک بے آب و دانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے، چوتھے دن موقع پاکر نکل کے، اطراف مکہ مین روپوش ہوگئے[1]،

ہجرت حبشہ جب مسلمانون کا دوسرا قافلہ حبشہ جانے لگا، تو یہ بھی اپنی بیوی امیمہ یا ہمینہ اور بھائی عمرو کو ساتھ لیکر حبشہ چلے گئے، یہین ان کے صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئین[2]،

ہجرت مدینہ اور غزوات غزوۂ خیبر کے زمانہ مین حبشہ سے مدینہ آئے، گو یہ اسمین شریک نہ ہوئے تھے، لیکن آنحضرت صلعم نے مال غنیمت مین ان کا حصہ بھی لگایا، اس کے بعد عمرۃ القضا، فتح مکہ، حنین، طائف، اور تبوک وغیرہ سب مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[3]، ابتدائی غزوات بدر و احد، وغیرہ مین شریک نہین ہو سکے تھے، اس محرومی پر ہمیشہ متاسف رہے، آنحضرت صلعم سے عرض کی یارسول اللہ! ہم لوگ بدر کے شرف سے محروم رہے

[1] طبقات ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۶۸، و استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۱، [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۴،

آپ نے جواب دیا کہ کیا تم کو یہ پسند نہین ہے کہ لوگون کو ایک ہجرت کا شرف ملے اور تمکو دو گا[1]،

مدینہ کا قیام، مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے مراسلات کا عہدہ ان کے متعلق کردیا تھا، چنانچہ تحریری نامہ و پیام کی خدمت یہ انجام دیتے تھے، ۹ھ مین بنو ثقیف کا جو وفد آیا تھا اس کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان یہی گفتگو کرتے تھے، وفد کے مشرف باسلام ہونے کے بعد معاہدہ بھی انھین نے تحریر کیا تھا[2]،

یمن کی گورنری، حضرت خالدؓ کے کنبہ بھر مین تحکمانہ شان تھی، اس لئے آنحضرت صلعم نے تینون بھائیون کو حکومت کے عہدون پر ممتاز کیا تھا، آبان کو بحرین پر، عمرو کو تیمار پر، اور خالد کو یمن پر مامور کیا، یہ تینون تا حیات نبوی نہایت تدبیر و سیاست کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے، آپکی وفات کی خبر سنکر وہان سے واپس ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ بھیجنا چاہا، اور پوچھا کہ تمکو لوگ کیون اپنے عہدون کو چھوڑ کر چلے آئے، تم لوگ آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ عامل ہو، تم سے زیادہ کون اس عہدہ کا مستحق ہے، لیکن انھون نے یہ کہکر واپسی سے انکار کردیا، کہ ہم ابی احیحہ کی اولاد ہین، آنحضرت صلعم کے بعد کسی کے عامل نہ بنین گے[3]،

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت مین تاخیر، خالد کو ابتدا مین حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے اختلاف تھا، انھون نے دو مہینہ تک بیعت نہین کی، اور حضرت علیؓ اور عثمانؓ سے جا کر کہا، کہ آپ لوگون نے غیرون کی خلافت کس طرح ٹھنڈے دل سے قبول کرلی، حضرت ابوبکرؓ نے اس پر کوئی بازپرس نہ کی، البتہ حضرت عمرؓ بہت برہم ہوئے[4]، لیکن دو مہینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر بیعت کرلی،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین فتنہ ارتداد کی روک تھام مین بڑی سرگرمی سے

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۷۲، [2] زرقانی ج ۴ ص ۹، [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵، [4] طبری ص ۲۰۷۹،

حصہ لیا، مشہور مرتد عمرو بن معدیکرب زبیدی کو جو اسود عنسی کے حلقہ مین تھا، زخمی کیا، اور اسکی تلوار اور گھوڑا چھین لیا، مگر وہ بچ کر بھاگ گیا[۱] فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد شام کی فوجکشی کے سلسلہ مین حضرت ابوبکرؓ نے ان کو فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا لیکن حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا کہ جس شخص نے بیعت مین لیت ولعل کی ہو وہ ہرگز اعتماد کے لائق نہین، پھر وہ کوئی ایسے بنرد آزما بھی نہین، کہ فوجی ذمہ داری ان کے سپرد کیجائے حضرت ابوبکرؓ پہلے مترددد تھے لیکن آخر مین حضرت عمرؓ کے اصرار سے مجبور ہو گئے، تاہم معزول نہین کیا، لیکن سپہ سالاری کے عہدہ سے تنزل کرکے تیماؔ کی امدادی فوج کے دستہ کا امیر بنا دیا، اور ان کی جگہ یزید بن ابی سفیان کا تقرر کیا، اور خالد کو یہ ہدایتین دے کر کہ، "راستہ مین ان مسلمانون کو جو پہلے ارتداد کی شورش مین نہ شریک ہوے ہون، ساتھ لے لینا، اور بغیر میر الحکم ملے ہوئے خود حملہ کی ابتدا نہ کرنا" تیمار روانہ کر دیا، رومیون کو خبر ہوئی، تو انھون نے بہت سے عربی قبائل کو لے کر مختلف اطراف مین چھاپے مارنا شروع کر دیئے، خالد نے دربار خلافت مین اطلاع بھیجی، وہان سے مقابلہ کرنے کا حکم آیا، لیکن خالد کے بڑھتے بڑھتے رومی منتشر ہو گئے، اور عربی قبائل جو ان کے ساتھ ہو گئے تھے پھر اسلام لے آئے، خالد نے پھر اطلاع بھیجی، آپ نے حکم دیا، کہ ابھی پیش قدمی جاری رکھو، مگر اس طرح کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکین، اس حکم کے مطابق یہ آگے بڑھے، باہان رومی مقابلہ کو نکلا لیکن شکست کھائی، انھون نے اسکی اطلاع دربار خلافت مین بھیجی، نیز مزید امدادی فوج طلب کی[۲]

اسی دوران مین عام لشکر کشی ہوئی عکرمہ ذوالکلاع اور ولید خالد کی مدد کے لئے بھیجے گئے ان کے پہونچتے ہی خالد رومیون کے مقابلہ مین نکلے، باہان بطریق روم اپنی فوج کو دمشق

---

[۱] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۰۰، [۲] طبری ص ۹ ۲۰۷ تا ۲۰۸ و ابن اثیر ج ۲ ص ۲۰۸،

کی طرف ہٹائے گیا، لیکن یہ برابر بڑھتے ہوئے چلے گئے، اور دمشق و واقوصہ کے درمیان خیمہ زن ہوئے باہان کا مسلح دستہ تاک مین لگا ہوا تھا، اس نے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی، اور خود حملہ کرنے کے لئے بڑھا، راستہ مین خالد کے صاحبزادہ سعید ملے، ان کو گھیر کر شہید کر دیا، خالدؓ کو خبر ہوئی، تو اس قدر بدحواس ہوئے کہ آگے بڑھکر بدلہ لینے کے بجائے پیچھے ہٹتے چلے گئے[1] عکرمہ نے البتہ یہ ہوشیاری کی، کہ باہان کو ان کے تعاقب سے روکدیا، اور یہ ذو المروہ مین آکر مقیم ہو گئے، پھر کچھ دنون کے بعد مدینہ آئے حضرت ابو بکرؓ نے اس کمزوری پر مناسب تنبیہ کی، اور لوگون سے کہا واقعی عمرؓ اور علیؓ ان کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے، کاش مین نے ان کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا، یعنی فوجی ذمہ داری نہ سپرد کرتا، اس کے بعد برابر لڑائیون مین شریک ہوتے رہے، اور گذشتہ کمزوری کی تلافی مین بڑے جوش اور ولولہ سے لڑتے تھے، چنانچہ فحل، دمشق وغیرہ مین جانبازیان دکھائین،

شہادت

فحل کی مہم کے بعد اسلامی فوج نے مرج صفر کا رخ کیا، اسی درمیان مین خالدؓ نے ام حکیم سے عقد کر لیا، اور مرج صفر پہونچ کر بیوی سے ملنے کی تیاریان شروع کین، بیوی نے کہا بہتر ہوتا، کہ اس معرکہ کے بعد اطمینان سے ملتے، کہا میرا دل کہتا ہے کہ اس لڑائی مین جامِ شہادت پیون گا، اس لئے چاہتا ہون کہ عروسِ تیغ کے گلے ملنے سے قبل تم سے مل لون، وہ راضی ہو گئین، چنانچہ میدانِ جنگ مین بیوی کے پاس شب باش ہوئے، اور صبح کو احباب کی دعوت کی، ابھی یہ لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ رومی میدان مین آگئے، ایک رومی نے مبارز طلبی کی، خالد مقابلہ کے لئے نکلے اور نکلتے ہی شہید ہو گئے، اس کا اندازہ مشکل ہے، کہ ان کی شہادت سے اس نو عروس کے دل پر کیا گذری ہوگی، جو

[1] طبری ص ۲۰۸۴ تا ۲۰۸۶

جامۂ عروسی پہنتے ہی سوگ نشین ہوگئی، لیکن اسکی رگون مین عربی خون دوڑ رہا تھا، اس لئے شکستہ خاطر ہونے کے بجائے اور زیادہ جوش پیدا ہوگیا، اور اس دل خستگی کے باوجود مردون کے دوش بدوش میدانِ جنگ مین لڑی اور شوہر کے انتقام مین سات رومیون کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا[۱]،

اولاد، امیمہ یا ہمینہ بنت خلف کے بطن سے دو اولادین ہوئین سعید اور امہ یا ام خالد سعید خالد کی زندگی مین شہید ہوگئے تھے، امہ حضرت زبیر بن عوام رضؓ سے بیاہی تھین،

اخلاق خالدؓ لباس وغیرہ مین آنحضرت صلعم کی مشابہت کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ انکی انگوٹھی کا نقش بھی محمد رسول اللہ (صلعم) تھا، یہ انگوٹھی آنحضرت صلعم نے ان سے لی تھی، جو ہمیشہ آپ کے ہاتھ مین رہی[۲]،

فضل وکمال، عرب کے عام دستور کے خلاف ان کو لکھنے پڑھنے مین مہارت حاصل تھی، چنانچہ یمن والون کو جو امان نامہ آنحضرت صلعم نے دیا تھا، اسکی کتابت انھین نے کی تھی[۳]،

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ

نام ونسب، شرحبیل نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبداللہ تھا، لیکن یہ شرحبیل کے بچپن مین فوت ہو گئے تھے، اور ان کی مان حسنہ نے سفیان انصاری سے شادی کر لی تھی، اس نسبے شرحبیل باپ کے بجائے مان کی نسبت سے شرحبیل بن حسنہ مشہور ہوگئے[۴]، نسب نامہ یہ ہے، شرحبیل بن عبداللہ بن مطاع بن عبداللہ بن غطریف بن عبد العزیٰ بن جثامہ بن مالک

[۱] فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۲۵ تفصیل ابن سعد سے ماخوذ ہے، [۲] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵، [۳] ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۵، [۴] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۳،

بن ملازم بن مالک بن رہم بن سعد بن یشکر بن مبشر بن غوث بن مر قبیلہ، ان کے انتساب مین اختلاف ہے، بعض کندی بتاتے ہین، اور بعض تمیمی،

اسلام و ہجرت، | شرحبیلؓ دعوتِ اسلام کے آغاز مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوے اور پہلے حبشہ کی ہجرت کی، وہان سے مدینہ آئے اور ان کے تعلق سے بنی زریق مین قیام پذیر ہوئے[1]، ہجرت سے لیکر آنحضرت صلعم کی وفات تک کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہین ہے، کیونکہ بڑا زمانہ حبشہ کے قیام مین صرف ہو چکا تھا، ان کے کارنامون کا آغاز عہد صدیقی سے ہوتا ہے، شام کی فوجکشی مین صوبہ اردن پر تھے،

بصری کا معرکہ | چنانچہ اس سلسلہ کے سب سے پہلے معرکہ بصری مین افسر تھے، آغازِ جنگ کے قبل ان مین اور بصریٰ کے حاکم رومانس مین گفت و شنید بھی ہوئی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہین نکلا تھا، اور یہ فوج مرتب کر کے آگے بڑھ رہے تھے، کہ خالدؓ پہونچ گئے، ان کے آنے کے بعد یہ سپہ سالار اعظم ہوئے اور انھین کی سپہ سالاری مین اہل بصرے نے جزیہ قبول کیا[2]،

اجنادین | بصری کے بعد رومی اجنادین مین جمع ہوئے، خالدؓ مقابلہ کو بڑھے، شرحبیل بھی کچھ دور جا کر ان سے مل گئے، اور دونون مل کر رومیون سے معرکہ آرا ہوئے، اور ایک خون ریز جنگ کے بعد مسلمان کامیاب ہوئے،

دمشق، | دمشق کی پیدل فوج کے کمان دار تھے[3] اور اس کے محاصرہ مین یہ باب فرادیس پر متعین تھے، اور فتح تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے،

فحل | دمشق کے بعد جب مسلمان فحل ہوتے ہوئے بیسان کی طرف بڑھنے والے تھے، لیکن درمیان مین پانی کی وجہ سے فحل مین رک گئے تھے، اس وقت بھی شرحبیل ساتھ تھے، اور

[1] ابن سعد تذکرہ شرحبیل بن حسنہؓ [2] فتوح البلدان ص ۱۱۹ [3] طبری ۲۱۵۱ [4] فتوح البلدان ص ۱۲۷

ان کی احتیاط کی بنا پر مسلمان ایک خطرناک صورتِ حال سے بچ گئے، رومیون نے دریا کا بند توڑ دیا تھا، اس لئے فحل اور بیسان کے درمیان پانی پانی ہوگیا تھا، مسلمان فحل سے آگے نہ بڑھ سکے اور وہین مقیم ہوگئے، شرجیل اس نازک موقع پر رات بھر جاگتے تھے، کہ مبادا رومی عقب سے حملہ آور نہ ہو جائین، ان کی یہ پیش بینی اور احتیاط بہت کام آئی، رومی واقعی ایک دن اچانک پشت سے آگئے، لیکن شرجیل ہوشیار تھے اس لئے رومیون کو شکست ہوئی[1]۔

بیسان | فحل کے بعد شرجیل اور عمرو بن العاص بیسان کی طرف بڑھے، بیسان والے فحل کا انجام دیکھ چکے تھے، اس لئے پہلے سے قلعہ بند تھے، شرجیل نے پہونچتے ہی محاصرہ کر لیا، عرصہ تک محاصرہ قایم رہا، ایک دن دو چار آدمی نکلے وہ مارے گئے، آخر مین مجبور ہو کر دمشق کے شرائط پر صلح کر لی، طبریہ والون نے بیسان کا حال دیکھ کر ابوالاعور سے خواہش ظاہر کی کہ اس کو شرجیل سے ملنے کی اجازت دیجائے، انھون نے اجازت دیدی چنانچہ اس نے ان سے ملکر بیسان کے شرائط پر صلح کر لی[2]،

صوبۂ اردن اور اسکی آبادیان | اس کے بعد شرجیل بن حسنہ نے صوبہ اردن کے تمام شہر نہایت آسانی سے فتح کر لئے، اور ان کے لینے مین کوئی زیادہ خون ریزی نہین ہوئی، تقریباً تمام مفتوحہ علاقہ مین دمشق کے شرائط پر صلح ہوئی، اردن کے شہرون مین سوسیہ، افیق، جرش، بیت، راس، قدس، جولان، وغیرہ قابلِ ذکر ہین[3]،

یرموک | یرموک کی مہم مین جب مسلمان شام کے مختلف حصون سے سمٹ کر یرموک مین جمع ہوئے تو شرجیل بھی آئے اور یہ اور یزید بن ابی سفیان ایک جگہ ٹھہرے، خالدؓ سپہ سالار تھے، انھون نے جدید طریقہ پر فوج کو چھتیس حصون پر تقسیم کر کے ہر حصہ پر الگ الگ افسر مقرر کئے، چنانچہ

[1] اس واقعہ مین روایات مختلف ہین، [2] طبری ص ۲۱۵۰، ۲۱۵۹، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳،

میمنہ اور میسرہ کے حصہ پر عمرو بن العاص اور شرجبیل متعین تھے[1] میدان جنگ میں رومیوں کے ابتدائی حملہ میں جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور بہت سے مسلمان میدانِ جنگ سے باہر نکل آئے اس وقت بھی شرجبیل رض کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، اور نہایت جانفروشی سے لڑ رہے تھے، اور اخیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے،

وفات، ۱۸ھ میں ابھی اسلامی فوجیں شام میں برسرپیکار تھیں، کہ عراق، شام اور مصر میں طاعون کی وبا پھیلی، عمرو بن العاص رض نے مشورہ دیا کہ فوجیں وبائی مقامات سے ہٹا کر محفوظ علاقوں میں بھیجدی جائیں، لیکن شرجبیل رض بڑے متوکل شخص تھے، انھوں نے کہا کہ عمرو بن العاص رض نادان ہیں، میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ طاعون خدا کی رحمت اور انبیا کی دعا ہے، اس کے قبل صالحین نے اسی میں وفات پائی ہے، اس لئے ہرگز نہ ہٹنا چاہئے[2] چنانچہ یہ کسی طرح نہ ہٹے، اور اسی نامراد وبا میں، ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی، اور گذشتہ صلحاے امت سے جا ملے[3]،

فضل وکمال، گو ان کی ساری زندگی جہاد کے میدان میں گذری، تاہم احادیثِ نبوی سے تہی دامن نہ تھے، جعفر بن ربیعہ اور عبدالرحمٰن الاشعری نے ان سے روایت کی ہے[4]،

حضرت خباب بن ارت رض

نام ونسب، خباب نام، ابو عبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خباب بن ارت بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم، زمانۂ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں فروخت کئے گئے[5]،

---

[1] طبری ص ۲۰۱۹، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۹۶، [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۵، [4] تہذیب الکمال ص ۱۶۵، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۶،

اسلام، حضرت خبابؓ ان خوش نصیب بزرگون مین ہین، جو دعوتِ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ مین یعنی زید بن ارقم کے گھر مین آنحضرت صلعم کے پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے[1] اسلام لانے والون مین انکا چھٹا نمبر تھا، اسی لئے سادس الاسلام کہلاتے تھے،

ابتلا و آزمایش ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ مین اسلام کا اظہار تعزیراتِ مکہ مین ایسا شدید جرم تھا، جس کی سزا مین مال و دولت، ننگ و ناموس ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا، لیکن حضرت خبابؓ نے اُس کی مطلق پرواہ نہ کی، اور ببانگ دہل اپنے اسلام کا اظہار کیا[2]، اس صورت مین مکہ کا بڑا سے بڑا آدمی بھی مشرکین کے دستِ ستم سے نہین بچ سکتا تھا، خبابؓ تو غلام تھے، ان کا خدا کے سوا کون پشت پناہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ معاندینِ اسلام کے جور و ستم کا بادل ہر طرف سے سمٹ کر ان پر برسنے لگا، وہ انکو ایسی ایسی عبرت انگیز سزائین دیتے تھے، کہ جو انسانی شقاوت اور درندگی کی آخری حد ہے، ننگی پیٹھ، دہکتے ہوے انگارون پر لٹا کر، سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھکر ایک آدمی مسلتا، اور وہ اس وقت تک ان انگارون پر کباب ہوتے رہتے، جب تک خود زخمون کی رطوبت اس آگ کو نہ بجھاتی[3]، لیکن اس سختی کے باوجود زبان کلمۂ حق سے نہ پھرتی، رحمۃ للعالمین اس کس مپرسی کی حالت مین تالیفِ قلب فرماتے تھے، لیکن آقا اتنا سنگ دل تھا، کہ وہ ان کے لئے اتنا سہارا بھی نہ برداشت کر سکا، اور اسکی سزا مین لوہا آگ مین تپا کر اس سے انکا سر داغا[4]، انھون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میرے لئے بارگاہ ایزدی مین دعا فرمایئے کہ وہ مجھکو اس عذاب سے نجات دے، آپؐ نے دعا فرمائی کہ ،، خدایا خباب کی مدد کر،،

جب اس جسمانی سزا سے بھی آتشِ انتقام سرد نہ پڑتی، تو مالی نقصان پہنچاتے، کہ ایک

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۱۱۶، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱۶، [3] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۱۱۷،

[4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۶،

خستہ حال کے لئے مالی نقصان بھی جسمانی سزا سے کم نہین، عاص بن وائل کے ذمہ ان کا کچھ قرض تھا یہ جب تقاضا کرتے تو جواب دیتا کہ جب تک محمد (صلعم) کا ساتھ نہ چھوڑو گے، اس وقت تک نہین مل سکتا، یہ جواب دیتے کہ جب تک تم مرکر دوبارہ زندہ نہ ہو گے مین محمد (صلعم) سے الگ نہین ہو سکتا وہ کہتا اچھا مین مر کے پھر زندہ ہونگا، اور مجھکو مال اور اولاد ملے گی، اس وقت تمھارا قرض چکا دونگا (اس سے مسلمانون کے اس عقیدے پر تعریض تھی، کہ مرنیکے بعد دوبارہ زندگی ملے گی)، اس واقعہ پر کلام اللہ کی یہ آیہ نازل ہوئی[1]،

اَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا،

(سورہ مریم ع ۵)

اے محمد! کیا تم نے اس شخص کے حال پر نظر کی جس نے ہماری آیات سے کفر کیا، اور کہا کہ (قیامت مین بھی) مجھ کو مال اور اولاد ملے گی، کیا اسکو غیب کی خبر ہوگئی یا اس نے خدائے رحمٰن سے عہد لیا ہے، ہرگز نہین یہ جو کچھ کہتا ہے ہم اسکو لکھ لیتے ہین، اور اس کے عذاب مین ڈھیل دیتے چلے جائین گے، اور جو کچھ وہ کہتا ہے، اس کے ہم وارث ہون گے، اور یہ تنہا ہمارے سامنے لایا جائے گا،

ہجرت و مواخات، مدتون نہایت صبر و استقلال کے ساتھ یہ تمام مصیبتین جھیلتے رہے، پھر جب ہجرت کی اجازت ملی، تو ہجرت کرکے مدینہ آگئے، ہجرت بھی تکلیف و مصائب کے خوف سے نہ کی تھی بلکہ خاصۃً لوجہ اللہ کی تھی، چنانچہ کہا کرتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلعم کیساتھ خاصۃً لوجہ اللہ ہجرت کی تھی[2]،

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ونرثہ ما یقول،

[2] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۰۹،

مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان مین اور خراش بن صمہ غلام تمیم کے درمیان مواخات کرادی[1]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد شروع سے آخر تک تمام غزوات مین شریک رہے[2]،

خلافت فاروقی حضرت عمرؓ ان کے فضائل کی وجہ سے ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دن یہ ان سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا، اور لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا، کہ ان کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہے، جو اس پر بیٹھنے کا مستحق ہے، خبابؓ نے پوچھا امیر المومنین! وہ کون ہے؟ فرمایا بلال! آپ نے عرض کیا وہ میرے برابر کیونکر مستحق ہو سکتے ہین، مشرکین مین ان کے بہت سے مددگار تھے، لیکن میرا پوچھنے والا سوائے خدا کے کوئی نہ تھا اس کے بعد اپنا استحقاق بتاتے ہوے اپنے مصائب کی داستان سنائی[3]،

علالت ووفات کوفہ مین بیمار پڑے اور علاج کے سلسلہ مین اپنا پیٹ سات مقام سے داغ کرایا، اس سے سخت تکلیف ہوئی، اور افاقہ ہونے کے بجائے مرض بڑھتا گیا، مرض کی طوالت اور اسکی تکلیف سے گھبرا گئے، تو کہنے لگے کہ اگر خدا نے رسول اللہ صلعم سے موت کی دعا کرنیکی ممانعت نہ کی ہوتی، تو مین دعا کرتا، جب حالت زیادہ نازک ہوئی، تو کفن لایا گیا، کفن دیکھکر آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے، فرمانے لگے، کہ آہ، حمزہؓ کو پورا کفن بھی میسر نہ ہوا، ایک معمولی چھوٹی سی چادر مین کفنائے گئے، کہ اگر پیر ڈھانکا جاتا تھا، تو سر کھل جاتا، اور سر ڈھانکا جاتا تھا، تو پاؤن کھل جاتے تھے، آخر مین سر ڈھانک کر اذخر (ایک قسم کی گھاس) سے پاؤن چھپائے گئے،

کچھ لوگ عیادت کرنے کو آئے، اور تشفی ودلدہی کے لئے کہا، ابو عبد اللہ تم کو خوش ہونا چاہئے، کل تک اپنے ساتھیون سے مل جاؤ گے، یہ سنکر رقت طاری ہوگئی، فرمایا کہ مین موت

۱؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۷، ۲؎ ابن سعد جز ۳ ق ۱ ص ۱۱۷، ۳؎ مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ خباب بن ارت،

سے نہین گھبراتا تم لوگون نے ایسے لوگون کو یاد دلایا، جو اس دنیا سے اجر کے مستحق اٹھے، مجھ کو خوف ہے کہ کہین ثواب آخرت کے عوض یہ دنیا نہ ملی ہو،[1]

وصیت اور وفات | کوفہ والے عموماً اپنے مردون کو شہر کے اندر دفن کرتے تھے لیکن انھون نے وصیت کردی تھی، کہ مجھکو بیرون شہر دفن کرنا چنانچہ اس وصیت کے مطابق آپ کو شہر کے باہر دفن کیا گیا، آپ پہلے صحابی ہین جن کی قبر سے کوفہ کے باہر ویرانہ کی آبادی ہوئی، وفات کے وقت بہتر[2] سال کی عمر تھی، حضرت علیؓ جنگ صفین سے واپس ہو رہے تھے، کہ ان کو آپ کی وفات کی اطلاع ملی، چنانچہ انھین نے نماز جنازہ پڑھائی،[2] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۳۷ھ مین وفات پائی اور ایک دوسری روایت ہے کہ ۱۹ھ مین مدینہ مین پیوند خاک ہوئے، اور حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی،

ذریعۂ معاش | زمانۂ جاہلیت مین اور اس کے بعد بھی عرصہ تک تلوارین بنا کر کسب معاش کرتے تھے، اسلام کا ابتدائی زمانہ بہت عسرت مین بسر ہوا، لیکن کچھ دنون کے بعد خدا نے مرفہ الحالی دکھائی، اور اتنی دولت ملی، کہ پھر کسی پیشہ وغیرہ کی احتیاج باقی نہین رہی، وفات کے وقت چالیس ہزار درہم پس انداز تھے،[3]

فضل وکمال | خباب کو علم کی بڑی جستجو تھی، اس جستجو کے سلسلہ مین کبھی کبھی آنحضرت صلعم کی لاعلمی مین رات رات بھر آپ کے طریقۂ عبادت کو دیکھتے اور صبح کو اس کے متعلق استفسار کرتے، کیونکہ بہترین طریقۂ تعلیم یہی ہے، کہ خود معلم کا عملی نمونہ متعلم کے سامنے ہو، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ساری رات نماز پڑھی، یہ پوری رات دیکھتے رہے، اور صبح کو آکر پوچھا

---

[1] ابن سعد جزء ۳ قسم اول ص ۱۰۸ حضرت حمزہؓ کی تکفین کا واقعہ بخاری کتاب المغازی اور مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۰۹ مین ہے، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۲ [3] ابن سعد ج ۳ ق ۱ تذکرۂ خباب،

"فدیت بابی و امی"، یا رسول اللہ! رات کو آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس کے قبل کبھی نہ پڑھی تھی فرمایا، وہ بیم و رجا کی نماز تھی، مین نے بارگاہ ایزدی مین تین چیزون کی دعا کی تھی، دو قبول ہوئین اور ایک نامقبول، ایک دعا یہ تھی، کہ خدا مسلمانون کو اس عذاب سے نہ ہلاک کرے، جس سے گذشتہ امتین ہلاک ہوئین، اور میرے دشمنون کو مجھ پر نہ غالب کرے، یہ دونون دعائین تو قبول ہوگئین، لیکن تیسری قبول نہین ہوئی[1]،

ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۳۲ ہے، ان مین سے ۳ متفق علیہ ہین، اور ۲ مین امام بخاری اور ایک مین مسلم منفرد ہین[2]، صحابہ اور تابعین مین جن بزرگون نے ان سے حدیثین سنی ہین ان کے نام حسب ذیل ہین،

آپ کے صاحبزادہ عبداللہ، اور ابو امامہ باہلی، ابو معمر، عبداللہ بن شخیر، قیس بن ابی حازم مسروق بن اجدع اور علقمہ بن قیس وغیرہ[3]،

حضرت سلمہ بن اکوع رضہ

نام و نسب سنان نام، ابو ایاس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سنان بن عبداللہ بن عبداللہ بن قشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اقصی اسلمی[4]،

اسلام و ہجرت ارباب سیر ان کے زمانۂ اسلام کی تعیین مین خاموش ہین، لیکن اس قدر مسلم ہے کہ ۶ھ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت کا شرف حاصل کیا، اکثر مہاجرین نے مع بال بچون کے ہجرت کی تھی، لیکن سلمہ نے راہ خدا مین بال بچون کو بھی چھوڑ کر مدینہ کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۰۸، [2] تہذیب الکمال تذکرۂ خباب بن ارت [3] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۳۳ [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۲،

غربت اختیار کی،

غزوات۔ مدینہ آنے کے بعد قریب قریب تمام غزوات مین شریک رہے، اور سب سے پہلے غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے، اور خلعت امتیاز حاصل کیا، صلح حدیبیہ کے سلسلہ مین بیعتِ رضوان تاریخ اسلام مین خاص اہمیت رکھتی ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کی خبر سنکر مسلمانون سے موت کی بیعت لینا شروع کی، تو سلمہ نے تین مرتبہ بیعت کی، پہلی مرتبہ سب سے اول جماعت کے ساتھ بیعت کر چکے تھے، دوبارہ آنحضرت صلعم کی نظر پڑی تو فرمایا سلمہ! بیعت کرو، عرض کی، یارسول اللہ! جان نثار پہلے ہی بیعت کر چکا ہے، فرمایا کیا حرج ہے، دوبارہ سہی اسوقت سلمہ رضؓ نہتے تھے، آنحضرت صلعم نے ایک ڈھال عنایت فرمائی، تیسری مرتبہ پھر آنحضرت صلعم کی نظر پڑی، تو فرمایا کہ سلمہ! بیعت نہ کروگے؟ عرض کی، یارسول اللہ صلعم ! دو مرتبہ بیعت کر چکا ہون، فرمایا، تیسری مرتبہ سہی، چنانچہ انھون نے سہ بارہ بیعت کی، آنحضرت صلعم نے پوچھا سلمہ! ڈھال کیا کی؟ عرض کی میرے چچا بالکل خالی ہاتھ تھے ان کو دیدی، آپ نے ہنس کر فرمایا، کہ تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے، کہ اس نے دعا کی کہ خدایا! مجھکو ایسا دوست دے جو مجھکو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو، اس درمیان مین اہلِ مکہ اور مسلمانون کے درمیان صلح ہو گئی، اور لوگ مطمئن ہو کر ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگے، سلمہ بھی اطمینان سے ایک درخت کے نیچے لیٹ رہے، اتنے مین چار مشرک آئے اور ان کے قریب بیٹھکر آنحضرت صلعم کے بارے مین ایسی باتین کرنے لگے، جو ان کو ناگوار ہوئین، یہ اٹھ کے دوسرے درخت کے نیچے چلے گئے، ان کے جانے کے بعد، چارون ہتھیار وغیرہ اتار کر اطمینان سے لیٹ گئے، یہ لوگ لیٹے ہی تھے، کہ کسی نے نعرہ لگایا، مہاجرین! دوڑنا، ابن زنیم قتل کردیے گئے، یہ آواز سنکر سلمہ نے ہتھیار

سنبھال لئے اور مشرکون کی طرف لپکے، یہ سب سو رہے تھے، سلمہ نے ان کے اسلحہ پر قبضہ کیا اور ان سے کہا تم لوگون کی خیر اسی مین ہے، کہ سیدھے میرے ساتھ چلے چلو، خدا کی قسم! جس نے سر اُٹھایا، اس کی آنکھین پھوڑ دونگا، چنانچہ ان سب کو کشان کشان آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کیا، ان کے چچا عامر بھی ستر اکھتر مشرک گرفتار کرکے لائے تھے، لیکن رحمت عالم نے سب کو چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ھوالذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم	وہ خدا ہی تھا جس نے عین مکہ مین تم کو کافرون پر فتحیاب
عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم	کرنے کے بعد ان کے ہاتھون کو تم سے اور تمھارے
علیھم (سورہ فتح ۳)	ہاتھون کو ان سے روک دیا،

اس کے بعد مسلمانون کا قافلہ مدینہ سے واپسی مین ایک پہاڑ کے قریب خیمہ زن ہوا، مشرکین کی نیت کچھ بد تھی، آنحضرت صلعم کو اس کی اطلاع ہو گئی، آپ کو پڑاو کی نگرانی کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ آپ نے اس شخص کے لئے دعاے مغفرت کی، جو پہاڑ پر چڑھ کر نگرانی کرے، سلمہؓ نے یہ سعادت حاصل کی، اور رات بھر مین کئی مرتبہ پہاڑی پر چڑھکر آہٹ لیتے رہے،

غزوۂ ذی قردہ آنحضرت صلعم کے کچھ اونٹ ذی قردہ کی چراگاہ مین چرتے تھے، اسکو بنو غطفان لوٹ لئے گئے، سلمہ بن اکوعؓ طلوع فجر کے قبل گھر سے نکلے، تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے غلام نے ان سے کہا، کہ آنحضرت صلعم کے اونٹ لٹ گئے، پوچھا کس نے لوٹا، کہا بنو غطفان نے، یہ سنکر آپ نے اس زور سے یا صباحاہ کا نعرہ لگایا، کہ مدینہ کے اس سرے سے اس سرے تک آواز گونج گئی، اور تن تنہا ڈاکوؤن کے تعاقب مین ہو لئے، وہ پانی

ؔ مسلم ج ۲ ص ۹۸-۹۹ مطبوعہ مصر،

کی تلاش مین مصروف تھے، کہ سلمہ پہونچ گئے، یہ بڑے قادر انداز تھے، تاک تاک کر تیر برسانا شروع کردیے، تیر برساتے جاتے تھے، اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے،

انا ابن الاکوع | الیوم یوم الرضع
مین اکوع کا بیٹا ہون | آج کا دن سخت جنگ کا دن ہے،

اور اس قدر تیر باری کی کہ ڈاکوؤن کو اونٹ چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا، بدحواسی مین اپنی چادرین بھی چھوڑ گئے، اس درمیان مین آنحضرت صلعم بھی لوگون کو لے کر پہونچ گئے، سلمہ رضؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مین نے ان لوگون کو پانی نہین پینے دیا ہی، اگر ابھی ان کا تعاقب کیا جائے، تو مل جائین گے، لیکن رحمتِ عالم نے فرمایا کہ قابو پانے کے بعد درگذر کرو، ¹

خیبر — اس کے بعد ہی خیبر کی مہم درپیش ہوئی، اسمین بھی آپ نے سرفروشیان دکھلائین فتح خیبر کے بعد اس شان سے لوٹے کہ آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک مین ہاتھ دیے ہوے تھے ²

غزوۂ ثقیف وہوازن — پھر غزوۂ ثقیف وہوازن مین شریک ہوئے، اسمین بھی نمایان رہے، اسی غزوہ کے دوران مین ایک شخص مسلمانون کے لشکرگاہ مین اونٹ پر سوار ہو کر آیا، اور اس کو باندھ کر مسلمانون کے ساتھ ناشتہ مین شریک ہوگیا، اس کے بعد چارون طرف نظر ڈال کے مسلمانون کی طاقت کا جائزہ لینے لگا، اور جائزہ لے کر، سوار ہوا اور تیزی سے نکل گیا، اس طرح اچانک آنے اور فوراً چلے جانے سے مسلمانون کو جاسوسی کا شبہ ہوا، چنانچہ ایک شخص نے اسکا تعاقب کیا، اسکو دیکھ کر سلمہ رضؓ نے بھی پیچھا کیا، اور آگے بڑھکر اس کے اونٹ کی مہار پکڑ کے بٹھا لیا، اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ ایک ہی وار مین وہ ڈھیر ہوگیا، پھر اس کی سواری پر قبضہ کر لیا، آنحضرت صلعم نے دیکھا، تو پوچھا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا

¹ بخاری ج ۲ کتاب المغازی، باب غزوہ ذی القردہ اور مسلم ج ۲ حوالہ مذکور، ² ایضاً باب غزوۂ خیبر،

لوگون نے عرض کیا، سلمہ نے فرمایا تو مقتول کا سب سامان ان کا ہے،[1]

سریہ بنی کلاب، ۷ھ میں آنحضرت صلعم نے ایک دستہ حضرت ابوبکرؓ کی امارت مین بنو فزارہ کی طرف بھیجا، اسمین سلمہؓ ساتھ تھے، اور گو معمولی سپاہی کی حیثیت سے تھے، تاہم اپنی غیر معمولی شجاعت و شہامت کے باعث خلعت امتیاز حاصل کیا، تن تنہا سات خانوادون کو تہ تیغ کیا، جو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ان کی عورتون کو گرفتار کر لیا، ان مین ایک لڑکی نہایت حسین تھی، اس کو حضرت ابوبکرؓ نے سلمہؓ کو دیدیا حضرت سلمہؓ جب اس کو لیکر مدینہ آئے، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سلمہ! یہ لڑکی میرے حوالہ کردو، عرض کی، یا رسول اللہ مین نے ابھی تک اُس کو ہاتھ نہین لگایا ہے، دوبارہ ارشاد کرنے پر انھون نے لاکر حاضر کردی، آنحضرت صلعم نے اُسکو مکہ بھیجکر اُس کے بدلہ مین ان چند مسلمانون کو آزاد کرایا، جو کفار کے ہاتھون مین گرفتار ہو گئے تھے[2] یہ واقعہ حضرت سلمہؓ کے زہد و ورع، ایثار اور رسول کی فرمان برداری کی ایک خاص مثال ہو سکتا ہے،

غزوات کی مجموعی تعداد، اسلام کے بعد بمشکل کوئی ایسا غزوہ نکلے گا جسمین سلمہؓ نظر نہ آتے ہون، ان غزوات کی تعداد جنمین شریک ہوئے، چودہ[14] تک پہونچ جاتی ہے، سات غزوون مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا، اور سات وہ تھے، جو آنحضرت صلعم نے مختلف اطراف مین بھیجے[3] بروایت مستدرک ان کی تعداد جن مین وہ شریک ہوئے سولہ[16] تک پہونچ جاتی ہے،[4]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۵۱، [2] ابن سعد حصہ مغازی سریہ ابی بکر صدیقؓ سات خانوادون کے قتل کا ذکر مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۶ مین بھی ہے، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۸۴،

[4] مستدرک ج ۳ ص ۵۶۲،

وفات آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے برابر مدینہ مین رہے لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ چھوڑ کر ربذہ مین سکونت اختیار کرلی وہان شادی کی اور اولادین ہوئین، بروایت بخاری ۷۴ھ مین پھر مدینہ واپس ہوئے، اور واپسی کے دوہی چار دن کے بعد وفات پائی، اور گھوم پھر کر بالآخر دیار حبیب کی خاک مین مدفون ہوئے[1]

فضل وکمال صحبت نبوی سے ہر شخص کو بقدر صلاحیت و استعداد علم و معارف کا حصہ ملتا تھا، حضرت سلمہؓ بھی اس سے محروم نہ رہے، اور چونکہ بکثرت غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہتے تھے، اس لئے احادیث سننے کے بہت سے مواقع ملتے تھے، آنحضرت صلعم کے علاوہ وہ حاشیہ نشینان بارگاہ نبوت سے بھی استفادہ کرتے تھے، چنانچہ ذات اقدس کے علاوہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، اور طلحہؓ سے بھی روایتین کی ہین، اسی لئے ان کے مرویات کی تعداد ۷۷ تک پہونچ جاتی ہے، جنمین سے ۱۶ متفق علیہ ہین، اور ۵ مین بخاری، اور ۹ مین امام مسلم منفرد ہین[2]، ان کے رواۃ مین ایاس بن سلمہ، یزید بن عبید، عبدالرحمن بن عبداللہ، اور محمد بن حنفیہ، قابل ذکر ہین[3]

انفاق فی سبیل اللہ حضرت سلمہؓ خدا کی راہ مین خرچ کرنے مین بہت کشادہ دست تھے، جو شخص خدا کا واسطہ دیکر سوال کرتا، اسکو ناکام نہ واپس کرتے، اور فرماتے کہ جو شخص راہ خدا مین نہین دیگا، پھر وہ کس مین دیگا، لیکن خدا کا واسطہ دیکر مانگنے کو برا سمجھتے تھے کیونکہ اسمین الحاف ہے[4]

صدقات سے اجتناب خود تو لوجہ اللہ صرف کرتے تھے لیکن اپنی ذات کے لئے صدقہ کا مال حرام سمجھتے تھے، اگر کسی چیز مین صدقہ کا شائبہ بھی ہوتا تو اس کا استعمال نہ کرتے

[1] اصابہ ج ۳ ص ۶۵ [2] تہذیب الکمال ص ۱۴۸ [3] تہذیب التہذیب تذکرہ سلمہ بن الاکوع [4] ابن سعد جز ۴ ق ۲ ص ۴۰

چنانچہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز دوبارہ بقیمت خریدنا بھی پسند نہ کرتے تھے[۱]،

شدت احتیاط: یہ احتیاط محض صدقہ تک محدود نہ تھی، بلکہ تمام اوامر ونواہی مین یہی عمل تھا، حتی کہ بعض وہ کھیل جو اس وقت بچون مین رائج تھے وہ اپنے لڑکون کو نہ کھیلنے دیتے تھے شاید اس لئے کہ اس مین جوے کی مشابہت ہوگی،[۲]

شجاعت: شجاعت، بہادری اور خاص کر پیدل تیز دوڑنے مین تمام صحابہ مین ممتاز تھے اسکی متعدد مثالین اوپر گذر چکی ہین، صاحب اصابہ لکھتے ہین، کان من الشجعان ویسبق الفرس عدوا[۳] یعنی وہ بہادرون مین سے ایک تھے، اور اسپ سوار سے وہ دوڑ مین مقابلہ کرتے تھے، اور اس سے آگے بڑھ جاتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بہتر سوارون مین ابو قتادہ؛ اور بہتر پیادون مین سلمہ بن الاکوع ہین، اس تعریف کے بعد آپ کو دو حصہ دیئے، سوار کا الگ، اور پیدل کا الگ[۴]،

حضرت ابن ام مکتوم

نام ونسب: یہ عموماً ابن ام مکتوم کے نام سے مشہور ہین، ان کی یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اس کے پردہ مین انکا اصلی نام چھپ گیا، اسی لئے مختلف ارباب سیر ان کے نام کو مختلف بتاتے ہین، چنانچہ بعض عبداللہ کہتے ہین، اور بعض عمرو بتاتے ہین، باپ کا نام قیس تھا لیکن مان کی نسبت سے ابن ام مکتوم مشہور ہوئے، سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عدی بن معیص بن عامر بن لوی القرشی،

---

[۱] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۴۰ [۲] ایضاً [۳] اصابہ ج ۳ ص ۱۱۸، [۴] ابن سعد جزء ۴ قسم ۲ ص ۳۹

ماں کا نام عاتکہ تھا، ننہالی شجرہ عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے،

اسلام | ابتدائے بعثت میں سرزمین مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، گو یہ نابینا تھے، ظاہری آنکھوں کی روشنی سے محروم تھے، مگر چشم دل وا تھی اس لئے مکہ میں جیسے ہی اسلام کا نور چمکتا نظر آیا، وہ کفر کی تاریکی سے باہر نکل آئے ان کی حق بینی کی یہ ادا ایسی نہ تھی کہ رحمت خاص کو اپنی طرف متوجہ نہ کرلیتی، چنانچہ وہ اکثر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے،

مکہ کے مغرور امرا اور روسا بھی مجلس نبوی میں آیا کرتے تھے، جو ابن ام مکتوم کی ظاہری نابینائی اور غربت و افلاس کی وجہ سے ان کو ذلیل سمجھتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ محمد (صلعم) ہماری مجلس میں ایسے لوگ برابر نہ بیٹھا کریں، آنحضرت صلعم کو چونکہ یہ بات دل سے لگی تھی کہ کسی طرح قریش کے یہ رؤسا دعوت حق قبول کرلیں، اس لئے آپ انکی خاطرداری کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم روسا قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے کہ درمیان میں حضرت ام مکتوم آئے، اور کچھ مذہبی مسائل پوچھنا شروع کردیئے، اس وقت ان کی یہ گفتگو آنحضرت صلعم کو ناگوار ہوئی کہ اس سے رؤسا قریش کے سلسلہ تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہوتی اور ان کے دلوں میں تاثر کے بجائے تکدر پیدا ہوتا اس لئے ابن مکتوم کی طرف التفات نہ فرمایا، اور بدستور سلسلہ گفتگو جاری رکھا، آنحضرت صلعم کا یہ طرز عمل گو تبلیغ حق اور دعوت اسلام کی سچی خواہش پر مبنی تھا تاہم خدا کے دربار میں ناپسندیدہ ہوا، اور اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی[۱]،

عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَاۤءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ	محمد جب تمہارے پاس نابینا آیا تو تم ترش رو ہوئے
لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى	اور منہ موڑ لیا، اور تم کیا جانو کہ عجب نہیں وہ

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۷، [۲] فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۱،

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّکّٰی وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَلَھّٰی

تمھاری تعلیم سے پاک ہوجائے، یا نصیحت سنے اور اس کو وہ نصیحت فائدہ بخشے، لیکن جو شخص بے توجہی کرتا ہے، اس کی طرف تم خوب توجہ کرتے ہو، حالانکہ اگر وہ درست نہ ہو تو، تم پر کوئی الزام نہین، اور جو تمھارے پاس خدا کے ڈر سے دوڑتا ہوا آتا ہے، تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو،

اس آیہ کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر ان کا لحاظ رکھتے تھے، اور کاشانہ نبوی مین ان کی بڑی خاطر مدارات ہوتی تھی حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کو لیمون اور شہد کھلایا کرتی تھین، اور فرماتی تھین کہ نزول آیہ کے بعد یہ ام مکتوم کا روزینہ تھا[1]،

ہجرت اذن ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلعم نے مسلمانون کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا، تو حضرت ابن مکتوم بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے، اس وقت تک آنحضرت صلعم نے ہجرت نہ فرمائی تھی[2]، ہجرت کے بعد موذنی کے جلیل القدر منصب پر مامور ہوئے، رمضان مین ان کی اذان اختتام سحر کا اعلان ہوتی تھی، اس کے بعد لوگ کھانا پینا بند کر دیتے تھے[3]،

غزوات ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن حضرت ابن مکتوم اپنی مجبوری کے باعث جہاد کی شرکت سے معذور رہا کرتے تھے، جب یہ آیہ نازل ہوئی جسمین جہاد کرنے والون کو نہ جہاد لڑنے والون پر فضیلت دی گئی،

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی وہ مسلمان جو گھرون پر بیٹھے رہتے، وہ رتبہ مین

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۴، [2] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۵۰، [3] بخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر

والمجاھدین فی سبیل اللہ — مجاہدین فی سبیل اللہ کے برابر نہین ہین

اور آنحضرت صلعم کاتب وحی حضرت زید بن ثابت سے اسکو لکھانے لگے تو ابن ام مکتوم بھی پہونچ گئے، اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلعم اگر مجھ کو جہاد کرنے کی قدرت ہوتی اور اس کے لایق ہوتا تو مین بھی شرف جہاد حاصل کرتا، ان کی یہ پر حسرت آرزو بارگاہ خداوندی مین اتنی پسند ہوئی کہ وحی الٰہی نے ان کو اور ان کے جیسے تمام مجبور اشخاص کو اس حکم کے ذریعہ سے

لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم (نساء ع ۱۴) — یعنی ضرر رسیدہ لوگون کے علاوہ وہ مسلمان جو گھرون پر بیٹھے رہتے ہین وہ مرتبہ ہین ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی برابر نہین مین جو اپنے جان و مال سے جہاد کرتے ہین،

مستثنیٰ کر دیا[1]، اس کے بعد مجبور اشخاص پر سے شرکت جہاد کا فرض ساقط ہو گیا، اور انکی شرکت ضروری نہین رہی لیکن اس حکم سے ان کا ولولہ جہاد کم ہونے کے بجائے، اور بڑھ گیا، چنانچہ نابینا ہونیکے باوجود بھی کبھی کبھی جنگ مین شریک ہوتے تھے، اور لوگون سے کہتے تھے کہ مجھکو علم دیکر دونون صفون کے درمیان کھڑا کر دو، مین نابینا ہون اس لئے بھاگنے کا کوئی خطرہ نہین ہے[2] اللہ اللہ یہ جوش فدویت و جان نثاری کہ ظاہری آنکھین بے نور ہین، ایک قدم چلنا مشکل ہے لیکن جہاد فی سبیل اللہ مین کٹنے کے لئے رگ جان تڑپ رہی ہے، درحقیقت یہی وہ کمال عقیدت و نیازمندی تھی جس نے ذات خداوندی کو بھی متوجہ کر لیا تھا،

گو حضرت ابن ام مکتوم اپنی معذوری کے باعث اکثر جہاد کے شرف سے محروم رہتے تھے، لیکن اس سے بھی بڑھکر یہ شرف حاصل ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس اکابر مہاجرین و

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب لایستوی القاعدون، [2] اصابہ و استیعاب ترجمہ ابن ام مکتوم،

انصار کے ساتھ کہین باہر تشریف لیجاتے تھے، تو ابن ام مکتوم کو جو معذوری کی وجہ سے باہر نہین جا سکتے تھے، اور مدینہ ہی مین رہتے تھے، امامت کی نیابت کا شرف عطا فرماتے تھے، چنانچہ غزوۂ ابواء، بواط، ذوالعسیر، جہینہ، سویق، غطفان، حمراء الاسد، نجران، ذات الرقاع وغیرہ مین ان کو آنحضرت صلعم نے نیابت کا شرف عطا فرمایا، بدر مین بھی کچھ دنون اس منصب جلیل کے حامل رہے، لیکن پھر چند روز کے بعد یہ شرف ابولبابہ کی جانب منتقل ہوگیا[1]، مجموعی حیثیت سے ان کو ۱۳ مرتبہ آنحضرت صلعم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا[2]،

وفات، آنحضرت صلعم کی وفات سے لیکر خلافت فاروقی کے اختتام تک ان کے حالات پردۂ خفا مین ہین، صرف اس قدر پتہ چلتا ہے، کہ جنگ قادسیہ مین علم بلند کئے زرہ بکتر لگائے میدان کارزار مین کھڑے تھے، واقدی کے بیان کے مطابق ان کی وفات مدینہ مین ہوئی، لیکن زبیر بن بکار کی روایت کی رو سے قادسیہ مین شہادت پائی[3]، اکثر ارباب سیر اس روایت کو صحیح سمجھتے ہین،

جماعت کی حاضری، نابینا تھے، مسجد نبوی سے گھر دور تھا، راستہ مین جھاڑیان پڑتی تھین کوئی راہ نما بھی نہ تھا، ان تمام دشواریون کے باوجود آپ مسجد نبوی مین نماز پڑھتے تھے، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم سے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی لیکن چونکہ اذان اور اقامت کی آواز ان کے گھر تک جاتی تھی، اس لئے آپنے اجازت نہ دی، چنانچہ یہ اسی حالت مین چھڑی سے ٹٹولتے ٹٹولتے مسجد آتے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ مین انکو رہنما دیا تھا،

فضل وکمال، حضرت ابن ام مکتوم کا سب سے بڑا طغرائے کمال تو یہی ہے کہ انکو ۱۳ مرتبہ رسول اللہ صلعم کی نیابت کا اعزاز ملا، جس مین وہ مسجد نبوی کی امامت کرتے تھے، اس کے علاوہ وہ

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۲۷، [2] تہذیب الکمال ص ۲۸۹ [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۵۷، و اصابہ ج ۴ ص ۱۸۲ [4] ابن سعد حوالہ مذکور

ام الکتاب کے حافظ تھے، چنانچہ مدینہ آنے کے بعد لوگون کو قرأت سکھاتے تھے[1]، آنحضرت صلعم کے فیض صحبت سے احادیث سے بھی، انکا دامن خالی نہ تھا، چنانچہ ان سے انس اور زر بن جیش نے احادیث روایت کی ہین[2]،

حضرت بریدہ رض بن حصیب

نام ونسب، بریدہ نام ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، کہ بریدہ بن حصیب بن عبد اللہ بن حارث بن اعرج بن سعد بن رزاح بن عدی بن سہم، بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم اسلمی،

اسلام، بریدہ رض عین زمانہ ہجرت مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب مرکز نبوت مکہ کے ستم کدہ سے مدینہ کے بیت الامن مدینہ مین منتقل ہونے لگا، اور کوکبہ نبوی غمیم پہونچا، تو یہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپنے اسلام پیش کیا، ان مین قبول حق کا مادہ موجود تھا، بلا پس وپیش قبول کرلیا، ان کے ساتھ بنو اسلم کے ۸۰ خانوادے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، پھر کچھ دنون قرآن کی تعلیم حاصل کرکے گھر لوٹ گئے[3]،

ہجرت اور غزوات، بدر واحد کے معرکے ان کے وطن کے قیام کے زمانہ مین ختم ہو چکے تھے، غالباً ۶ھ یا اس سے کچھ پہلے ہجرت کا شرف حاصل کیا[4]، اور سب سے پہلے صلح حدیبیہ مین شریک ہوئے، اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا[5]، ۷ھ مین غزوہ خیبر پیش آیا، اس مین یہ پیش پیش تھے، چنانچہ بیان کرتے ہین کہ ہم لوگون نے خیبر کا محاصرہ کیا، پہلے دن ابوبکر رض

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۱۵۱، [2] تہذیب الکمال ص ۲۰۹، [3] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۰۷، و استیعاب ج اول ص ۶۹، [5] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۷۵، و ابن سعد حوالہ مذکور،

نے علم لیا، لیکن فتح نہ کر سکے، دوسرے دن پھر یہی ہوا، لوگ بہت تھک چکے تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جسکو خدا اور اس کا رسول محبوب رکھتا ہے، اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، وہ فتح کرکے لوٹے گا، لوگ بہت خوش ہوئے کہ کل یہ مہم سر ہوگی، دوسرے دن صبح کو آنحضرت صلعم نے فجر کی نماز پڑھکر علم منگوایا، لوگ اپنی اپنی صفون مین تھے، پھر علیؓ کو طلب فرمایا، ان کو آشوب چشم کی شکایت تھی، آنحضرت صلعم نے لعاب دہن لگا کے علم مرحمت فرمایا، اور انھین کے ہاتھون خیبر فتح ہوا[1]،

شہ مین آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کی، اسمین بھی یہ ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ فتح کے دن آنحضرت صلعم نے کئی نمازین ایک وضو سے پڑھین[2]،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کی ماتحتی مین جو سریہ یمن بھیجا تھا، بریدہ اس مین بھی ساتھ تھے، بعد کو پھر اسی مقام پر حضرت علیؓ کی سرداری مین مسلمانون کی ایک اور جماعت بھیجی گئی، اور اب پوری فوج کی سرداری حضرت علیؓ کے ہاتھ مین تھی، جنگ کے بعد انھون نے مال غنیمت کی تقسیم مین ایک لونڈی خمس مین اپنے لئے رکھی، حضرت بریدہؓ کو یہ بات پسند نہ آئی، لوٹ کر انھون نے یہ واقعہ آنحضرت صلعم سے جاکر بیان کیا، واقعہ کو سنکر آپ نے فرمایا، بریدہ کیا تمکو علی سے کینہ ہے، انھون نے صفائی سے عرض کی جی ہان، فرمایا ان سے کینہ نہ رکھو، کہ ان کو خمس مین سے اس سے زیادہ کا حق تھا[3]، دوسری روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، فرمایا، بریدہ! کیا مومنین پر میرا حق خود ان کی ذات پر مقدم نہین ہے، عرض کیا ہان یا رسول اللہ، فرمایا جس کا مین مولیٰ ہون علیؓ بھی اس کا مولیٰ ہے[4]، حضرت بریدہؓ کہتے ہین

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۵۳، [2] ایضاً ص ۳۵۰، [3] صحیح بخاری جلد دوم باب بعث علی الی الیمن و مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰، [4] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷،

کہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنکر میری ساری شکایت حضرت علیؓ سے جاتی رہی، اوران سے وہ محبت ہوگئی جو کسی دوسرے سے نہین[1]،

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین جس قدر غزوات بھی ہوئے تقریباً سب مین یہ شریک تھے، ان کے غزوات کی مجموعی تعداد سولہ ۱۶ ہے[2]، آنحضرت صلعم نے اپنے مرض الموت مین اسامہؓ کی زیر سرکردگی جو سریہ شام بھیجا تھا، اس مین بھی یہ شریک تھے، اور سریہ کے علمبردار تھے[3]،

آنحضرت صلعم کی زندگی بھر دیار حبیب مین رہے، آپ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بصرہ آباد ہوا، تو دوسرے صحابہ کے ساتھ یہان منتقل ہو گئے، اور یہین مستقل گھر بنا لیا[4]،

ان کی رگ رگ مین جہاد کا خون دوڑتا تھا، لوگون سے کہا کرتے تھے کہ زندگی کا مزا گھوڑے کدانے مین ہے[5]، اسی جذب وولولہ کی بنا پر خلفاء کے زمانہ مین بھی مجاہدانہ شریک ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین خراسان پر فوج کشی ہوئی، اس مین آپ کی تلوار نے اپنے جوہر دکھائے[6]،

لیکن یہ سارا جوش شجاعت کفار کے مقابلہ مین تھا، ورنہ مسلمانون کے مقابلہ مین انکی تلوار ہمیشہ زنگ آلود رہی، شیخین کے بعد جس قدر خانہ جنگیان ہوئین، ان مین سے کسی مین شریک نہ ہوئے، بلکہ شدت احتیاط کی بنا پر ان لوگون کے بارہ مین جو اسمین شریک تھے کوئی رائے بھی نہ قایم کرتے تھے، ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰، [2] بخاری کتاب المغازی باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، [3] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۶، [4] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ بریدہ بن حصیب [5] ایضاً ص ۱۰۹، [6] اصابہ ج اول ص ۱۵۱

اور زبیرؓ کا ذکر کیا تاکہ ان بزرگون کے بارہ مین انکی رائے معلوم کرے، بریدہ فوراً قبلہ رو ہوکر دست بدعا ہوگئے، کہ خدایا علیؓ کی مغفرت فرما عثمانؓ کی مغفرت فرما، اور زبیرؓ کی مغفرت فرما، پھر اس شخص سے مخاطب ہوئے کہ تو مجھ کو میرا قاتل معلوم ہوتا ہے، اس نے کہا حاشا مین قاتل کیون ہونے لگا، اس استفسار سے میرا یہ مقصد تھا، فرمایا ان لوگون کا معاملہ خدا کے ہاتھ مین ہے، اگر وہ چاہیگا توان کی نیکیون کے بدلہ مین بخش دیگا، اور اگر چاہے گا توان کی غلطیون کی سزا مین عذاب دیگا[1]،

وفات: یزید کے عہدِ حکومت مین ۶۳ھ مین وفات پائی، دو لڑکے یادگار چھوڑے، عبداللہ اور سلیمان،

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے بھی یہ عام صحابہ کی جماعت مین ممتاز ہین، احادیث نبوی کی کافی تعداد ان کے حافظہ مین محفوظ تھی، ان کی مرویات کا شمار ۱۶۴ حدیثون تک پہونچتا ہے، اسمین ایک متفق علیہ ہے، اور ۲ مین بخاری اور ۱۱ مین مسلم منفرد ہین[2]، ان کی مرویات تمامتر براہِ راست زبانِ نبوت سے منقول ہین، ان کے تلامذہ مین ان کے صاحبزادہ عبداللہ اور سلیمان اور دوسرے لوگون مین عبداللہ بن اوس خزاعی، شعبی اور ملیح بن اسامہ قابلِ ذکر ہین[3]،

عام حالات: حضرت بریدہؓ کو بارگاہِ نبوی مین پذیرائی حاصل تھی، حضور انور ان سے بے تکلف ملتے تھے، کبھی کبھی آنحضرت صلعم ان کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے ہوئے نکلتے تھے، ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ یہ کسی ضرورت سے کہین جارہے تھے، راستہ مین آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوگئی، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑلیا، اور آگے بڑھے[4]،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۷۶، [2] تہذیب الکمال ص ۴۷ [3] تہذیب التہذیب ج اول ص ۴۳۳

[4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰،

حق گوئی، ان تعلقات نے ان پر فیضانِ نبوت کا پورا اثر ڈالا تھا حق گوئی، انکا خاص وصف تھا اور وہ بڑی سے بڑی شخصیت کے مقابلہ مین بھی حق گوئی سے باز نہ رہتے تھے حضرت علیؓ کا واقعہ اوپر گذر چکا، ایکمرتبہ یہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے، ایک شخص بیٹھا ہوا ان سے باتین کر رہا تھا، بریدہؓ نے کہا مین بھی کچھ کہہ سکتا ہون، معاویہ سمجھے کہ یہ بھی پہلے شخص کی طرح مجھے سراہین گے، کہا ہان شوق سے فرمایا مین نے آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھکو امید ہے کہ قیامت کے دن مین روے زمین کے کنکر پتھر اور درختون کی تعداد کے برابر لوگون کی شفاعت کرونگا، معاویہؓ کیا اس عام شفاعت کے تم مستحق ہو، اور علی نہین ہین،[1] ؟ (غالباً پہلا شخص حضرت علیؓ کی مذمت کر رہا تھا، اور معاویہؓ بریدہؓ کی زبان سے بھی یہی سننا چاہتے تھے)

فرمانِ نبویؐ پر عمل، آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے ایک مرتبہ جو سن لیا، وہ ہر وقت پیشِ نظر رہتا تھا، اور اس پر عمل کے لئے ہمہ تن تیار رہتے تھے، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم کی پاس بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا کہ میری امت کو ڈھال کی طرح چوڑے چہرہ اور چھوٹی آنکھوالی قوم تین مرتبہ ہنکائے گی، یہان تک کہ اسکو ہنکاتے ہنکاتے جزیرۃ العرب کے اندر محدود کر دیگی، اس کے پہلے ہلہ مین جو لوگ بھاگ جائین گے، وہ بچ جائین گے، دوسرے ہلہ مین بعض بچین گے اور بعض ہلاک ہو جائین گے، تیسرے ہلہ مین سب کے سب اس آگ مین پڑ جائین گے، لوگون نے پوچھا یا نبی اللہ، وہ کون ہین، فرمایا ترک، پھر فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، وہ لوگ اپنے گھوڑون کو مسلمانون کی مسجدون کے ستونون سے باندھین گے اس ہولناک پیشین گوئی کے بعد بریدہ ہمیشہ دو تین اونٹ زاد سفر اور پانی پینے کا برتن ساتھ رکھتے تھے، کہ جیسے ہی یہ وقت آئے، فوراً اس عذاب سے بھاگ نکلین[2]،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷، [2] ایضاً ص ۳۴۹،

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضؓ

نام ونسب: طفیل نام، ذو النور لقب، سلسلہ نسب یہ ہے طفیل بن عمرو بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم، بن فہم بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن نصر بن ازد ازدی، دوس کے قبیلے سے تھے، اس لئے دوسی کہلاتے تھے، یہ قبیلہ یمن کے ایک گوشہ مین آباد تھا، اور خاصہ طاقتور تھا، ایک قلعہ بھی اس کے پاس تھا، اور حضرت طفیل رضؓ اس قبیلہ کے رئیس تھے، غالباً یہ تجارت پیشہ تھے، اور اسی تعلق سے یہ مکہ معظمہ آتے رہتے تھے،

مکہ کا سفر: جس زمانہ مین آنحضرت صلعم مکہ مین دعوتِ اسلام فرما رہے تھے اس زمانہ مین طفیل کا مکہ آنا ہوا، قریش کے وہ اشخاص جو لوگون کو آنحضرت صلعم کے پاس آنے سے روکتے تھے آئے، اور کہا کہ چونکہ تم ہمارے شہر مین مہمان آئے ہو، اس لئے از راہ خیر خواہی تم کو آگاہ کئے دیتے ہین، کہ اس شخص (آنحضرت صلعم) نے ہماری جماعت مین پھوٹ ڈال کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، اور ہم لوگون کو بہت تنگ کر رکھا ہے معلوم نہین اس شخص کی زبان مین کیا سحر ہے جس کے زور سے بیٹے کو باپ سے، بھائی کو بھائی سے، بیوی کو شوہر سے چھڑا دیتا ہے، ہم کو خوف ہے، کہ کہین تم اور تمھاری قوم بھی ہم لوگون کی طرح، اس کے دام مین نہ آجائے، اس لئے ہمارا یہ دوستانہ مشورہ ہے، کہ تم نہ اس سے ملو اور نہ اسکی بات سنو، غرض ان لوگون نے طفیل کو سب نشیب و فراز سمجھا کر آنحضرت صلعم کی ملاقات سے روکدیا، طفیل نے اس خیال

ملہ اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۴،

سے کہ مبادا آنحضرت صلعم کی آواز کانون مین نہ پڑجائے، دونون کانون مین روئی ٹھونس لی،

اسلام، اتفاق سے اسی حالت مین، ایک دن مسجد کی طرف سے گذرے، اس وقت آنحضرت صلعم خانہ کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے، اسلام کا شرف ان کی قسمت مین مقدر ہوچکا تھا، اس لئے تمام احتیاطین بے کار ثابت ہوئین، اور کچھ آیتین ان کے کان تک پہونچ گئین، یہ کھڑے ہوکر سننے لگے، تو اُس مین بڑی دلآویزی معلوم ہوئی، دل ہی دل مین باتین کرنے لگے، کہ مین بھی کیا وہمی ہون، مین خود اچھا شاعر ہون، کلام کے محاسن و معائب کو سمجھ سکتا ہون، پھر اس شخص کا کلام کیون نہ سنون، اگر اسمین کوئی خوبی ہے تو اس کے اعتراف مین بخل نہ کرنا چاہیے، اور اگر ناقابلِ توجہ ہے، تو التفات کی ضرورت نہین، غرض اس طرح دل کو تسلی دیکر اچھی طرح قرآن سنا، یہ کیا معلوم تھا کہ کلام کے حسن و قبح کا فیصلہ خود قسمت کا فیصلہ کردیگا، جب تک آنحضرت صلعم نماز پڑھتے رہے، طفیل گوشِ ہوش سے سنتے رہے، ادھر آپ نے نماز ختم کی، ادھر طفیل کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا، بے اختیارانہ پیچھے پیچھے چلے، کاشانۂ اقدس پر پہونچ کر، قریش کی پوری گفتگو سنا کر عرض کی، کہ اسی خوف سے مین نے کانون مین روئی رکھ لی تھی تاکہ آپ کا معجزانہ کلام نہ سن سکون، لیکن خدا کو سنانا منظور تھا، اس لئے یہ تمام احتیاط بے کار ثابت ہوئی، اب آپ اپنی تعلیمات سنائیے، آنحضرت صلعم نے اسلام کی تعلیمات بتا کر قرآن کی کچھ آیات تلاوت فرمائین، طفیل قرآن کی آیتین سنکر مسحور ہوگئے، بے اختیار زبان سے نکل گیا، خدا کی قسم آج تک اس سے بہتر کلام نہ میرے کانون نے سنا اور نہ اس سے زیادہ عادلانہ کوئی مذہب دیکھا، مین بطیبِ خاطر اس مذہبِ حق کو قبول کرتا ہون،

وطن کی واپسی اسلام لانے کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! مین اپنی قوم کا سربرآوردہ شخص ہون، اس لئے چاہتا ہون، کہ وہان جاکر اہلِ وطن کو بھی دعوتِ اسلام دون، آپ دعا فرمائیے

کہ خدا اس کارِ خیر مین میری مدد کرے، آنحضرت صلعم نے اجازت دی اور دعا فرمائی، گھر پہونچے تو والد ملنے آئے، کہا قبلہ و کعبہ! آپ مجھ سے الگ رہئے، اب آپ سے مجھ سے کوئی تعلق نہین انھون نے کہا کیون؟ کہا مین نے دین اسلام قبول کر کے محمد صلعم کا طوق غلامی گردن مین ڈال لیا ہے اس لئے اب آپ سے کوئی واسطہ باقی نہین رہا، باپ کی قسمت مین بھی یہ سعادت لکھی تھی، اس لئے کسی سخت جواب کے بجائے بولے بیٹا! جو دین تمھارا وہی میرا، چنانچہ اسی وقت نہلا دھلا کر ان کو اسلام کے دائرہ مین داخل کیا، بیوی کو آمد کی خبر معلوم ہوئی، تو وہ بھی آئین، انکو بھی وہی جواب دیا جو پہلے والد کو دے چکے تھے، بیوی نے کہا کہ مین تمھارے مذہب کے خلاف کیسے رہ سکتی ہون، مجھے بھی اس نعمت مین شریک کرو، چنانچہ ان کو بھی مشرف باسلام کیا، گھر روشن کرنے کے بعد قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اس مین آواز بے اثر رہی تو مکہ واپس آئے، اور آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ میری قوم میرا کہنا نہین مانتی، آپ ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائیے، آپ نے دعا فرمائی، کہ خدایا! دوس کو ہدایت دے، اور اس پر ابرِ رحمت کا نزول فرما، دعا کے بعد ہدایت فرمائی، کہ نرمی اور آشتی کے ساتھ جاکر اسلام کی طرف مائل کرو، چنانچہ وہ حسب ارشاد نبوی دوبارہ گھر لوٹ کر تبلیغ ہدایت مین مشغول ہو گئے، اور آنحضرت صلعم کی دعا کی برکت سے کچھ دنون کے بعد، دوس کی کافی تعداد اسلام کے حلقۂ اثر مین آگئی[1]

آنحضرت صلعم کو اپنے قلعہ مین چلنے کی دعوت دینا

دائرۂ اسلام کی وسعت کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کا جور و ستم بھی بڑھتا جاتا تھا، حتی کہ ذات نبوی کیساتھ گستاخیان کرنے مین بھی انکو باک نہ تھا، اور انھون نے آنحضرت صلعم اور مسلمانون کی ایذا رسانی کو اپنا مستقل شعار بنا لیا تھا، اس وقت دوس مین ایک نہایت

[1] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۷۵،

مضبوط قلعہ تھا، طفیل نے آنحضرت صلعم کو اپنے اس قلعہ مین منتقل ہونے کی دعوت دی، اور آپکی حفاظت کی ذمہ داری لی لیکن یہ فخر انصار کے لئے مقدر ہو چکا تھا، اس لئے آپ نے ان کی دعوت قبول نہ فرمائی[۱]

ہجرت — اس درمیان مین آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ آگئے، بدر، احد اور خندق کی لڑائیان بھی ختم ہو گئین، اور خیبر کی طیاریان شروع ہوئی تھین، کہ حضرت طفیل تقریباً اسی گھرانون کے ساتھ مدینہ تشریف لائے لیکن آنحضرت صلعم خیبر مین تھے، اس لئے یہ پورا قافلہ بھی وہین روانہ ہو گیا،

غزوات — اور یہ سب کے سب غزوۂ خیبر مین شریک ہوئے، اور طفیل کی خواہش پر آنحضرت صلعم نے دوسیون کو خیبر شکن فوج کے میمنہ پر مقرر کیا، اس کے بعد سے پھر فتح مکہ تک آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[۲]

سرمہ ذوالکفین — گرچہ دوس کے اکثر خانوادے مشرف باسلام ہو چکے تھے، تاہم مدتون کے عقائد دفعۃً نہین بدل سکتے تھے، چنانچہ ذو الکفین نامی بت کا صنم کدہ موجود تھا، اور بہت سے لوگ اسکی پوجا کرتے تھے، لیکن طفیل کا موحد دل دوس کے دامن پر شرک کا ایک دھبہ بھی نہین گوارا کر سکتا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھکو ذو الکفین گرانے کی اجازت مرحمت ہو، آپ نے اجازت دیدی[۳]، چنانچہ کچھ دوسیون کو لیکر گئے، اور بتکدہ کو ڈھا کر بت مین آگ لگادی، اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے،

یا ذا الکفین لست من عبادکا　　　میلادنا اقدم من میلادکا

انی حششت النار فی فوادکا

[۱] مسلم ج اول ص ۷۵ باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر، [۲] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۷۶، و استیعاب ج اول ص ۲۱۸، [۳] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۷۶.

اے دو ہاتھوں والے بت اب میں تیرے پرستاروں میں نہیں ہوں، میری پیدائش تیری پیدائش سے قدیم ہے،
میں نے تیرے قلب میں آگ بھردی،

غزوۂ طائف | یہاں سے لوٹتے وقت دوس کے اور چار سو آدمی مع سازوسامان کے ساتھ ہوگئے،
اور سب طائف میں آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے، ان کا دستہ الگ تھا، آنحضرت صلعم
نے پوچھا، تمھارا علم کون اٹھائیگا، طفیل نے عرض کی، نعمان بن باریہ مدتوں سے اس قبیلہ کے
علمبردار ہیں، اس موقع پر بھی وہی اٹھائیں گے، آنحضرت صلعم نے بھی یہ رائے پسند فرمائی[۱]

طائف کی واپسی کے بعد وہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں مستقل طور سے رہنے لگے، اور
تا وفات نبوی آپ کے قدموں سے جدا نہ ہوئے،

فتنۂ ارتداد میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، اور طلیحہ و نجد کے فتنوں سے فراغت کے بعد
یمامہ میں شریک ہوئے[۲]، اور اسی میں جام شہادت پیا[۳]،

اولاد | اولاد میں صرف ایک لڑکے عمرو کا نام معلوم ہے، یہ بھی یمامہ کی جنگ میں شریک تھے، اور
یرموک کے معرکہ میں شہادت حاصل کی،

فضل وکمال | حضرت طفیل رضؓ مذہبی علوم میں کوئی مرتبہ نہ حاصل کر سکے، اس کا سبب یہ تھا، کہ
ابتدا میں مدینہ میں رہنے کے بجائے اپنے وطن میں اسلام کی اشاعت کا فرض ادا کرتے رہے،
لیکن فضل وکمال کا یہ باب بھی کچھ کم نہیں، کہ آپ کی کوششوں سے قبیلہ دوس مشرف باسلام ہوا،
البتہ شاعر کی حیثیت سے ممتاز تھے،

---

[۱] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۳   [۲] مستدرک ج ۳ ص ۲۶۰
[۳] استیعاب ج ۱ ص ۲۱۹

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ

نام و نسب، عقبہؓ نام، ابو عمرو کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عقبہ بن عامر بن عبس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودوعہ، بن عدی بن غنم بن ربیعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی،[1]

حضرت عقبہؓ آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب کوکبۂ نبوی مکہ سے مدینہ منتقل ہوا تو عقبہ بکریاں چرا رہے تھے، آپ کی آمد کی خبر سنکر بکریاں چھوڑ کے خدمت اقدس مین حاضر ہوئے، اور عرض کی مجھ سے بیعت لیجئے آنحضرت صلعم نے پوچھا بیعت عربیہ کرنا چاہتے ہو یا بیعت ہجرت؟ عرض کی بیعت ہجرت، چنانچہ بیعت کر کے مدینہ مین مقیم ہو گئے[2]

عہد خلفاء غزوات مین شرکت کا پتہ نہین چلتا، عہد فاروقی مین شام کی فتوحات مین مجاہدانہ شریک ہوئے، دمشق کی فتح کا مژدہ بھی حضرت عمرؓ کے پاس لائے تھے[3] جنگ صفین مین امیر معاویہ کے طرفدار تھے، اور انھین کی حمایت مین لڑے، مصر پر تسلط کے بعد انکو وہان کا امیر الخراج بنایا، اور نماز کی امامت کا منصب بھی ملا،[4]

سنہ ۴۷ھ مین امیر معاویہ کے ایما سے روڈس پر حملہ کیا، لیکن حملہ کے دوران مین معزول کر دیے گئے، اور ان کی جگہ مسلمہ مقرر ہوئے، انکو معزولی کی اطلاع ہوئی، تو یہ کہکر علیحدہ ہو گئے، کہ مین معزولی کی حالت مین جنگ کرون؟؟[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۱۷، [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۶۶ و اصابہ تذکرۂ ابن عامر [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۸۹

[4] کتاب الولاۃ کندی ص ۳۷، [5] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ تذکرہ ابن عامر،

وفات، آپ کی وفات کے بارہ مین مختلف روایتین ہین، لیکن صحیح روایت یہ ہے، کہ ۵۸ھ مین وفات پائی،

فضل و کمال، علم و فضل کے اعتبار سے حضرت عقبہؓ ممتاز شخصیت کے مالک تھے، قرآن، حدیث، فقہ، فرائض، اور شاعری سب مین امتیازی پایہ تھا، علامہ ذہبی لکھتے ہین، کہ عقبہ فقیہ کتاب اللہ کے قاری، فرائض کے ماہر، فصیح اللسان، شاعر، اور بلند مرتبہ شخص تھے[1]

خصوصاً قرآن کی تلاوت سے مخصوص ذوق تھا، اور بڑے ولولہ اور ذوق سے اس کی تعلیم حاصل کرتے تھے، بعض بعض سورتین خود زبان وحی الہام سے سیکھی تھین، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے قدمون سے چمٹ گئے، کہ یارسول اللہ صلعم! مجھکو سورۂ ہود و یوسف پڑھا دیجئے، اسی ذوق و شوق نے قرآن کا قاری بنا دیا تھا، ایک قرآن خود مرتب کر کے لکھا تھا، اس کی ترتیب عثمانی مصحف سے مختلف تھی، یہ نسخہ نوین صدی ہجری تک مصر مین موجود تھا، اور اس کے اخیر مین آپ کے دست و قلم کی لکھی ہوئی یہ تحریر موجود تھی "یہ قرآن عقبہ بن عامر نے اپنے ہاتھون سے لکھا"[2]،

حدیث، عقبہ خدمت نبوی کے حاضر باش تھے، کبھی کبھی سفر مین بھی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا، اس لئے احادیث سننے کے کافی مواقع ملتے تھے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۵ ہے، ان مین سے ۷ متفق علیہ ہین، اور ایک مین بخاری اور ۷ مین مسلم منفرد ہین[3]، گو ان کے تبحر کے مقابلہ مین یہ تعداد بہت کم ہے، لیکن استناد کے اعتبار سے ان کی احادیث کو اکابر صحابہ معتبر سمجھتے تھے اسی لئے دور دراز کی مسافتین طے کر کے ان سے استفادہ کے لئے آتے تھے، حضرت ابوایوبؓ صرف

[1] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۶، [2] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۴۳،

[3] تہذیب الکمال ص ۲۶۹،

ایک حدیث سننے کے لئے خاص طور پر مدینہ سے مصر آئے، اور سنکر فوراً واپس گئے[1]، آنحضرت
ابن عباسؓ جو حبر الامۃ تھے، عقبہ سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کے تلامذہ کی تعداد کافی تھی،
ان مین ابوامامہ، قیس بن ابی حازم، جبیر بن نفیر، بعجہ بن عبد اللہ جہنی، دخین بن عامر، ربعی بن خراش،
عبد الرحمن بن شماسہ، علی بن رباح، قابل ذکر ہین[2]، فقہ مین بھی آپ کو ید طولی حاصل تھا،

شاعری، مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم خطابت وشاعری مین بھی دخل تھا،
خود بھی خوش گو شاعر تھے،

اخلاق، عقبہ گو بلند پایہ صحابی تھے، لیکن مذہبی ذمہ داری سے بہت گھبراتے تھے، چنانچہ مصر مین
امام رہ چکے تھے، تاہم عہدہ کی حیثیت سے نماز پڑھانے کے علاوہ، عام طور پر نماز پڑھانے
مین بہت محتاط تھے، ابوعلی ہمدانی کا بیان ہے، کہ ایک مرتبہ سفر مین لوگون نے درخواست کی
کہ آپ آنحضرت صلعم کے صحابی ہین، اس لئے آپ نماز پڑھائیے، فرمایا، نہین! مین نے آنحضرت صلعم
سے سنا ہے، کہ جس نے امامت کی اور صحیح وقت پر پورے شرائط کیساتھ نماز پڑھائی، تو امام
اور مقتدی دونون کے لئے باعث اجر ہے، اور اگر اس مین کوئی فروگذاشت ہوئی تو امام
ماخوذ ہوگا، اور مقتدی بری الذمہ ہون گے[3]

حرمت رسول، آقائے دوعالم کی خدمت گذاری ان کا خاص مشغلہ تھا، سفر مین آنحضرت صلعم
کی سواری کھینچنے کی خدمت انھین کے متعلق تھی، کان صاحب بغلۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الشہباء[4]
اس رفاقت مین الفوذات نبوی سے خوشہ چینی کے بہترین مواقع ملتے تھے، بیان کرتے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۹، [2] تہذیب الکمال ص ۲۶۹، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۴۵،
[4] کتاب الولاۃ کندی ص ۴،

ہین، کہ ایک مرتبہ سفر مین آنحضرت صلعم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا مین سواری اقدس کھینچ رہا تھا، آپنے فرمایا، عقبہ! مین تم کو دو بہترین سورتین پڑھنے کے قابل بتاتا ہون، ہمین نے عرض کی، ارشاد ہو، فرمایا، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس [1]،

لیکن اس معیت کے باوجود سفر مین بھی ذات نبوی کے جذبۂ احترام مین فرق نہ آتا تھا، حتی کہ آپ کی سواری پر بیٹھنا بھی سوء ادب سمجھتے تھے، ایک مرتبہ سفر مین تھے، اپنی خدمت انجام دے رہے تھے، آنحضرت صلعم نے سواری بٹھا دی، اور خود اتر کر فرمایا، عقبہ! اب تم سوار ہو لو، عرض کی، سبحان اللہ یا رسول اللہ! مین اور آپ کی سواری پر سوار ہون، !! دوبارہ پھر آپ نے حکم دیا، انھون نے وہی عرض کی، جب زیادہ اصرار بڑھا، تو الامر فوق الادب کے خیال سے بیٹھ گئے، اور سرکار دو عالم ان کی جگہ سواری کھینچنے کی خدمت انجام دینے لگے [2]،

عیب پوشی عیب پوشی عقبہ کا خاص شیوہ تھا، دوسرون کے اعمال کا اعلان کرنا بہت برا سمجھتے تھے، ایک مرتبہ غلام نے آکر عرض کی کہ ہمارے ہمسایے شراب پیتے ہین، فرمایا جانے دو، کسی پر ظاہر نہ کرنا، اس نے کہا کہ مین محتسب کو خبر کر دون گا، فرمایا بڑے افسوس کا مقام ہے، جانے بھی دو، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے، کہ جس نے کسی کی عیب پوشی کی اس نے گویا مردہ کو زندہ کیا [3]،

انفاق فی سبیل اللہ عقبہ خدا کی راہ مین نہایت فیاضی سے خرچ کرتے تھے، آپ کو اسلحہ سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ وفات کے وقت ۰۰ کمانین تھین، اور دوسرے لوازم علحدہ تھے، ان سب کو خدا کی راہ مین وقف کر گئے [4]،

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۱۵۳، [2] کتاب الولاۃ کندی ص ۹۴، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۸، [4] ایضاً ص ۱۴۸،

آپ کو سپاہیانہ فنون سے بڑی دلچسپی تھی، اس زمانہ مین تیراندازی سب سے بڑا فن تھا، اسکی ترویج مین بہت کوشش کرتے تھے، اور اس کا سیکھنا مذہبی فرض سمجھتے تھے، ایک مرتبہ خالد بن ولید کو بلایا، ان کو آنے مین کچھ تامل تھا، فرمایا، آؤ، مین تمھین ایک حدیث سناؤن گا، حدیث کا نام سنکر خالدؓ چلے آئے، تو حدیث سنائی، کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، کہ اللہ تعالےٰ ایک تیر کے بدلہ مین ۳ اشخاص کو جنت مین داخل کرتا ہے، اس کے بنانے والے کو، خدا کی راہ مین اس کے لیجانے والے کو اور چلانے والے کو، حضور نے یہ بھی فرمایا کہ تمام کھیلون مین صرف ۳ کھیل جائز ہین، تیراندازی، گھوڑے کی تادیب اور اپنی بیوی سے ہنسی دل لگی کرنا، جس نے تیراندازی سیکھ کر بھلادی، اس نے بڑی نعمت کھودی[۱]،

عقبہ گو فارغ البال تھے، غلام بھی پاس تھا لیکن غایت سادگی کی بنا پر اپنا کام آپ کرتے تھے "

حضرت عمیر بن وہب رضؓ

نام ونسب عمیر نام، ابوامیہ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح، مان کا نام ام سخیلہ تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، ام سخیلہ بنت ہاشم بن سعید بن سہم قرشی[۲]،

قبل اسلام عمیر قریش کے سرآوردہ اور بہادر لوگون مین تھے، قبولِ اسلام کے قبل اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے سخت دشمن تھے، بدر مین مشرکین کی حمایت مین مسلمانون کے مقابلہ مین آئے، اس غزوہ مین مسلمانون کی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی نکلے تھے، اگرچہ

---

[۱] مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۴۸، [۲] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۴۶،

اسلام کی بیخ کنی ان کی دلی تمنا تھی، تاہم مسلمانون کا مقابلہ کرنا نہین چاہتے تھے، چنانچہ بدر مین شرکت کے باوجود ان کی برابر یہ کوشش رہی، کہ کسی طرح لڑائی ٹل جائے، ابن سعد کے یہ الفاظ ہین، "وقد کان حریصًا علی رد قریش عن رسول اللہ صلعم ببدر"[1] "لیکن جب اس کوشش مین ناکامی ہوئی، تو مایوس ہو کر دوسرا طریقہ اختیار کیا، اور قریش سے انصار کی تذلیل کے طور پر کہا، کہ ان کے چہرے سانپون کی طرح ہین جو پیاس سے بھی نہین مرتے، ان کی یہ مجال نہین ہے کہ ہمارے مقابلہ مین اگر بدلہ لین، اس لئے ان روشن وتابان چہرہ والون (قریش) کو ان سے تعرض نہ کرنا چاہئے، انصار نے جواب دیا، "یہ خیال چھوڑ دو، اور اپنے قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرو"، جب یہ تدبیر بھی ناکام رہی تو پھر گھوڑے سے اتر پڑے اور جنگ شروع ہو گئی، جس کا نتیجہ قریش کی شکست کی صورت مین ظاہر ہوا، اور ان کا لڑکا وہب مسلمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہو گیا،

آنحضرت صلعم کے قتل کا ارادہ

بدر کی شکست سے مشرکین کی آتشِ انتقام اور تیز ہو گئی، اور طرح طرح کے منصوبے سوچنے لگے، ایک دن عمیر اور سرخیلِ مشرکین صفوان بن امیہ آپس مین بیٹھے باتین کر رہے تھے صفوان بولا، بدر کے مقتولین کے بعد زندگی بے مزہ ہو گئی، عمیر نے کہا بالکل سچ ہے، واللہ لطفِ زندگی جاتا رہا، اگر مجھ پر قرض کا، اور اہل و عیال کی پرورش کا بار نہ ہوتا، تو مین محمدؐ کے قتل کی کوشش کرتا صفوان یہ سنکر پھولا نہ سمایا بولا، یہ کون سی بڑی بات ہے، تمہارے قرض کی ادائگی کا مین ذمہ لیتا ہون، رہا اہل وعیال کا معاملہ تو جس طریقہ سے مین اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہون، اسی طرح تمہارے اہل وعیال کی پرورش کرون گا، غرض صفوان نے ضروری سامان سفر مہیا کر دیا،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۴،

اور ایک سم آلود تلوار دی، اور عمیر یہ ہدایت کرکے کہ ابھی کچھ دنون میرے حالات پوشیدہ رکھنا مدینہ پہونچے، مسجد کے دروازہ پر سواری کھڑی کی، اور تلوار لئے ہوئے سیدھے آنحضرت صلعم کی طرف چلے، حضرت عمرؓ یہ تماشا دیکھ رہے تھے، وہ گھبرائے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کو کسی قیمت پر امان نہ دیجئے گا، فرمایا، اچھا ان کو بلاؤ، حضرت عمرؓ چند اشخاص کو آنحضرت صلعم کی حفاظت پر متعین کرکے خود عمیر کو لیکر آئے، عمیر تلوار لئے ہوئے داخل ہوئے، آنحضرت صلعم نے عمرؓ کو ہٹا دیا، عمیر نے سلام علیک کی جگہ دو انعمو صباحاً جاہلیت کا سلام کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا،، خدائے عزوجل نے تمھارے طریقۂ تحیہ سے ہم کو مستغنی کر دیا، اور ہمارا طریقۂ تحیہ سلام متعین کیا ہے پھر پوچھا کیسے آنا ہوا، عمیر نے کہا اپنے قیدیون کو چھڑانے کے لئے، آخر تم بھی ہمارے ہی ہم قبیلہ اور ہم خاندان ہو، آنحضرت صلعم نے پوچھا، یہ تلوار کیسی گلے مین آویزان ہے، کہا، ان تلوارون کا برا ہو، یہ ہمارے کیا کام آئین، اترتے وقت گلے سے نکالنا بھول گیا، اس لئے یہ لٹکی رہ گئی، پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ سچ سچ کہو تم کس ارادہ سے آئے ہو، کہا کچھ نہین، صرف قیدیون کو چھڑانے کیلئے، فرمایا تم نے صفوان سے کیا شرط کی تھی، اس سوال پر عمیر بہت گھبرائے، اور کہا مین نے کیا شرط کی تھی، فرمایا ان شرائط کے ساتھ تم نے قتل کا وعدہ کیا تھا،

اسلام، یہ سننا تھا کہ تمام عزمتین اور ارادے بدل گئے، اور جس زبان سے آنحضرت صلعم کے قتل کا عہد کرکے آئے تھے، اسی زبان سے بے اختیار اشہد انک رسول اللہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ نکل گیا[1]، قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانون سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو آرام پہنچاؤ، اور ان کا قیدی چھوڑ دو، چنانچہ وہب کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا گیا[2]۔

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۶ و ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۱۴۶، ۱۴۷، [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۴۷،

مکہ کی واپسی اور اشاعت اسلام

ادھر مکہ مین صفوان نہایت بے چینی سے انتظار کر رہا تھا، اور قریش سے کہتا پھرتا تھا، کہ مین تم کو ایسی کامیابی کی خوشخبری سناتا ہون، کہ اس کے بعد بدر کی شکست کا غم بھول جائے گا، اور ہر آنے جانے والے سے پوچھتا کہ مدینہ مین کوئی نیا واقعہ تو نہین پیش آیا (یعنی آنحضرت صلعم کا کام تمام تو نہین ہوا) ایک دن بالکل خلاف توقع خبر سنی کہ جو شکار کرنے نکلا تھا، وہ خود شکار ہو گیا، یعنی عمیر مسلمان ہو گئے، اس خبر سے بہت پیچ و تاب کھایا، اور عہد کر لیا کہ اب کبھی عمیر سے نہ بولون گا، اور نہ اس کی کسی قسم کی مدد کرونگا، تمام مشرکین نے عمیرؓ کے اسلام پر اظہار ملامت کیا، اس درمیان مین عمیرؓ نے قرآن کی کچھ تعلیم حاصل کر کے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ اگر اجازت ہو تو مین مکہ جا کر اشاعت اسلام کا فرض انجام دون، شاید خدا ان لوگون کو ہدایت دے، آپ نے منظور فرمایا، اور عمیرؓ نے مکہ مین آکر بڑی سرگرمی سے تبلیغ شروع کر دی، اور ان کی کوششون سے بڑی تعداد اسلام کے شرف سے بہرہ ور ہوئی،[1]

ہجرت وغزوات

مکہ مین عرصہ تک تعلیم وارشاد کا فرض انجام دیتے رہے، پھر احد کے قبل ہجرت کر کے مدینہ آگئے، اور احد، تبوک، فتح مکہ وغیرہ تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور اپنی تلوار کے جوہر دکھائے،[2]

عہد خلفاء

آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین بھی مہمات امور مین برابر شریک رہے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین جب عمرو بن العاصؓ نے مصر پر چڑھائی کی، اور ابتدائی فتوحات کے بعد اسکندریہ کی تسخیر مین زیادہ دیر لگی، تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار امدادی فوج چار امرا کی سرکردگی مین بھیجی، ان مین ایک عمیرؓ بھی تھے،[3] اور یہ ہدایت کر دی تھی، کہ حملہ کے وقت ان چارون کو آگے آگے رکھنا، چنانچہ انھین چارون

۱؎ اصابہ ج ۵ ص ۴۲، ۲؎ ابن سعد قسم اول ص ۴۲، اصابہ ج ۵ ص ۳۴، ۳؎ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰،

کی کوششون سے اسکندریہ کی مہم سر ہوئی، اسکندریہ کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاصؓ نے متفرق چھوٹے چھوٹے مقامات پر علٰحدہ علٰحدہ افسر متعین کئے تھے، اس سلسلہ مین عمیرؓ نے بہت سے مقامات فتح کئے، تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا، دقہلہ، بنا اور بوسیر، وغیرہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہین[1]،

وفات، حضرت عمرؓ کے آخر عہدِ خلافت مین وفات پائی،

حضرت زید بن خطابؓ

نام ونسب، زید نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، زید بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی عدوی،

مان کا نام اسمار تھا، نانہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، اسمار بنت وہب بن حبیب اسدی[2]

آپ حضرت عمرؓ کے سوتیلے بھائی اور عمر مین ان سے بڑے تھے[3]،

اسلام وہجرت، گو ابتدا مین خطابؓ کا گھر حضرت عمرؓ کی سختیون کے باعث اسلام کی دشمنی سے تیرہ و تار ہو رہا تھا لیکن حضرت زیدؓ حضرت عمرؓ سے بہت پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، اور مہاجرین کے پہلے قافلہ کے ساتھ مدینہ آئے، آنحضرت صلعم تشریف لائے، تو ان مین اور معن بن عدی عجلانی مین مواخاۃ کرادی[3]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر مین شرکت کا شرف حاصل کیا، پھر احد مین شریک ہوئے، غایتِ شجاعت نے زرہ سے بے نیاز کر دیا تھا، میدانِ جنگ مین ننگے بدن

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۴، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۸، [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰،

آئے، حضرت عمرؓ کو ان سے بہت محبت تھی، انھون نے گوارا نہ کیا، اور قسم دلا کر آپ نے اپنی زرہ پہنا دی، لیکن طالبِ شہادت کے لئے زرہ کی روک عار تھی، تھوڑی دیر پہن کر اتار دی، اب عریان سینہ دشمنون کا ہدف تھا، حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا، فرمایا تمھاری طرح مجھکو بھی جامِ شہادت پینے کی تمنا ہے[1]،

احد کے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے موت پر بیعت لینا شروع کی، تو فداکارانہ جان بازون کی فہرست مین نام لکھایا[2]، اس کے علاوہ خندق، حنین اور دوسرے غزوات وغیرہ مین بھی برابر شریک رہے،

حجۃ الوداع مین بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اسی موقع پر آپ نے ان سے یہ حدیث بیان فرمائی تھی، کہ جو تم کھاتے پہنتے ہو، وہی اپنے غلامون کو بھی کھلاؤ پہناؤ، اور اگر وہ جرم کے مرتکب ہون، اور تم نہ معاف کر سکو، تو فروخت کر ڈالو[3]،

فتنۂ ردّہ اور شہادت عہدِ صدیقی مین جب مسلمان جوق درجوق فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے کے لئے نکلے، تو ان کی حق شناس تلوار بھی میان مین نہ رہ سکی، یہ بھی مجاہدانہ ساتھ ہو گئے اور متعدد سرکش بے دینون کو واصلِ جہنم کیا،

مشہور مرتد نہار بن عنفوہ جس کے متعلق اس کے زمانۂ اسلام مین آنحضرت صلعم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، انھین کے ہاتھ سے مارا گیا[4]،

جنگِ یمامہ مین اسلامی فوج کی علم برداری کا منصب سپرد ہوا، بنو حنیفہ نے ایکمرتبہ اس زور کا حملہ کیا، کہ مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے، کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے،

[1] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۷۵، [2] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰، [3] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۷۴، [4] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰،

حضرت زیدؓ کو علم برداری کی لاج تھی، یہ رنگ دیکھکر شہادت کی رگ تڑپ اٹھی، کہا خدا کی قسم مین اس وقت تک نہ بولون گا، جب تک دشمنون کا منہ نہ پھیر دون یا خود لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤن، اور مسلمانون کو للکارا کہ آنکھیں بند کرکے، ڈاڑھیں داب کر، دشمنون کے قلب مین گھس جاؤ[1]، ایک طرف لوگون کو ابھارتے تھے، دوسری طرف زبان بارگاہ ایزدی مین معذرت مین مصروف تھی، کہ "خدایا مین اپنے ساتھیون کی پسپائی پر تیری بارگاہ مین معذرت خواہ ہون" اسی حالت مین علم ہلایا، اور دشمنون کی صفین چیرتے ہوئے گھستے چلے گئے، اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے[2]، آپ کی شہادت کے بعد حضرت سالمؓ نے علم سنبھالا، لوگون نے کہا سالم! تمھاری علمبرداری سے شکست کا خطرہ ہے، کہا اگر میرے سبب سے شکست ہو تو مجھ سے بدتر حامل قرآن کون ہو گا[3]،

حضرت عمرؓ کا غم حضرت عمرؓ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، ان کی شہادت سے بہت غم زدہ ہوئے، اور جب کبھی کوئی مصیبت پیش آتی، تو فرماتے کہ سب سے بڑا داغ زید کا تھا، اس کو اٹھایا، اور صبر کیا[4]، اکثر فرمایا کرتے کہ باد صبا سے زید کی خوشبو آتی ہے، اس سے انکی یاد تازہ ہو جاتی ہے[5]،

اسی زمانہ مین مشہور شاعر متمم بن نویرہ کا بھائی ایک معرکہ مین خالد بن ولید کے ہاتھ سے مارا گیا، متمم اپنے بھائی کا عاشق و شیفتہ تھا، اس حادثہ نے اس کو دیوانہ بنا دیا، کہ دیکھنے والون کو ترس آتا، اسی جذب مین اپنے بھائی کا ایسا رقت انگیز مرثیہ لکھا کہ سننے والے بیقرار ہو جاتے، اتفاق سے حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی آپ نے فرمایا تمکو اپنے بھائی کا کس قدر قلق ہے، عرض کیا، ایک مرض کی وجہ سے ایک آنکھ کے آنسو خشک ہو گئے تھے، لیکن بھائی کے غم مین جب سے اشکبار ہوئی ہی،

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۷، [2] ایضاً ص ۲۷۷، [3] ابن سعد جز ۳ ق ا ص ۲۷۴، و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۶ [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۷، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۷،

آج تک نہ رکی، حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ رنج والم کی آخری حد ہے، کوئی جانے والے کا اتنا غم نہین کرتا، اس کے بعد فرمایا، کہ خدا زید کی مغفرت کرے، اگر مین شاعر ہوتا، تو مین بھی ان کا مرثیہ کہتا، متمم نے کہا، امیر المومنین، اگر آپ کے بھائی کی طرح میرا بھائی شہید ہوا ہوتا، تو مین کبھی اشکباری نہ کرتا، حضرت عمرؓ کو ایک گونہ تسلی ہوگئی[1]، فرمایا کہ اس سے بہتر تعزیت کسی نے نہین کی[2]، لیکن بھائی کے ساتھ شدید تعلق قلب کے باوجود صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، جس وقت حضرت زیدؓ کی شہادت کی دلخراش خبر ملی تھی، اس وقت بجائے نالہ وشیون کرنے کے فرمایا کہ میرے بھائی دو نیکیون مین مجھ سے سبقت لے گئے، مجھ سے پہلے اسلام لائے اور مجھ سے پہلے جام شہادت پیا[3]،

حلیہ، یہ تھا، قد بلند وبالا، رنگ گندم گون،

ازواج واولاد، آپ کے دو بیویان تھین، لبابہ اور جمیلہ، لبابہ سے عبد الرحمن تھے، اور جمیلہ سے اسماء[4] تھین

فضل وکمال، آپ سے متعدد اشخاص نے حدیث روایت کی ہے،

حضرت ابو رافعؓ

نام ونسب، نام مین بہت اختلاف ہے، زیادہ مشہور اسلم ہے، اور ابو رافع کنیت ہے، نسب کے متعلق صرف اس قدر لکھدینا کافی ہے، کہ آپ آقائے دو عالم کی غلامی کا شرف

[1] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۵،

[2] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۱ [3] ایضاً،

[4] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۵،

رکھتے تھے، اور حضور نے یہ کہکر اپنے خاندان مین شامل کرلیا تھا کہ مولی القوم من انفسہم[1]

اس مرتبہ کے بعد خاندانی اور نسبی عظمت کا کون درجہ باقی رہجاتا ہے،

غلامی اور آزادی ابتدا مین ابورافع حضرت عباسؓ کے غلام تھے، انھون نے آنحضرت صلعم کو دیدیا تھا، آنحضرت صلعم نے حضرت عباسؓ کے اسلام کی مسرت پر آزاد کردیا،[2]

اسلام حضرت ابورافعؓ ان لوگون مین ہین، جن کے دل پر نبوت کا پر جلال چہرہ دیکھکر اسلام کا نقش بیٹھ گیا، اپنے اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مجھ کو قریش نے آنحضرت صلعم کے پاس کسی کام سے بھیجا، آپ کو دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف مائل ہوگیا، مین نے عرض کیا، یارسول اللہ! اب مین واپس نہ جاؤن گا، آپ نے فرمایا، کہ مین قاصد کو نہین روکتا، اور عہد شکنی نہین کرتا، اس وقت تم لوٹ جاؤ، اگر کچھ دنون تک بدستور تمھارے دل مین اسلام کا جذبہ باقی رہا، تو پھر چلے آنا، چنانچہ اس وقت یہ واپس چلے گئے، اور پھر دوبارہ حاضر ہوکر شرف باسلام ہوئے،[3]

ابتلا و آزمایش لیکن بدر تک جبابرۂ قریش کے خوف سے اسلام کا اعلان نہین کیا، ایک دن چاہ زمزم کی چہار دیواری مین بیٹھے تیر درست کررہے تھے، حضرت عباسؓ کی اہلیہ بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھین، کہ اتنے مین ابولہب گھسٹتا ہوا آیا، اور حجرہ کی طناب کے پاس بیٹھ گیا، اس کے بعد ابوسفیان آئے، ابولہب نے ان سے بدر کے حالات دریافت کرنے شروع کئے، بولا کیا پوچھتے ہو، مسلمانون نے ہماری ساری قوت تباہ کردی، بہتون کو تہ تیغ کرڈالا، کچھ لوگون کو گرفتار کرلیا، اس سلسلہ مین ایک واقعہ عجیب وغریب بیان کیا جاتا ہے

[1] ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۶، [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۵۱، [3] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۳ ومستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸،

کہ میدانِ جنگ مین آسمان سے زمین تک سفید پوش سوار بھرے ہوئے تھے، اس پر ابورافع نے کہا کہ وہ فرشتے تھے، یہ سنکر ابولہب نے ان کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مارا، یہ سنبھلکر لپٹ گئے، مگر کمزور تھے، اس لئے ابورافع غالب نہ آسکے، ابولہب نے ٹپک دیا، اور سینہ پر چڑھکر جہان تک مارسکا مارا، حضرت عباسؓ کی بیوی دیکھ رہی تھین، ان سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا، انھون نے ایک ستون اٹھاکر اس زور سے مارا کہ ابولہب کا سر کھل گیا، اور بولین اس کا آقا موجود نہین، اس لئے کمزور سمجھ کر مارتا ہے[1]،

ہجرت بدر کے بعد ہجرت کر کے مدینہ گئے، اور آنحضرت صلعم کے ساتھ مقیم ہوگئے[2]،

غزوات بدر کے علاوہ احد، خندق، وغیرہ تمام غزوات مین شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کی امارت مین یمن کی طرف جو سریہ بھیجا تھا، اس مین یہ بھی تھے، چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی عدم موجودگی مین سریہ کی نگرانی ان کے سپرد کی تھی[3]،

وفات حضرت علیؓ کے ابتدائی زمانۂ خلافت مین وفات پائی[4]،

اولاد وفات کے وقت ۶ اولادین تھین، حسن، رافع، عبیداللہ، معتمر، مغیرہ، اور سلمی[5]،

فضل وکمال اسلام نے غلامون کو ہر قسم کی ترقی کے جو مواقع عطا کئے ہین، ابورافع اس کی روشن مثال تھے، گو یہ غلام تھے، لیکن فضل وکمال مین آزادون کے ہمسر تھے، ان کی ۶۸ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے ایک مین بخاری اور ۳ مین مسلم منفرد ہین[6]،

آزادی کے بعد بھی آستانۂ نبوی کی خدمت گذاری کا فخر نہ چھوٹا، اس لئے انکو معمولات

نبوی

---

۱ ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۵۱ ۲ ایضاً ص ۵۲، ۳ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸ ۴ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹۱، ۵ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۹۲، ۶ تہذیب الکمال ص ۴۴۹،

کے متعلق بہت معلومات تھے، اور اکابر صحابہؓ ان سے استفادہ کرتے تھے، ابن عباسؓ ان کے پاس ایک کاتب لے کر آتے تھے، اور سوال کرتے تھے، رسول اللہ صلعم نے فلان فلان دن کیا کیا کیا، یہ بیان کرتے جاتے تھے، اور کاتب قلمبند کرتا جاتا[1]،

تلامذہ، ان کے سرچشمۂ فضل و کمال سے سیراب ہونے والون کا دائرہ خاصہ وسیع تھا، چنانچہ ان کے لڑکون مین حسن، رافع، عبید اللہ، معتمر، پوتون مین حسن، صالح، اور عام لوگون مین عطاء بن یسار، ابوغطفان بن طریف، ابوسعید مقبری، اور سلیمان بن یسار ان کے خوشہ چینون مین تھے[2]،

عام حالات، آنحضرت صلعم نے گو آزاد کر دیا تھا، لیکن بدستور آپ کی غلامی مین گرفتار رہے، آزادی کے وقت آنکھین بے اختیار اشکبار ہو گئین، لوگون نے سوال کیا آزادی مین رونے کا کون مقام ہے، کہا آج ایک اجر جاتا رہا[3]، اس کے بعد قانوناً آزاد ہو گئے تھے، لیکن خدمت گذاری کا شرف پھر بھی نہ چھوڑا، چنانچہ سفر وغیرہ مین خیمہ یہی نصب کرتے تھے[4]، آقاے دو عالم کے ساتھ غلامی کی نسبت بہت محبوب تھی، ہمیشہ اپنے کو آنحضرت صلعم کا غلام کہتے تھے، عمرو بن سعید بن عاص مدینہ کی امارت کے زمانہ مین اپنا غلام کہلانا چاہا، لیکن یہ برابر انکار کرتے رہے، تا آنکہ سعید نے ۵۰۰ کوڑے لگا کر زبردستی اپنا غلام کہلایا[5]،

---

[1] اصابہ ج ۴، ص ۹۲، [2] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۶، ص ۳۱۴
[4] مسلم ج ۱، ص ۵۰۲ [5] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور،

حضرت سعید بن عامر بن خذیم رضؓ

نام ونسب، سعید نام ، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعید بن عامر بن خذیم بن سلامان بن ربیعہ بن سعد بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب، ماں کا نام اروی تھا، ننہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، اروی بنت ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف[1]،

اسلام وہجرت، غزوۂ خیبر کے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد ہی ہجرت کرکے مدینہ آگئے[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے اول غزوۂ خیبر مین شریک، پھر تمام لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[3]،

جنگِ یرموک حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین جب حضرت ابو عبیدہؓ نے یرموک کی مہم کے لئے مزید امدادی فوج طلب کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ روانہ کیا[4]، اس مہم مین انھون نے بڑے نمایان کارنامے دکھائے،

حمص کی گورنری عیاس بن غنم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ حمص کی گورنری ان کے سپرد کی، ان کے عہدِ حکومت مین کسی نے حضرت عمرؓ کو خبر دی کہ سعید پر جنون کا اثر رہتا ہے، آپ نے فوراً تحقیق کے لئے طلب کیا، آپ کی طلبی پر حمص کا والی اس

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۲ ص ۱۳۰ [2] اصابہ ج ۳ ص ۹۹، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶،

[4] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۱۱،

سر و سامان سے آیا کہ ہاتھ مین ایک عصا تھا، اور کھانے کے لئے ایک پیالہ حضرت عمرؓ نے پوچھا، بس اسی قدر ساز و سامان ہے، عرض کی، اس سے زیادہ اور کس چیز کی ضرورت ہے، پیالہ مین کھاتا ہون، اور عصا پر زادِ راہ لٹکا تا ہون، اس کے بعد پوچھا کہ مین نے سنا ہے، تم پر کچھ جنون کا اثر ہے، کہا نہین، پوچھا پھر مجھ کو کیسے اطلاع ملی کہ تم کو غشی کے دورے ہوتے ہین، کہا ہان یہ سچ ہے، اس کا سبب یہ ہے، کہ حبیب بن عدی کے مصلوب ہوتے وقت مین بھی موجود تھا اور وہ اس حالت مین قریش کے لئے بد دعا کرتا تھا، اور چونکہ مین بھی قریشی ہون، اس لئے جب اس منظر کو خیال کرتا ہون، تو غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، واقعہ کی تحقیقات کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے واپس کرنا چاہا، تو انکار کر دیا، لیکن جب اصرار زیادہ بڑھا تو مجبور ہو کر واپس گئے،[1]

وفات، سنہ وفات مین اختلاف ہی بعض ۱۹ اور بعض ۲۱ بتاتے ہین، وفات کے وقت چالیس سال کی عمر تھی،[2]

فقر و درویشی، حضرت سعیدؓ کا زہد و تقوی درجۂ کمال کو پہونچا ہوا تھا، کتبِ سیر اس قسم کے واقعات سے لبریز ہین ہم یہان بطور نمونہ دو ایک واقعات لکھتے ہین، حمص کی گورنری کے زمانہ مین اس بے سر و سامانی اور فقیرانہ شان سے رہتے تھے، کہ ان مین اور عام مساکین مین کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، حضرت عمرؓ جب حمص گئے تو وہان کے فقراء کی فہرست طلب کی تا کہ ان کے معاش کا انتظام کر دین، فہرست تیار ہو کر آئی، تو منجملہ اور نامون کے ایک نام سعید بن عامر بھی تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ سعید بن عامر کون ہین لوگون نے عرض کیا یا امیر المومنین، ہمارے اور آپ کے امیر، آپ نے حیرت سے پوچھا

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [2] ایضاً،

کہ تمھارا امیر اور فقیر اوظیفہ کیا کرتا ہے؟ لوگون نے کہا، اس کو وہ ہاتھ تک نہین لگاتے، حضرت عمرؓ یہ زہد وورع اور بے نیازی سنکر رونے لگے، اور فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی سعید کے پاس بھیجی، کہ اس کو اپنی ضروریات مین صرف کرین، آدمی نے لیجا کر پیش کی، سعیدؓ نے دیکھتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، بیوی نے پوچھا، خیریت ہے، کیا امیر المومنین کو خدانخواستہ کوئی گزند پہونچا، فرمایا اس سے زیادہ اہم واقعہ ہے، بیوی نے کہا، آخر ہے کیا، کیا قیامت آگئی، فرمایا قیامت سے بھی زیادہ خطرناک، انھون نے کہا پھر آخر معاملہ کیا ہے، فرمایا دنیا فتنون کو لیکر میرے پاس آئی ہے، وہ بولین پھر کوئی تدارک کرو، چنانچہ ساری رقم ایک توبڑے مین ڈالدی، اور ساری رات نماز پڑھتے رہے، صبح کو اسلامی لشکر ادھر سے گذرا، آپ نے کل روپیہ اٹھا کر اس کی ضروریات کے لئے دیدیا،[1]

محکوم سے ہمدردی محکومون کے ساتھ ہمدردی آپ کا نمایان وصف تھا، جہان امیر ہوئے وہان کی رعایا آپ کی مواسات وہمدردی کی گرویدہ ہوگئی، چنانچہ شام کی رعایا آپ کی غمخواری سے بہت خوش رہتی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا، کہ شام والے تم سے اس قدر محبت کیون کرتے ہین، کہا مین انکی گلہ بانی کے ساتھ انکی غمخواری بھی کرتا ہون، آپنے خوش ہوکر دس ہزار کی گران قدر رقم آپ کی خدمت مین پیش کی، آپ نے یہ کہکر لینے سے انکار کردیا کہ میرے گھوڑون اور غلامون کی آمدنی میرے لئے کافی ہے، مین چاہتا ہون کہ مسلمانون کا کام فی سبیل اللہ کردون، حضرت عمرؓ نے فرمایا اسکو لے لو، واپس نہ کرو، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے مجھکو کچھ مال دیا تھا، مینے بھی تمھاری طرح یہی جواب دیکر واپس کرنا چاہا، تو آپ نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے خدا دے، تو اسکو لے لیا کرو، کہ وہ اسکا عطیہ ہے،[2]

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۶،

حضرت عقیل بن ابی طالب رض

نام ونسب عقیل نام، ابو یزید کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی، ماں کا نام فاطمہ تھا، آپ حضرت علی رض کے سوتیلے بھائی اور عمر مین ان سے بیس سال بڑے تھے[1]،

بدر مین گرفتاری، عقیل کا دل ابتدا سے اسلام کی طرف مائل تھا، لیکن مشرکین مکہ کے خوف سے علی الاعلان اسلام نہین قبول کر سکتے تھے، چنانچہ بدر مین مشرکین کے ساتھ بادل ناخواستہ شریک ہوے، اور جب ان کو شکست ہوئی تو دوسرے مشرکین کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوے آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو بھیجا کہ دیکھو میرے گھرانے والون مین کون کون لوگ گرفتار ہوئے، آپ نے تحقیقات کر کے جاکر عرض کی، کہ نوفل، عباس اور عقیل گرفتار ہوئے ہین، یہ سنکر آنحضرت صلعم خود بہ نفس نفیس تشریف لائے، اور عقیل کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا، کہ ابو جہل قتل ہوگیا، عقیل بولے اب تہامہ مین مسلمانون کے لئے کوئی مزاحم باقی نہین رہا، عقیل کے ہاتھ مال و دولت سے خالی تھے، اس لئے حضرت عباس رض نے اپنی جیب سے ان کا فدیہ دے کر ان کو آزاد کرایا[2]،

اسلام وہجرت اور غزوات، آزاد ہونے کے بعد مکہ واپس گئے، اور سنہ ہجری مین باقاعدہ اسلام لاکر ہجرت کا شرف حاصل کیا، اور غزوۂ موتہ مین شریک ہوکر پھر مکہ واپس نگئے، وہان

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۲ [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۲۹،

جا کر بیمار پڑ گیے، اس لئے فتح مکہ، طایف، اور حنین مین شرکت سے معذور رہے،[1] لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ حنین مین شریک ہوئے، بلکہ جب مسلمانون کو ابتدا مین شکست ہوئی، اور مہاجرین وانصار کے پیر اکھڑ گئے، تو اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے،[2]

عہد مرتضوی خلفائے ثلثہ کے زمانہ مین کہین پتہ نہین چلتا، حنین کے بعد امیر معاویہ اور جناب امیر کے اختلافات کے زمانہ مین نظر آتے ہین، یہ گو حضرت علی رضؓ کے بھائی تھے لیکن جناب امیر اور امیر معاویہ رضؓ کے اختلافات مین امیر معاویہ کے ساتھ تھے، چنانچہ یہ مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے، واقعہ یہ تھا کہ عقیل مفلس اور مقروض تھے، انھین روپیہ کی ضرورت تھی اور جناب امیر کے ہان یہ شے عنقا تھی، اس کے برعکس امیر معاویہ کا خزانہ ہر شخص کے لئے کھلا ہوا تھا، اس لئے ان کے افلاس وناداری نے امیر معاویہ رضؓ کے ساتھ دینے پر مجبور کر دیا، چنانچہ امیر معاویہ کے پاس جانے سے پہلے قرض کی ادائگی کی فکر مین حضرت علی رضؓ کے پاس گئے، انھون نے ہاتھون ہاتھ لیا، حسن رضؓ کو حکم دیا، انھون نے لاکر کپڑے بدلائے، شام کو دستر خوان بچھا تو صرف روٹی، نمک، اور ترکاری آئی، عقیل نے کہا، بس یہی سامان ہے، علیؓ نے کہا ہان، پھر اپنا مطلب بیان کیا، کہ میرا قرض ادا کردو، حضرت علی رضؓ نے پوچھا کس قدر ہے، کہا ۴۰ ہزار، آپ نے جواب دیا، کہ میرے پاس اتنا روپیہ کہان، تھوڑا صبر کیجیے، جب چار ہزار میرا وظیفہ ملے گا، تو آپ کو دیدون گا، عقیل نے کہا تم کو کیا دشواری ہے، بیت المال تمھارے ہاتھ مین ہے، مجھکو وظیفہ کے انتظار مین کہان تک رکھو گے، حضرت علی رضؓ نے فرمایا مین مسلمانون کا امین ہون، آپ چاہتے ہین کہ خیانت کر کے ان کا مال آپ کے حوالہ کر دون؟، یہ جواب سنکر عقیل چلے آئے، اور امیر معاویہ کے پاس پہونچے، امیر معاویہ رضؓ نے پوچھا کہ تم نے علی رضؓ اور ان کے ساتھیون

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۲، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۵.

کو کیسا پایا، جواب دیا، وہ لوگ رسول کے صحیح صحابی ہین، بس صرف اسی قدر کمی ہے کہ آنحضرت صلعم انمین نہین ہین اور تم اور تمھارے ساتھی ٹھیک ابو سفیان اور ان کے حواریون کی طرح ہو، دوسرے دن امیر معاویہ نے دربار مین انھین بلواکر پچاس ہزار درہم دلوائے[1]

عقیل کے شام جانے کے بعد امیر معاویہ لوگون کے سامنے ان کو مثال مین پیش کر کے ان کو اپنی حمایت پر آمادہ کرتے تھے، کہ اگر مین حق پر نہ ہوتا، تو علی کے بھائی انکو چھوڑ کر میرا ساتھ کیون دیتے، ایکمرتبہ لوگون کے سامنے یہی دلیل پیش کر رہے تھے، عقیل بھی موجود تھے، انھون نے جواب دیا، کہ میرا بھائی دین کے لئے بہتر ہے، اور تم دنیا کے لئے، البتہ یہ دوسری بات ہے، کہ مین نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، رہا آخرت کا معاملہ تو اسکے لئے خدا سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہون[2]،

وفات، امیر معاویہ کے اخیر عہد یا یزید کے ابتدائی زمانہ مین وفات پائی[3]،

اہل وعیال عقیل نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کی، ان بیویون اور اولادون کے نام یہ ہین،

اولاد	بیوی
یزید و سعید	ام سعید
علی، محمد، رملہ	خلیلہ
جعفر، اکبر، ابو سعید، احول	ام بنین
	ام ولد
مسلم، عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد اللہ الاصغر،	اسماء بنت سفیان

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۳، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۳ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۵

ان کے علاوہ جعفر، اصغر، حمزہ، عثمان، ام ہانی، اسماء، فاطمہ، ام قاسم، زینب اور ام نعمان وغیرہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھیں[۱]،

ذریعہ معاش، آنحضرت صلعم نے خیبر کی پیداوار سے ڈیڑھ سو وسق سالانہ مقرر فرمایا تھا[۲]،

استعداد علمی، ہجرت کے بعد پھر مکہ لوٹ گئے تھے، اور عرصہ تک یہاں مقیم رہے، اس لئے صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، اسی لئے رسول کے عزیز ہونے کی حیثیت سے علم میں انکا جو پایہ ہونا چاہئے تھا، وہ نہ پیدا ہو سکا، بلکہ اس حیثیت سے عام صحابہؓ کے برابر بھی نہ تھے، تاہم حدیث کی کتابوں میں ان کی دو چار روایتیں موجود ہیں، محمدؒ، حسن بصری، اور عطا آپ کے زمرۂ رواۃ میں ہیں[۳]،

البتہ مذہبی علوم کے علاوہ علوم جاہلی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، علم الانساب جو عرب کا خاص علم تھا، عقیل اس کے بڑے ماہر تھے، ایام عرب کی داستانیں بھی انکو ازبر تھیں، اور ان علوم میں لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے، چنانچہ مسجد نبوی میں نماز کے بعد یہ بیٹھتے تھے، اور لوگ ان سے مستفید ہوتے تھے[۴]،

آنحضرت صلعم کی محبت، آنحضرت صلعم ان سے بہت محبت کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ ابو یزید مجھ کو تمہارے ساتھ دوہری محبت ہے، ایک قرابت کے سبب سے، دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تمکو محبوب رکھتے تھے[۵]،

پابندی سنت، عقیل شادی و مسرت کے موقعوں پر بھی جبکہ لوگ عموماً کچھ نہ کچھ بے اعتدالیاں کرجاتے ہیں، مسنون طریقوں کا لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ نئی شادی کی، صبح کو احباب

---

[۱] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۲۹، [۲] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۲۲، [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۶،
[۴] مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۰۱ [۵] تہذیب الکمال ص ۲۷۰،

مبارک باد دینے آئے، اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ مین تہنیت پیش کی، کہ بالرفاء والبنین اگرچہ ان الفاظ مین کوئی خاص قباحت نہین تھی، لیکن چونکہ مسنون طریقۂ تہنیت موجود تھا، اس لئے کہا کہ یہ نہ کہو بلکہ "بارک اللہ لکم وبارک اللہ علیکم" کہو کہ ہمکو اسی کا حکم ملا ہے[1]،

حضرت نوفل بن حارث رضہ

نام ونسب نوفل نام، ابو حارث کنیت، نسب نامہ یہ ہے، نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی ہاشمی، مان کا نام غزیہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبد العزی بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر، نوفل آنحضرت صلعم کے چچازاد بھائی تھے،

بدر دعوتِ اسلام کے زمانہ مین آنحضرت صلعم کے عزیز قریب بھی آپ کے دشمن ہو گئے تھے، لیکن نوفل کے خون مین ہمیشہ یکسان برادرانہ محبت قائم رہی، چنانچہ حالتِ شرک مین بھی آپ سے مقابلہ کرنا ناپسند کرتے تھے، بدر مین جب طوعاً کرہاً مشرکین کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ مین نکلے، تو یہ پرخلوص اشعار ورد زبان تھے،

حرام علی حرب احمد انني	اریٰ احمد امنی قریبًا اواصرہ
مجھ پر احمد سے جنگ کرنا حرام ہے،	وہ میرے قریبی عزیز ہین،

اسلام بدر مین جب مشرکین کو شکست ہوئی، تو اس کے دوسرے قیدیون کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت صلعم نے فرمایا، نوفل! فدیہ دے کر رہا ہوجاؤ، عرض کی، یارسول اللہ!

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۳،

میرے پاس فدیہ کے لایق کوئی چیز نہین، فرمایا جدّہ والے نیزے فدیہ مین دیدو، اس کے جواب مین انھون نے آپ کی رسالت کا اعتراف کیا، اور ہزار نیزے فدیہ مین پیش کئے اور ذیل کے اشعار مین اپنے خیالات کا اظہار کیا[1]،

الیکم الیکم انی لست منکم — تبرات من دین الشیوخ الاکابر

"دور ہو، دور ہو، مین تمھاری جماعت مین نہین ہون، مین قریش کے بڑھے بوڑھون کے دین سے بیزار ہون"

شھدت علی ان النبی محمدؐ — اتی بالھدی من ربه والبصائر

مین نے شہادت دی ہے، کہ محمد نبی ہین، اور خدا کی جانب سے وہ ہدایت اور بصیرت لائے ہین،

وان رسول الله یدعو الی التقی — وان رسول الله لیس بشاعر

اور رسول اللہ صلعم، تقوی کی طرف بلاتے ہین، اور رسول اللہ شاعر نہین ہین،

علی ذلك احیی ثم ابعث موقنًا — واثوی علیه میتًا فی المقابر

مین اسی پر زندہ رہون گا، اور اسی پر مین قبر مین موت کی حالت مین سوؤنگا، اور پھر اسی پر قیامت کے دن اُٹھون گا،"

اسلام کے بعد، پھر مکہ واپس آئے، اور غزوۂ خندق یا فتح مکہ کے زمانہ مین حضرت عباس رض کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے، ابوا پہونچ کر ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب نے لوٹنے کا قصد کیا، انھون نے کہا اس شرک کدہ مین کہان جاتے ہو، جہان کے آدمی رسول اللہ سے لڑتے ہین، اور انکی تکذیب کرتے ہین، اب خدا نے رسول اللہ کو عزت دی ہے، اور ان کے ساتھی بھی زیادہ ہوگئے ہین، ہمارے ساتھ چلے چلو، چنانچہ یہ قافلہ ہجرت کرکے مدینہ پہونچا،

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۰، ۳۲ ایضاً

نوفل اور عباس سے قدیم تعلقات تھے، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان دونون مین مواخات کرادی، اور قیام کے لئے دو مکان مرحمت فرمائے، ایک مکان رحبۃ القضا مین مسجد نبوی کے متصل تھا، اور دوسرا بازار مین ثنیۃ الوداع کے راستہ پر،[1]

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے فتح مکہ مین شریک ہوئے، پھر طائف وحنین وغیرہ مین داد شجاعت دی، بالخصوص حنین مین نہایت شجاعت وپامردی سے مقابلہ کیا، چنانچہ جب مسلمانون کی صفین درہم برہم ہوگئین، اور وہ بے ترتیب ہوگئے، اس وقت بھی ان کے پاے ثبات مین لغزش نہ آئی،[2] اس غزوہ مین انھون نے مسلمانون کی بڑی گران قدر مدد کی تھی، ۳ ہزار نیزے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کئے، آپ نے مدحیہ فرمایا، "مین دیکھ رہا ہون، کہ تمھارے نیزے مشرکون کی پیٹھ توڑ رہے ہین"

وفات، حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کے ایک سال ۳ ماہ بعد مدینہ مین وفات پائی، حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع مین سپرد خاک کیا،[3]

اولاد وفات کے بعد متعدد اولادین چھوڑین، عبداللہ، عبدالرحمن، ربیعہ، سعید وغیرہ، نوفل کی اولاد مدینہ، بصرہ، اور بغداد مین بکثرت پھیلی، عبداللہ امیر معاویہؓ کے زمانہ مین مدینہ کے قاضی اور سعید فقیہ تھے،[4]

عام حالات آنحضرت صلعم وقتاً فوقتاً ان کی خبرگیری فرمایا کرتے تھے، انکو شادی کی ضرورت ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ایک عورت سے شادی کرادی، انکے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلعم نے ابو رافع اور ابو ایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس کے بدلہ تیس صاع جو لیکر عطا کئے[5]

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۷ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۷، [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۱،
[4] ابن حجر ق اول ص ۳۱ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۶،

حضرت فضل بن عبّاس رضؓ

نام ونسب، فضل نام، ابو محمد کنیت، ہمرکاب رسول، لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے فضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، مان کا نام لبابہ تھا، آنحضرت صلعم کے چچازاد بھائی تھے،

اسلام بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اس زمانہ مین انکا پورا گھر اسلام سے منور ہوچکا تھا لیکن مشرکین کے خوف سے اعلان نہین کیا تھا،

ہجرت فتح مکہ کے کچھ دنون پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ کے ساتھ ہجرت کی،

غزوات ہجرت کے بعد غزوۂ فتح ہوا سب سے پہلے اسی غزوہ مین فضل شریک ہوئے، اس کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا اس مین غیر معمولی جان فروشی دکھائی اور مسلمانون کی ابتدائی شکست مین جب فوج کا بڑا حصہ منتشر ہوگیا، ان کے پاے استقلال مین لغزش نہ آئی، اور بدستور پیکر اقدس کے ساتھ جمے رہے،

پھر حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلے، تو اس شان سے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ آپ کی سواری پر سوار تھے، اسی دن سے "ردیف رسول" یعنی "ہمرکاب رسول"، لقب ہوگیا، اسی درمیان مین قبیلہ خشعم کی ایک نوجوان وخوبصورت عورت حج کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے آئی، اور چونکہ حج مین منہ چھپانا عورتون کے لئے درست نہین، اس لئے منہ کھول کر سامنے

۱؎ ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۳۷، ۲؎ مسند احمد بن حنبل بروایت ابو رافع، ۳؎ ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۳۷،

آئی، فضل بھی نہایت خوش رو تھے، وہ ان کی طرف گھورنے لگی، اور یہ بھی اسکو دیکھنے لگے آنحضرت[۱] بار باران کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیتے تھے، مگر یہ پھر اسکی طرف رخ کر دیتے، آخر میں آپ نے فرمایا، "برادرعزیز! آج کے دن جو شخص آنکھ، کان اور زبان پر قابو رکھے گا، اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے[۲]"، رمی جمار کے وقت آنحضرت صلعم کی پشت پر چادر آڑ کیے ہوئے سایہ کیے کھڑے تھے[۳]،

آخری سعادت | فضل نے آنحضرت صلعم کی آخری خدمت کی سعادتیں بھی حاصل کیں، آپ نے مرض الموت میں جو آخری خطبہ دیا تھا، اس کے لیے جن دو سعادت مندوں کے سہارے سے ناتوانی سے باہر تشریف لائے تھے، ان میں سے ایک حضرت فضلؓ تھے، اور انہیں کے ذریعہ سے سلمانوں میں خطبہ دینے کا اعلان کرایا تھا[۳]، سب سے آخری سعادت جسد اطہر کا غسل تھا، وفات نبوی صلعم کے بعد مقربین خاص بعض اہم اسلامی مصالح کی بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے تھے اور کاشانہ نبوی میں صرف خاص اعزہ رہ گئے تھے، ان میں ایک فضل بھی تھے، چنانچہ غسل دینے کے وقت یہ پانی ڈالتے تھے، اور حضرت علیؓ نہلاتے تھے[۴]،

وفات | آپکی وفات کے بارہ میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں، کہ شام میں طاعون عمواس میں وفات پائی، بعض کا خیال ہے، کہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے، اور یہی سب میں مستند ہے، چنانچہ بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے[۵]،

حلیہ | نہایت حسین وجمیل[۶] تھے،

---

[۱] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص، [۳] تھوڑے تغیر کے ساتھ یہ واقعہ بخاری کتاب العمرہ باب حج المراۃ میں بھی مذکور ہے،

[۲] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶، [۳] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۲، [۴] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۰، [۵] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۲،

اہل وعیال| اولاد میں صرف ام کلثوم تھیں، جن کے ساتھ بعد میں حضرت حسن نے شادی کی، اور ان کے طلاق کے بعد ابو موسیٰ اشعری کے عقد میں آئیں[1]،

فضل وکمال| فضل بن عباس سے ۲۴ حدیثیں مروی ہیں، ان میں ۳ متفق علیہ ہیں[2]، اکابر صحابہ میں ابن عباس، اور ابوہریرہ، اور عام لوگوں میں کریب، قثم بن عباس، عباس بن عبید اللہ، ربیعہ بن حارث، عمیر، ابو معبد، سلیمان بن یسار، شعبی، عطار بن ابی رباح وغیرہ نے روایتیں کی ہیں[3]،

حضرت طلیب بن عمیرؓ

نام ونسب| طلیب نام، ابو عدی کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، طلیب بن عمیر بن وہب بن عبد بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی عبدری، آپ کی ماں اروی عبد المطلب کی لڑکی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں[4]،

اسلام| طلیب آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے بعد دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اسلام لانے کے بعد گھر آئے، اور ماں سے کہا "میں خلوص دل سے اسلام لاکر محمدؐ کا پیرو ہو گیا ہوں"، ان نیک خاتون نے جواب دیا، کہ تمہارے بھائی غیروں سے زیادہ تمہاری مدد کے مستحق ہیں، اگر مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو ان کو کفار کی دراز دستیوں سے بچاتی، ماں کے ان شریفانہ جذبات کو سن کر کہا کہ پھر آپ کو اسلام لانے سے کیا چیز روکتی ہے، آپ کے بھائی حمزہؓ بھی اسلام لاچکے، بولیں مجھکو اپنی بہنوں کا انتظار

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۵۳۵ [2] تہذیب الکمال ص ۳۰۵، [3] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۸۰،

[4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۵،

ہے، کہ وہ کیا کرتی ہین، ان کے بعد مین بھی انھین کی پیروی کرون گی، طلیب نے اصرار کیا، کہ مین آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہون، آپ محمد صلعم کے پاس چلئے، اور ان کی رسالت اور خدا کی توحید کا اقرار کیجئے،

ماں کا اسلام، ان خاتون محترم کا دل شروع سے آنحضرت صلعم کی دعوت کی طرف مائل تھا، اس لئے اس اصرار پر انکار کی ہمت نہ ہوئی، اور اسی وقت کلمۂ توحید آپ کی زبان پر جاری ہو گیا،

اردی عورت تھین لیکن اسلام کے بعد مردانہ ہمت و استقلال کے ساتھ آنحضرت صلعم کی امکانی مدد کرتی رہین، مگر نسائیت کی وجہ سے عملی امداد سے مجبور تھین تاہم زبان سے جو کچھ بن پڑتا تھا، کہتی تھین، اور اپنے فرزند کو آنحضرت صلعم کی امداد و اعانت پر آمادہ کرتی تھین[۱]،

آنحضرت صلعم کی مدد، ابتدائے اسلام مین جب آنحضرت صلعم پر ظلم و ستم کی بدلیان گرج گرج کر برستی تھین، طلیب آنحضرت صلعم کی حمایت کرتے تھے، مشرکین نے حضور انور کی ایذا رسانی کو اپنا مستقل شیوہ بنالیا تھا، ایک مرتبہ عوف بن صبرہ سہمی آپکی شان مین ناروا الفاظ استعمال کر رہا تھا، طلیب نے اس کو اونٹ کے کلے سے مار کر زخمی کر دیا، لوگون نے انکی ماں سے شکایت کی، ان نیک خاتون نے جواب دیا[۲]،

ان طلیبا نصر ابن خالہ   و اساہ فی دمہ ومالہ

طلیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی   اور اس کے خون اور اسکے مال کی غمخواری کی،

اس سلسلہ مین ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ابو اہاب بن عزیز دارمی کو قریش

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۹، [۲] اصابہ ج ۳ ص ۲۹۵،

نے آنحضرت صلعم کے مارنے پر آمادہ کیا، قبل اس کے کہ وہ اپنا ناپاک ارادہ پورا کرتا حضرت طلیب سے ملاقات ہوئی، آپ نے اس کے ارادۂ فاسد کو اسی کے ساتھ پورا کر دکھایا،

مشرکین کا سرغنہ ابولہب جو مسلمانوں کی ایذا رسانی میں سب سے آگے رہتا تھا، ان کا حقیقی ماموں تھا، جب اس نے مسلمانوں کو قید کیا، تو طلیب نے اسکو مارنے میں بھی دریغ نہ کیا، اس جرأت پر مشرکین نے آپ کو باندھ دیا، لیکن چونکہ ابولہب کے بھانجے تھے، اس لئے اس نے چھوڑ دیا، اور اپنی بہن سے شکایت کی، انھوں نے جواب دیا کہ طلیب کی زندگی کا بہترین دن وہی ہے، جسمیں وہ محمدؐ کی مدد کریں[1]،

ہجرت و مواخات | مکہ میں رہکر کفار کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، اس لئے آپ ہجرت ثانیہ میں حبشہ چلے گئے، وہاں سے مدینہ آئے، اور عبد اللہ بن سلمہ عجلانی کے مہمان ہوئے[2]،

بدر | جس شخص کی تلوار نے ظلم و ستم کی گھٹاؤں میں اپنی چمک دکھائی وہ آزادی ملنے کے بعد کب میان میں رہ سکتی تھی، اسلئے مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے معرکۂ بدر عظمیٰ میں شریک ہو کر حق شجاعت ادا کیا[3]،

وفات | بدر کے بعد سے وفات تک کے حالات پردہ میں ہیں لیکن قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی بھر جہاد میں شریک ہوتے رہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں اجنادین کی جنگ میں جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں شہادت پائی، وفات کے وقت کل ۳۵ سال کی عمر تھی، اولاد کوئی نہ تھی[4]،

حضرت ثوبانؓ

نام و نسب | ثوبان نام، ابو عبد اللہ کنیت، خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا، غلام تھے، آنحضرت صلعم نے خرید کر آزاد کر دیا، اور فرمایا دل چاہے، اپنے خاندان والوں کے پاس چلے جاؤ، اور دل چاہے، میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہو گے، تو اہل بیت

[1] اصابہ ج ۳ ص ۲۹۵، [2] ابن سعد جزو ۳ ق ۱ ص ۸۸، [3] استیعاب ج ۱ ص ۲۱۶، [4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۸۷،

مین شمار ہوگا، انھون نے خدمت نبوی کی حاضری کو اہلِ خاندان پر ترجیح دی، اور زندگی بھر خلوت وجلوت مین آپکے ساتھ رہے[1]،

آپ کی وفات کے کچھ دنون بعد تک مدینہ ہی مین رہے لیکن آقا کے سانحہ رحلت نے گلشن مدینہ کو خار بنادیا، اس لئے یہان کا قیام چھوڑ کر رملہ (شام) مین اقامت اختیار کرلی، اور مصر کی فتوحات مین شریک ہوتے رہے، پھر رملہ سے منتقل ہوکر حمص مین گھر بنالیا، اور یہین ۵۴ھ مین وفات پائی[2]،

فضل وکمال | آپ کی کتاب فضل کا سب سے نمایان اور روشن باب تو یہی ہے، کہ آقائے دوجہان کے غلام اور اہل بیت مین تھے، اور اسی غلامی نے آپ کو فضل وکمال کا مالک بنایا تھا، کیونکہ سفر وحضر اور خلوت وجلوت مین ہمیشہ ساتھ رہتے تھے، چنانچہ ان کی مرویات کی تعداد ۱۲۷ تک پہونچتی ہے، ثوبانؓ حفظِ حدیث کے ساتھ اس کی اشاعت کا فرض بھی ادا کرتے تھے، علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہین، کہ ثوبان ان لوگون مین تھے جنھون نے حدیثین حفظ کین اور اسی کے ساتھ ان کی اشاعت بھی کی[3]،

اسی فضل وکمال کی بنا پر لوگ آپ کی حدیثین سننے کے شایق رہتے تھے، ایکمرتبہ لوگون نے حدیث سننے کی خواہش کی آپنے فرمایا، جو مسلمان خدا کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے خدا اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی خطاؤن سے درگذر کرتا ہے[4]،

وہ لوگ جو خود بھی علم وفضل مین ممتاز تھے، اپنی مسموعہ احادیث کی تصدیق ان سے کراتے تھے، معدان بن طلحہ جو بلندپایہ محدث تھے انھون نے حضرت ابو درداءؓ سے ایک حدیث سنی

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۹ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱ [2] استیعاب ج اول ص ۸۱ وفات کا ذکر مستدرک مین ہے [3] ایضاً، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۶،

توثوبانؓ سے اس کی تصدیق کی[1] آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جو جماعت صاحب علم و افتا تھی، اس کے ایک ممبر یہ بھی تھے[2]،

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا، معدان بھی طلحہؓ، راشد بن سعدؓ، جبیر بن نضیرؓ، عبدالرحمن بن غنم، ابوادریس خولانی، آپ کے خوشہ چینوں مین تھے[3]،

اخلاق وعادات | نبوت کا احترام گو مسلمانون کا مذہبی فرض ہے، لیکن ثوبانؓ کو اسمین اسقدر غلو تھا، کہ وہ غیر مسلمون سے بھی کوئی لفظ ایسا نہین سن سکتے تھے، جسمین ذرا بھی نبوت کے احترام کو صدمہ پہونچتا ہو، ایکمرتبہ یہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر تھے، کہ ایک یہودی عالم نے آکر السلام علیک یا محمدؐ! کہا ثوبانؓ جین بجبین ہوگئے اور اس زور سے اسکو دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا، اس نے سنبھلکر سبب پوچھا، کہا تو نے یارسول اللہ! کیون نہ کہا، وہ بولا، اس مین کیا گناہ تھا، کہ مین نے ان کا خاندانی نام لیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان میرا خاندانی نام محمدؐ ہے[4]،

نبوت کا احترام تو خیر ضروری امر ہے، ثوبانؓ آپ کے ساتھ اپنی غلامی کی نسبت کا بھی احترام کرتے تھے، اگر کوئی اسمین ذرا کمی کرتا تو فوراً متنبہ کرتے تھے حمص کے قیام کے زمانہ مین بیمار ہوئے، عبداللہ بن قرط ازدی یہان کا والی تھا، وہ عیادت کرتے نہ آیا، آپ نے اس کو ایک رقعہ لکھوایا، کہ ،، اگر موسیٰ اور عیسیٰ کا غلام تمھارے یہان ہوتا، تو تم اس کی عیادت کرتے" والی کو یہ رقعہ ملا تو فوراً اس بدحواسی کے ساتھ گھر سے نکلا کہ لوگ سمجھے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے، اسی حالت مین آپ کے گھر تک آیا، اور دیر تک

---

[1] ابوداؤد ج اول ص ۲۳۷، [2] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۵، [3] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۱ [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱، [5] مسند احمد ابن حنبل ج ۵، ص ۲۸۰

بیٹھا رہا[۱]،

پاس فرمان رسول، آنحضرت صلعم کے فرمان کا اس قدر لحاظ کرتے تھے، کہ جو حکم آپ نے دیدیا وہ ہمیشہ جان کے ساتھ رہا، اور ہر اس کام سے احتراز کرتے رہے، جسمین آپ کی عدول حکمی کا کوئی خفیف سا بھی پہلو نکلتا ہو، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا تھا، کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس حکم کے بعد پھر عمر بھر کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال نہ دراز کیا، حتیٰ کہ اگر سواری کی حالت مین کوڑا ہاتھ سے چھوٹ جاتا، تو خود اتر کے اُٹھاتے، مگر کسی سے سوال نہ کرتے[۲]،

حضرت عمرو بن عبسہ رض

نام ونسب، عمرو نام، ابو نجیح کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن عبسہ بن عامر بن خالد بن غاضرہ بن عتاب بن امراؤ القیس، ماں کا نام رملہ بنت وقیعہ تھا، یہ خاتون قبیلہ بنی حرام سے تھین، عمرو مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری رض، کے ماں جائی بھائی تھے[۳]،

اسلام، عمرو بدو خلقت سے فطرت سلیم لے کر آئے تھے، چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین جبکہ سارا عرب بت پرستی کی ضلالت مین مبتلا تھا، ان کو اس سے نفرت تھی، اور بت پرستون کو گمراہ سمجھتے تھے، بعثت نبوی کی خبر پا کر مکہ آئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی معاندانہ روش کے باعث علی الاعلان دعوتِ اسلام نہین کرتے تھے، اس لئے عمرو بن عبسہ رض نے خفیہ طور پر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر سوال کیا، کہ آپ کون ہین؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا، نبی ہون، پوچھا نبی کیا چیز ہے؟ فرمایا مجھکو خدا نے بھیجا ہے، پوچھا کن تعلیمات

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۸۰ [۲] ایضاً ص ۲۷۷، [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶،

کے ساتھ؟ فرمایا صلہ رحمی، بت شکنی، اور توحید کے ساتھ، پوچھا کسی اور نے بھی اس دعوت کو قبول کیا؟ فرمایا ہان ایک غلام اور ایک آزاد نے، اس وقت صدیق اکبرؓ اور سرخیل عشاق بلالؓ آپ کے ساتھ تھے، ان ضروری تحقیقات کے بعد عرض کی مجھکو بھی خداپرستون کے زمرہ مین داخل کیجئے، مین آپ کے ساتھ ہی رہون گا، فرمایا ایسی حالت مین جب کہ ہر چہار جانب سے میری مخالفت کے طوفان اٹھ رہے ہین، میرے ساتھ کیسے رہ سکتے ہو، اس وقت تم وطن واپس جاؤ، میرے ظہور کے بعد پھر چلے آنا،

وطن کی واپسی

غرض مشرف باسلام ہونے کے بعد حسب ارشاد نبوی وطن لوٹ گئے، اور آنے جانے والون سے برابر حالات کا پتہ چلاتے رہے، اتفاق سے یثرب کے کچھ اشخاص آپ کے یہان آگئے، ان سے پوچھا، کہ جو شخص مدینہ آیا ہے، اس کا کیا حال ہے، انھون نے کہا کہ لوگ جوق در جوق اسکی طرف ٹوٹ رہے ہین، اس کی قوم نے تو اس کو قتل کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا، مگر قتل نہ کر سکی، اب وہ مدینہ آگیا ہے،

ہجرت،

اس خبر کے بعد مدینہ روانہ ہو گئے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنا تعارف کرایا، آپ نے فرمایا مین نے تم کو پہچان لیا، تم مکہ مین مجھ سے ملے تھے، پھر کچھ صوم و صلوٰۃ کے مسائل وغیرہ دریافت کر کے وہین مقیم ہو گئے[1]

غزوات

بدر، احد، حدیبیہ اور خیبر وغیرہ کے معرکے وطن کے زمانہ قیام مین ختم ہو چکے تھے، سب سے پہلا غزوہ جسمین یہ شریک ہوئے، فتح مکہ ہے، طائف مین بھی شرکت کا ایک روایت سے پتہ چلتا ہے چنانچہ بیان کرتے تھے، کہ طائف کے محاصرہ مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے راستہ مین ایک تیر چلائے گا، اس کے لئے جنت مین ایک دروازہ

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۳۰۷ و ۳۰۸ و مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۱۲ [2] اصابہ ج ۵ ص ۵،

کھل جائے گا، یہ بشارت سنکر مین نے سولہ تیر چلائے[1]، طائف کے علاوہ اور کسی غزوہ کی شرکت متعین طور پر نہین بتائی جاسکتی، لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے بعد بھی بعض غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا،

وفات زمانۂ وفات صحت کے ساتھ نہین بتایا جاسکتا، ارباب سیر قیاساً آخر عہد عثمانی بتاتے ہین، چنانچہ صاحب اصابہ نے محض اس قیاس پر کہ یہ عہد عثمانی کے فتنون اور معاویہ کے زمانہ مین کہین نہین نظر آتے، انکا زمانۂ وفات آخر عہد عثمانی لکھا ہے[2]، لیکن مسند احمد بن حنبل مین سلیم بن عامر سے ایک روایت ہے، کہ امیر معاویہ اور رومیون کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا، جس کی رو سے امیر معاویہ رض ایک مدت معینہ تک ان پر حملہ نہین کر سکتے تھے، چنانچہ یہ اس حساب سے حملہ کی تیاریان کرکے چلے، کہ رومیون کی سرحد تک پہونچتے پہونچتے میعاد ختم ہوجائے، اور انقضاے میعاد کے ساتھ ہی فوراً حملہ کردیا جائے، اس وقت حضرت عمرو بن عبسہ رض پکارتے پھرتے تھے، کہ وعدہ وفا کرو، دھوکا نہ دو[3]،

اس روایت سے یہ احتمال ہوتا ہے، کہ امیر معاویہ رض کے زمانہ تک زندہ تھے لیکن اگر صاحب اصابہ کا قیاس صحیح مانا جائے تو یہ واقعہ اس عہد کا ہوگا، جب معاویہ عہد عثمانی مین شام کے گورنر تھے، کیونکہ اس زمانہ مین بھی ان کے اور رومیون کے درمیان نبرد آزمائیان ہوتی رہتی تھین،

فضل وکمال عمرو بن عبسہ کو گو صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان مین خوشہ چینی سے غافل نہ رہے، چنانچہ مدینہ آنے اور اپنا تعارف کرانے کے بعد سب سے پہلا سوال آنحضرت صلعم سے یہی کیا، کہ علمنی مما علمک اللہ، آپکو جو خدا نے سکھایا، وہ تھوڑا مجھے بھی سکھایئے، اسی لیے اس قلیل

---

[1] مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۳ [2] اصابہ ج ۵ ص ۶

[3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۱۳ یہ روایت ترمذی مین بھی ہے،

مدت کے باوجود آپکی ۸ ۱۴ روایتین کتب حدیث مین موجود ہین[1]، اور آپکے رواۃ کے نام حسب ذیل ہین، عبداللہ بن مسعود، سہیل بن سعد، ابوامامہ باہلی، معدان بن ابی طلحہ، ابوعبداللہ صنابحی، شرحبیل بن سمط وغیرہ[2]،

حضرت ولید بن ولیدؓ

نام ونسب ولید نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، ولید بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی، مشہور صحابی خالد بن ولیدؓ اور آپ ایک ہی مان کے بطن سے تھے[3]،

بدر کی شرکت اور گرفتاری بدر مین مسلمانون کے خلاف مشرکین کے ساتھ لڑنے نکلے، اور شکست کھاکر عبداللہ بن جحش کے ہاتھون گرفتار ہوئے، دونون بھائی خالد بن ولید اور ہشام بن ولید چھڑانے آئے، حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے چار ہزار زر فدیہ طلب کیا، خالد کو اتنی بڑی رقم دینے مین تردد ہوا، ہشام نے کہا تم کو کیا لاگ ہوگی، تم توان کے بھائی ہو نہین، اگر عبداللہ اس سے بھی زیادہ مانگین تو بھی چھڑانا ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے رہائی کے معاوضہ مین نقد کے بجائے ان کے والد کی زرہ تلوار اور خود مانگی، مجبوراً یہ قیمت بھی اداکی، اور چھوٹ کر بھائیون کے ساتھ چلے، ذوالحلیفہ مین پہونچکر بھاگ نکلے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے، دوبارہ جب بھائی سے ملاقات ہوئی، تو انھون نے کہا کہ جب تم کو اسلام ہی لانا تھا، تو پھر فدیہ کے قبل کیون نہ مسلمان ہوگئے، خواہ مخواہ والد کی نشانیان بھی ضایع ہوئین اور کوئی نتیجہ نہ نکلا، کہا اس وقت اس لئے نہین اسلام لایا کہ مین بھی اپنے ہم قبیلہ لوگون کے ساتھ فدیہ دیکر آزاد ہونا چاہتا تھا، تاکہ قریش کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے، کہ ولید فدیہ کے ڈر سے مسلمان ہوگیا،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۲۶۱ [2] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۹۶ [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۹،

قیدِ محن، اسلام لانے کے بعد مکہ لوٹ گئے، راستہ مین بھائیون نے کوئی تعرض نہ کیا، مگر مکہ پہونچ کر دوسرے بلاکشانِ اسلام کے ساتھ ان کو بھی قید کر دیا، اور یہ عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ طوق وسلاسل کی نگرانی مین دن کاٹنے لگے، بدر کے قبل آنحضرت صلعم عیاش اور سلمہ کے لئے دعا فرماتے تھے، بدر کے بعد جب ولید قید ہوئے، تو ان کے لئے بھی دعا فرمانے لگے،

قید سے فرار، عرصہ تک قیدِ محن کی مصیبتین جھیلتے رہے، ایک دن موقع پا کر قید سے نکل آئے، اور سیدھے مدینہ پہونچے، آنحضرت صلعم نے عیاش اور سلمہ کا حال پوچھا، عرض کیا ان پر بہت سختیان ہو رہی ہین، ایک بیڑی مین دونون کے پیر ڈال دیئے گئے ہین، فرمایا تم واپس جاؤ، وہان کا لوہار حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکا ہے، اس کے یہان ٹھہرو، اور قریش کی آنکھ بچا کر خفیہ طریقہ سے عیاش اور سلمہ کے پاس پہونچو، اور ان سے کہو کہ مین رسول اللہ صلعم کا فرستادہ ہون، میرے ساتھ نکل چلو،

ایک کارنامہ اس فرمان کے مطابق یہ مکہ پہونچے، اور پوشیدہ طریقہ سے مل کر ان دونون بزرگون کو آنحضرت صلعم کا پیام سنادیا، یہ دونون نکل کے ساتھ ہو گئے، قریش کو خبر ہوئی تو خالد بن ولید نے کچھ لوگون کو لے کر تعاقب کیا، مگر ناکام رہے، اور یہ مختصر قافلہ بخیر وخوبی مدینہ پہونچ گیا[1]،

عمرۃ القضا اور خالد کا اسلام عمرۃ القضا مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، خالد اس وقت تک اسلام نہین لائے تھے، اس لئے کہین روپوش ہو گئے تاکہ آنحضرت صلعم اور صحابہ رض کا سامنا نہ ہو، آنحضرت صلعم نے ولیدؓ سے فرمایا، کہ اگر خالدؓ میرے پاس آتے تو مین ان کا

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۷، ۸، ۹ و استیعاب ترجمہ ولید بن ولید،

اعزاز و اکرام کرتا مجھکو سخت تعجب ہے کہ ان کے ایسے زیرک و دانا شخص کے دل مین ابھی تک اسلام کا اثر نہین ہوا، چنانچہ ولید رضؓ نے خالد رضؓ کو خط لکھا، اس خط سے ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہوگیا، اور یہ میلان آیندہ چل کر اسلام کی شکل مین ظاہر ہوا[1]،

وفات، وفات کے متعلق دو روایتین ہین، ایک یہ کہ جب سلمہ اور ہشام کو چھڑا کر واپس ہو رہے تھے تو مدینہ سے کچھ فاصلہ پر اس قسم کے صدمات پہونچے کہ مدینہ آتے آتے انتقال کر گئے لیکن یہ صحیح نہین ہے، کیونکہ باتفاق ارباب سیر آپ عمرۃ القضا مین موجود تھے چنانچہ علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین، والصحیح انه شهد مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عمرة القضا[2] اور عمرۃ القضا سنہ ۷ھ کے آخر مین ہوا، اور اس روایت کی رو سے ان کا انتقال عمرۃ القضا سے دو سال پہلے سنہ ۵ھ مین ماننا پڑیگا، کیونکہ سنہ ۲ھ کے آخر مین اسلام لائے، اور اسلام کے بعد ہی بھائیون نے قید کر دیا جس کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، رہائی کے بعد فوراً حضرت سلمہ رضؓ اور ہشام رضؓ کو چھڑانے گئے، یہ کل مدت سنہ ۴ھ سے نہین بڑھتی، دو سال حالت کفر کے، ڈیڑھ سال قید کے، اور زیادہ سے زیادہ دو چار مہینہ سلمہ رضؓ اور ہشام رضؓ کے چھڑانے وغیرہ مین صرف ہوئے ہون گے، ان سب کی مجموعی مدت سنہ ۵ھ سے آگے نہین بڑھتی، اس لئے یہ روایت قطعاً غلط ہے، ہان عمرۃ القضا کے بعد البتہ زیادہ دنون تک زندہ نہین رہے، اور اس قدر مسلم ہے کہ سنہ ۸ھ کے اندر ہی آپ کا انتقال ہو گیا تھا[3]،

مان کی بے قراری، آپ کے انتقال کے وقت آپ کی مان زندہ تھین، ان کے دل پر قیامت گذر گئی، یہ دل دوز صدمہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا، چنانچہ آنحضرت صلعم نے ان کو خاص طور پر ماتم کرنے کی اجازت دیدی تھی، اور وہ نہایت دلدوز لہجہ مین یہ مرثیہ

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۵، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۰، [3] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۹۸،

پڑھتی تھین جس کا ایک شعر یہ ہے،[1]

یا عین فابکی للولید بن الولید بن المغیرۃ	کان الولید بن الولید ابو الولید فتی العشیرۃ
اے آنکھو! اس ولید کی یاد پر اشکبار رہو	جو شجاعت اور بہادری مین اپنے باپ کے مثل خاندان کا ہیرو تھا،

آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ قرآن کی یہ آیت تلاوت کرو،

وَجَاءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ	اور موت کی بے ہوشی ضرور آکر رہے گی،
مَاکُنْتَ مِنْہُ تَحِیْدُ (ق ع ۲)	(اس وقت کہا جائیگا کہ یہ وہ ہے، جس سے تو بھاگتا تھا،

حضرت سلمہ بن ہشام رضی

نام ونسب، سلمہ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر المخزوم القرشی، ماں کا نام ضباعہ تھا، سلمہ مشہور دشمنِ اسلام ابو جہل کے بھائی تھے،[2]

اسلام ہجرت اور شدائد، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کرکے حبشہ گئے، لیکن کچھ دنون کے بعد اہل مکہ کے اسلام کی غلط خبر سن کر دوسرے مہاجرین کے ساتھ واپس آگئے، اس خبر کی تردید کے بعد اور لوگ تو واپس چلے گئے لیکن ان کو ابوجہل نے نہ جانے دیا، اور طرح طرح کی تکلیفین پہنچانا شروع کین، کھانا پینا بالکل بند کردیا، اسلام کے جرم مین زدوکوب بھی کرتا تھا، لیکن یہ وہ نشہ نہ تھا، جس کو مارپیٹ کی تلخی اتار دیتی، اس لئے اسکی تمام کوششین ناکام ہوئین، ابھی اسلام بھی اتنا قوی نہین ہوا تھا، کہ آنحضرت صلعم کچھ مدد فرماتے، لیکن نماز کے بعد سلمہ اور ان کے ساتھیون

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۹۸، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۴۱

کے لئے دعا فرماتے تھے، کہ خدایا ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو مشرکین مکہ کی سختیون سے نجات دلا،[1]

رہائی اور ہجرتِ مدینہ، کئی برس اس قیدِ محن مین گرفتار رہے، اتفاق سے آپ کے ایک ساتھی حضرت ولیدؓ کسی طرح قید سے فرار ہوکر آنحضرت صلعم کے پاس پہونچے، اور بیان کیا کہ عیاشؓ اور سلمہؓ بہت مصیبت مین گرفتار ہین، ایک ہی بیڑی مین دونون کے پیر ڈال دیئے گئے ہین، آپ نے پھر ان کو دوبارہ چھڑانے کے لئے بھیجا، چنانچہ وہ لوگون کی نظرین بچا کر قید سے نکال لے گئے،[2]

مغازی، بدر کا معرکہ ان کی قید کے زمانہ مین ختم ہوچکا تھا، رہائی کے بعد اور تمام لڑائیون مین برابر شریک ہوتے رہے، غزوۂ موتہ مین جن صحابہ کرام کے پیر اکھڑ گئے تھے، ان مین ایک سلمہ بھی تھے، اس ندامت مین انھون نے باہر نکلنا چھوڑ دیا، اور جب باہر نکلتے تو لوگ "فرار" بھگوڑا کہکر طعنہ زنی کرتے تھے[3] لیکن رحمۃ اللعالمین "کرار" حملہ آور کہکر حوصلہ افزائی فرماتے تھے،[4]

وفات، عہد صدیقی مین شام کی فوج کشی مین شریک ہوئے، اسی سلسلہ مین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین ۱۴ھ مین مرج روم کے معرکہ مین شہید ہوگئے،[5]

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۹۷ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۲ و ابن سعد ص ۹۷، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۴۰ ، [4] اصابہ ج ۳ ص ۱۲۰، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۲،

حضرت عبد اللہ بن سہیلؓ

نام و نسب، عبد اللہ نام، ابو سہیل کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، ماں کا نام فاختہ تھا، نانہالی سلسلہ نسب یہ ہے فاختہ بنت عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی[1]،

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، ہجرت ثانیہ مین مہاجرین کے قافلہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے[2]،

مکہ کی واپسی، حبشہ سے مکہ واپس آئے، ان کے باپ تبدیلِ مذہب پر بہت غضبناک تھے، اس لئے قابو پانے کے بعد قید کر کے ارتداد پر مجبور کرنا شروع کیا[3]، انھون نے مصلحت وقت کے خیال سے بظاہر ان کا کہنا مان لیا، لیکن دل مین بدستور اسلام کی محبت پرورش پاتی رہی،

غزوات، ہجرت عظمی کے بعد مشرکینِ مکہ بڑے اہتمام سے مسلمانون کا استیصال کرنے نکلے، عبد اللہؓ بھی اپنے والد کے ساتھ مشرکین کے گروہ مین تھے، والد مطمئن تھے، کہ اطاعت شعار بیٹا کہنے مین آگیا، یہ نہ معلوم تھا کہ مذہب کی چنگاریان اندر اندر سلگ رہی ہین، موقع پاتے ہی بھڑک اٹھین گی، چنانچہ جب جنگ کی تیاری شروع ہوئی، تو عبد اللہؓ موقعہ پاکر نکل گئے اور اسلامی فوج مین آکر شامل ہو گئے، اس وقت والد پر حقیقتِ حال واضح ہوئی، اور

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۲۹۵، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۸۰، [3] ایضاً

صاحبزادہ کی چالاکی پر بہت پیچ و تاب کھایا، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اس لئے خاموش ہورہے، اور عبد اللہ باطمینان مشرکین کے مقابلہ مین نبرد آزما ہوئے[1]،

اس کے بعد احد، خندق، اور صلح حدیبیہ وغیرہ مین برابر شریک رہے، فتح مکہ مین جب کفار کی قوتین ٹوٹ چکین، اور ہمتین پست ہوگئین، تو ان کے لئے سوائے دامنِ رحمت کے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، عبد اللہ کے والد کا نام بھی مجرمون کی فہرست مین تھا، اب ان کے لئے بجز روپوشی کے کوئی چارہ نہ تھا، چنانچہ گھر مین گھسکر اندر سے کواڑے بند کرلئے اور عبد اللہ سے کہلا بھیجا، کہ آنحضرت صلعم سے میری جان بخشی کراؤ، ورنہ مین قتل کردیا جاؤن گا، سعادت مند لڑکا خدمت نبوی مین حاضر ہوکر عرض گذار ہوا، یا رسول اللہ! میرے والد کو امان دیدیجئے، رحمتِ عالم کا دامنِ رحمت اس سے بھی زیادہ وسیع تھا فرمایا کہ وہ خدا کی امان مین مامون ہین، اطمینان سے گھو مین پھرین، امان دیکر گرد وپیش کے لوگون سے مخاطب ہوکر فرمایا، کہ تم مین جو شخص ان سے ملے تو سختی سے نہ پیش آئے، خدا کی قسم! وہ صاحبِ عقل و شرف ہین، ان کے جیسا زیرک آدمی اسلام سے ناواقف نہین رہ سکتا[2]،

خلافت صدیقی ۱۲ھ مین جنگِ یمامہ مین شریک ہوئے، اور جواثی کے معرکہ مین شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر کل ۳۸ سال کی تھی، اور انکے والد سہیل	جنگ یمامہ اور شہادت

زندہ تھے حضرت ابوبکرؓ نے عبد اللہ کی شہادت پر تعزیت فرمائی، اس پر انھون نے کہا، مین نے سنا ہے کہ شہید اپنے گھرانے کے ستر آدمیون کی سفارش کرسکتا ہے، مجھکو امید ہے کہ میرا شہید لختِ جگر پہلے میری سفارش کریگا[3]،

[1] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۹۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱، [3] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۹۶،

حضرت معیقیب رضؓ بن ابی فاطمہ دوسی،

نام ونسب، معیقیب نام، نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا، اور بنی عبد شمس کے حلیف تھے[1]،

اسلام وہجرت، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین ہجرت کرکے حبشہ گئے، وہان سے خیبر کے زمانہ مین مدینہ آئے[2]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد تمام لڑائیون مین شریک ہوتے رہے، بعض روایتون سے بدر اور بیعتِ رضوان کی شرکت کا شرف بھی ثابت ہوتا ہے، اس اعتبار سے وہ خیبر سے بھی پہلے مدینہ آچکے تھے، لیکن مستند روایت یہی ہے، کہ خیبر کے بعد مدینہ آے اور بدر و خیبر مین شریک نہ تھے، ابن سعد نے بھی ان کو صحابۂ کرام کے اسی زمرہ مین لکھا ہے، جو قدیم الاسلام تو تھے لیکن بدر مین شریک نہین ہوئے تھے[3]،

عہدِ شیخین، آنحضرت صلعم کی زندگی مین خاتمِ رسالت انھین کے پاس رہتی تھی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ خاتم بردار کی حیثیت سے ان کا خاص لحاظ کرتے تھے، چنانچہ دونون بزرگون کے عہد مین مالیات کا صیغہ ان کے متعلق رہا، اور بیت المال مین خازن کے عہدہ پر ممتاز تھے[4]،

حضرت عمرؓ کو ان سے بہت محبت تھی، ان کو جذام کی شکایت ہوگئی تھی، حضرت عمرؓ

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۸۶، [2] استیعاب ج ۱ ص ۲۹۰، [3] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ تذکرۂ معیقیب [4] استیعاب ج ۱ ص ۲۹۰،

نے علاج میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، جہاں جہاں مشہور اطباء کا پتہ چلتا تھا، بلا کر علاج کرتے تھے، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا، آخر میں دو یمنی طبیبوں سے علاج کرایا، جس سے مرض تو زائل نہیں ہوا، البتہ آیندہ بڑھنے کا خطرہ باقی نہ رہا، عموماً لوگ جذامی آدمی کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں، لیکن حضرت عمرؓ انکو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے اور فرماتے کہ یہ طرزِ عمل تمھارے ساتھ مخصوص [۱] ہے،

عہدِ عثمانی اور وفات، حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا بھی وہی طرزِ عمل رہا، اور غالباً خاتم برداری کا قدیم منصب انھیں کے سپرد تھا، کیونکہ آنحضرت صلعم کی انگوٹھی انھیں کے ہاتھ سے بیر معونہ میں گری [۲] تھی، اسی عہد کے آخر میں وفات پائی [۳]،

اولاد، آپ کی اولادوں میں صرف محمد بن معیقیب کا پتہ چلتا ہے، انھوں نے آپ سے روایت بھی کی [۴] ہے،

علمی حالت، علمی حیثیت سے کوئی ممتاز شخصیت نہ تھی، تاہم نوشت وخواند میں پوری مہارت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب اپنی املاک وقف کی تو اس وقف نامہ کی کتابت انھیں نے کی [۵] تھی، احادیث نبوی کے خوشہ چین بھی تھے، چنانچہ ان کی متعدد مرویات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں دو متفق علیہ ہیں، اور ایک میں امام مسلم منفرد [۶] ہیں،

---

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۸۷، [۲] مسلم ج ۲ ص ۲۱۴، مطبوعہ مصر، [۳] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۳،
[۴] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۵۴ [۵] ابوداؤد ج ۲ ص ۹، [۶] تہذیب الکمال ص ۳۹۷،

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضؓ

نام ونسب، عبداللہ نام، ابوحذیفہ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی،[1]

اسلام وہجرت، عبداللہ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد عرصہ تک آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے، پھر مہاجرین کے دوسرے قافلہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گئے،[2]

سفارت، ۶ھ مین آنحضرت صلعم نے آس پاس کے سلاطین کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تھے، شہنشاہ ایران کے پاس دعوت نامہ لے جانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی، کہ اس کو ایرانی گورنر متعینہ بحرین تک پہونچا دین، اور وہ اس کو دربار ایران بھیجدے، چنانچہ انھون نے اس کو امیر بحرین کے پاس بحفاظت پہنچادیا،[3]

مغازی، بدر کے علاوہ تمام غزوات مین شریک ہوئے، حضرت ابوسعید خدری رضؓ بدری بتاتے ہین، لیکن موسی بن عقبہ اور ابن اسحٰق وغیرہ تمام اس کے مخالف ہین،،

امارت سریہ، آنحضرت صلعم نے ان کو ایک سریہ کا امیر بناکر بھیجا، اور ماتحتون کو ہدایت فرمادی کہ کسی بات مین ان کی عدول حکمی نہ کرنا، منزل مقصود پر پہونچ کر عبداللہ کو کسی بات پر غصہ آگیا، اور مجاہدین سے کہا کیا تم لوگون کو آنحضرت صلعم نے میری اطاعت

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۲، [2] ایضًا، [3] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب کتاب النبی صلعم الی کسریٰ وقیصر،

کا حکم نہین دیا ہے؟ سب نے کہا ہان دیا ہے، کہا اچھا لکڑیان جمع کرکے اس مین آگ دیدو، اور پھاند پڑو، سب نے لکڑیان جلائین، اور پھاندنے کو تھے، کہ دفعۃً کسی خیال سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم نے آگ سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلعم کی پیروی کی ہے، اور پھر خود ہی آگ مین کودین، یہ مباحثہ یہان تک جاری رہا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی، اور اس درمیان مین ان کی آتشِ غضب بھی سرد پڑگئی، واپس آکر سب نے آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، اگر تم لوگ آگ مین گھس گئے ہوتے تو پھر کبھی نہ نکلتے، اطاعت صرف انھین چیزون مین واجب ہے، جس کی خدا نے اجازت دی ہے،[1]

خلفاء کا عہد، عہد فاروقی مین فتوحاتِ شام مین شریک تھے، سوءِ اتفاق سے ایک معرکہ مین رومیون نے گرفتار کرلیا، رومیون کا قاعدہ تھا، کہ جب وہ کسی کے سامنے اپنا مذہب پیش کرتے، اور وہ انکار کرتا، تو اس کو ایک عظیم الجثہ تانبے کی گاے کے جوف مین جسمین زیتون کا تیل کھولتا ہوتا تھا، ڈال دیتے، چنانچہ انھون نے ان کے سامنے اپنا مذہب پیش کرکے کہا، اگر تم اس کو نہین قبول کروگے، تو تم کو گاے پر قربان کردیا جائے گا، یہ اس سے مطلق خوفزدہ نہ ہوئے، اور قبولِ مذہب سے انکار کردیا، ان جلادون نے ان کی عبرت پذیری کے لئے ایک دوسرے مسلمان قیدی کو بلاکر عیسویت کی دعوت دی، اس نے بھی انکار کیا، تو اس کو زیتون کے کھولتے ہوئے تیل مین ڈال دیا، وہ کشتۂ حق جل بھن کر کباب ہوگیا، یہ منظر دکھا کر بولے اگر نہین قبول کرتے تو تمھارا ابھی یہی حشر ہوگا، لیکن جذبۂ حق اس سے زیادہ آزمایش کے لئے تیار تھا، پھر انکار کردیا، حکم ہوا ڈال دو،

[1] بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم یکن معصیۃً،

آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، رومیوں نے کہا آخر ڈر کر رونے لگا، فرمایا مین اپنے انجام پر نہین روتا، بلکہ اپنی کم مائگی پر آنکھین اشکبار ہین، کہ صرف ایک جان خدا کی راہ مین کام آئے گی، کاش ایک جان کے بجائے میرے ہر موئے بدن مین ایک مستقل جان ہوتی، اور یہ سب راہِ خدا مین نثار ہوتین، یہ قوت ایمانی دیکھکر وہ لوگ دنگ رہ گئے، اور اس شرط پر رہائی دینے کے لئے تیار ہو گئے، کہ آپ شاہِ روم کی پیشانی کا بوسہ دین، لیکن اس پرستارِ حق کا لب ایک صلیب پرست کی بوسہ ستانی سے آلودہ نہین ہو سکتا تھا، اس لئے پھر وہی جواب تھا، جب اس پر بھی آپ آمادہ نہ ہوئے تو انھون نے مال و دولت اور حسن و رعنائی کے سبز باغ دکھائے، آپ نے ان دلفریبیون کو بھی نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا، تو آخر مین ان سے کہا اگر میری پیشانی کو چوم لو تو تمام مسلمان قیدی چھوڑ دیئے جائین گے، آپ کے لئے مسلمانون کی جان سے زیادہ عزیز اور کون سی شے ہو سکتی تھی، اس لئے فوراً آمادہ ہو گئے، اور ایک بوسہ کے صلہ مین اتنے مسلمانون کی گران بہا جانین بچ گئین، جب واپس ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرطِ مسرت سے ان کی پیشانی چوم لی، بعض صحابہؓ آپ سے مزاحاً کہتے، کہ تم نے ایک بے دین کی پیشانی کا بوسہ دیا، جواب دیتے ہان چوما، لیکن اس کے بدلہ مین ۸۰ مسلمانون کی جانین بچ گئین[1]،

وفات، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین مصر مین وفات پائی[2]،

نسب کی تحقیق، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے جلال کی حالت مین فرمایا، کہ تم لوگون کو جو پوچھنا ہو، پوچھو، اس وقت جو بات پوچھوگے، بتاؤن گا، آپ نے اٹھکر پوچھا

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۴، [2] استیعاب ج ۱ ص ۳۵۷،

میرا باپ کون ہے، فرمایا ابو حذیفہؓ آپ کی ماں نے سنا تو کہا کہ تم نے رسول اللہ صلعم سے کتنا خطرناک سوال کیا تھا، اگر خدانخواستہ وہ کچھ اور بتاتے تو مین سب کے سامنے رسوا ہوتی، جواب دیا کہ مین نسب کی تحقیق کرنا چاہتا تھا،[1]

فضل وکمال، آپ سے متعدد حدیثین مروی ہین، ان مین سے ایک بخاری مین بھی ہے، آپ سے روایت کرنے والون مین ابو وائل، سلیمان، اور ابن یسار قابلِ ذکر ہین،[2]

حضرت حجاج بن علاطؓ

نام ونسب، حجاج نام، ابو محمد[1] کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، حجاج بن علاط بن خالد بن نویرہ بن حنثر بن ہلال بن عبید بن ظفر بن سعد بن عمرو بن بہز بن امرأ القیس بن بہثہ بن سلیم بن منصور سلمی[2]،

اسلام، حجاج خیبر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا محرک ایک خاص واقعہ ہے، ایک مرتبہ چند ساتھیون کے ہمراہ مکہ جارہے تھے، راستہ مین ایک بھیانک وادی مین رات ہوگئی، یہ وہین شب باش ہوگئے، حجاج سب کی پاسبانی کرنے لگے، اتنے مین کوئی شخص یہ تلاوت کرتا سنائی دیا،

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ (سورہ رحمٰن)

اے جن وانس کے گروہ! اگر تم آسمانون اور زمین کے کنارون سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، اور تم بغیر سلطان کے نہ نکل سکوگے،

---

[1] بخاری کتاب الفتن و ابن سعد جز ۴ قسم اص ۱۳۹، [2] تہذیب الکمال ص ۸۹ و [3] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۱،

مکہ پہونچے تو یہ واقعہ قریش سے بیان کیا، انھون نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہو گئے،
یہ تو وہی کلام ہے جو محمدؐ کے زعم مین ان کے اوپر نازل ہوتا ہے، حجاج نے اس واقعہ
کی تصدیق اپنے ہمراہیون سے کرائی، اور مدینہ آکر شرف باسلام ہو گئے،[1]
ہجرت، ان کی جائے سکونت کے متعلق کوئی فیصلہ نہین کیا جا سکتا، لیکن ان کی بیوی
مکہ مین رہتی تھین، اور کل مال و متاع بھی وہین تھا، اسلام لانے کے بعد کل اثاثہ مدینہ
منتقل کرنے کی ضرورت ہوئی، ورنہ مشرکین کا دستِ تطاول دراز ہو جاتا، لیکن وہ لوگ
مشتبہ ہو چکے تھے، اس لئے آسانی سے لے آنا بھی ممکن نہ تھا، اس لئے انھون نے
آنحضرت صلعم سے ایک چال کی اجازت مانگی، آپ نے مصلحتاً اجازت دیدی، یہ اجازت
لے کر مکہ آئے، قریش نے آنحضرت صلعم کے حالات دریافت کرنا شروع کئے، انھون نے
کہا محمدؐ (صلعم) نے بہت سخت شکست کھائی، ان کے تمام ساتھی مارے گئے، وہ خود گرفتار
کر لئے گئے ہین اور عنقریب تم لوگون کے سامنے لاکر قتل کئے جائین گے، قریش کیلئے
اس سے بڑھکر مژدہ کیا ہو سکتا تھا، آن کی آن مین یہ خبر تمام شہر مین پھیل گئی، غرض اس طرح
مشرکین کو خوش کر کے کہا محمدؐ (صلعم) کا ساز و سامان فروخت ہو رہا ہے، مین چاہتا ہون
کہ تاجرون کے پہونچنے کے قبل خریدلون، مکہ مین لوگون پر میرا قرض ہے، اگر تم لوگ
کوشش کرو، تو آسانی سے وصول ہو سکتا ہے، سب اس "کار خیر" کے لئے آسانی سے
تیار ہو گئے، اور کوشش کر کے کل بقایا وصول کرادیا، اس کے بعد گھر کا کل اندوختہ لیا،
حضرت عباسؓ کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ خود واقعہ
کی تحقیق کے لئے بھی نہ آسکے اور ایک لڑکے کی زبانی بلا بھیجا، حجاج آئے اور ان کو تخلیہ

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۲

مین لیجاکر اصل واقعہ سنایا کہ مین نے یہ خبر اس لئے اڑائی ہے، تاکہ میرا روپیہ وصول ہو جائے، مین خود مشرف باسلام ہو چکا ہون، اگر ان کو اسلام کی خبر ہو جاتی، تو ایک حبہ بھی نہ دیتے، آنحضرت صلعم خدا کے فضل سے بالکل محفوظ ہین، خیبر کا میدان بھی مسلمانون کے ہاتھ رہا، اور آنحضرت صلعم حیی بن اخطب رئیس خیبر کی لڑکی کے ساتھ ایام عروسی بسر کر رہے ہین، لیکن جب تک مین ان کی زد سے نہ نکل جاؤن، اس وقت تک اس راز کو کسی پر نہ ظاہر کرنا، چنانچہ تین دن تک حضرت عباسؓ بالکل خاموش رہے چوتھے دن جب اطمینان ہو گیا، کہ حجاجؓ اہل مکہ کی دسترس سے باہر ہو گئے، تو کپڑے بدل کر حجاج کے مکان پر گئے، اور ان کی بیوی سے واقعہ بیان کیا، پھر مسجد مین آئے یہان بھی وہی تذکرہ تھا، آپ نے لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ آنحضرت صلعم نے خیبر فتح کر لیا، حیی بن اخطب کی لڑکی ان کی زوجیت مین آئی، بنی ابی حقیق سرداران یثرب کی گردنین اڑادی گئین، اور حجاج اپنا مال و متاع لے کر روانہ ہو گئے، لوگون نے پوچھا تم نے کس سے سنا، فرمایا حجاج سے، ان لوگون نے ان کی بیوی سے تحقیق کیا تو واقعہ سچ نکلا، اس کے پانچوین دن مدینہ سے بھی خبرین آگئین، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، حجاج قابو سے نکل چکے تھے، اس لئے خاموش ہو گئے[1]،

غزوات، خیبر کے کچھ ہی دنون پہلے مشرف باسلام ہوئے، اس لئے سب سے پہلے اسی غزوہ مین شریک ہوئے، فتح مکہ کے زمانہ مین مدینہ سے باہر تھے، آنحضرت صلعم نے حملہ کا ارادہ کیا تو ان کو بلوا بھیجا[2]،

تعمیر مکان و مسجد، حجاج دولت مند آدمی تھے، اپنا کل اثاثہ بھی مکہ سے لیتے آئے تھے، تاکہ

۱؎ ابن سعد جزء ۴ قسم ۲ ص ۱۴ و ۱۵، ۲؎ ایضاً ص ۱۵،

مدینہ میں کسی کا دست نگر نہ ہونا پڑے، اور اس سے اپنا ذاتی مکان بنوایا، اور ایک مسجد تعمیر کرائی[1]،

وفات: وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے، کہ عہد فاروقی کی ابتدا میں وفات پائی، اور دوسری یہ کہ جنگ جمل میں کام آئے، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے، کیونکہ جنگ جمل میں یہ خود نہیں بلکہ ان کے لڑکے معرض قتل ہوئے تھے[2]

تمول: حجاج تمام صحابہ میں مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ بنو سلیم کی کانیں انھیں کی ملکیت میں تھیں[3]،

اولاد: حجاج کے متعدد اولادیں تھیں، ایک معرض جو جنگ جمل میں کام آگئے، اور دوسرے نصر یہ اس قدر حسین تھے، کہ اکثر عورتیں ان پر شیفتہ ہو جاتی تھیں، اسی خطرہ سے حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ سے بصرہ منتقل کر دیا تھا[4]،

حضرت ابو برزہ سلمیؓ

نام و نسب: نضلہ نام، ابو برزہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، نضلہ بن عبداللہ بن حارث بن جبال بن ربیعہ بن دعبل بن انس بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن قصی اسلمی[5]

اسلام و غزوات: دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے، اسلام کے بعد جس قدر غزوات ہوئے، سب میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، فتح مکہ میں خون کا ایک

[1] اصابہ ج ا ص ۳۲۷، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ا ص ۱۳۲، [4] اصابہ ج ۶ ص ۲۶۰

[5] ابن سعد ق ا ج ۲ ص ۴،

قطرہ نہ گرا، رحمتِ عالم نے تمام دشمنانِ اسلام کے لئے عفو و درگذر کا اعلان فرمادیا، چند معاندین جن کا عناد اور جن کی سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی، وہ البتہ اس سے مستثنیٰ تھے، اور ان کا خون ہدر کردیا گیا تھا، ان میں ایک عبداللہ بن خطل تھا، یہ پہلے اسلام لایا پھر اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کردیا، اور چونکہ اسلامی عدالت کے قانونِ قصاص کا اسکو ڈر تھا، اس لئے مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا، (زرقانی فتح مکہ) نیز اس کی دو طوائفیں تھیں، جو بازاروں میں آنحضرت صلعم کی ہجو گاتی پھرتی تھیں[1]، مکہ فتح ہوا تو امان کیلئے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر لٹک گیا، آنحضرت صلعم سے لوگوں نے کہا وہ کعبہ کے غلاف کی پناہ میں ہے، آپ نے فرمایا، اس کو قتل کردو، آقا کا اشارہ پاتے ہی ابو برزہ رضؓ نے قتل کردیا[2]،

ابو برزہ رضؓ آنحضرت صلعم کی زندگی بھر مدینہ میں رہے، حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں بصرہ میں رہنے لگے، جنگ صفین میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے، نہروان میں خارجیوں کا مقابلہ کیا پھر خراسان کی فتوحات میں مجاہدانہ شریک ہوئے[3]،

وفات، زمانۂ وفات میں اختلاف ہے، بعض ۶۰ھ اور بعض ۶۵ھ بتاتے ہیں، دوسری روایت زیادہ صحیح ہے، کیونکہ مروان اور ابن زبیر کے ہنگاموں تک زندہ تھے، اور کہتے پھرتے تھے، کہ یہ سب دنیا کے لئے جھگڑتے ہیں[4]، وفات کے بعد ایک لڑکا مغیرہ یادگار چھوڑا،

فضل وکمال، ابو برزہ رضؓ کو آنحضرت صلعم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا کافی موقع ملا اس لئے

---

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی قتل الاسیر صبرا، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج ۶ تذکرہ نضلہ، [4] ایضاً،

ان کو آپ کے اقوال کی سماعت، اور آپ کے افعال کے مشاہدہ کا بھی موقع ملا، چنانچہ احادیث نبوی کی معتدبہ تعداد ان کے حافظہ میں محفوظ تھی، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۴۶ ہے[1] ان میں سے ۲ متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ۲ میں بخاری اور ۴ میں مسلم منفرد ہیں[1]،

ان کے تلامذہ کی تعداد بھی کافی ہے، ذیل کے نام قابل ذکر ہیں،

مغیرہ، ابو منہال ریاحی، ارزق بن قیس، ابو عثمان نہدی، ابو العالیہ ریاحی، کنانہ بن نعیم، ابو الزاع راسبی، ابو الوضی، سعید بن عبد اللہ، ابو السوار عدوی، ابو طالوت عبد السلام وغیرہ[2]،

زہد وعفاف حضرت ابو برزہؓ میں زہد وعفاف کا رنگ بہت نمایاں تھا، نہ کبھی بیش قیمت کپڑا پہنا، اور نہ گھوڑے پر سوار ہوئے، گیروے رنگ کے دو کپڑوں سے ستر پوشی کرتے تھے، ان کے ایک معاصر عائذ بن عمر بیش قیمت کپڑا بھی پہنتے اور گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے، ایک شخص نے ان دونوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کے خیال سے عائذ سے آکر کہا، ابو برزہ کو دیکھئے وہ لباس اور وضع قطع میں بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں، آپ خز (ایک بیش قیمت کپڑا) استعمال کرتے ہیں، اور گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، اور وہ ان دونوں چیزوں سے احتراز کرتے ہیں، لیکن صحابہ کی اخوت محض لباس اور طرز معاشرت کے اختلاف سے نہیں ٹوٹ سکتی تھی، جواب دیا خدا ابو برزہ پر رحم کرے، آج ہم میں ان کے مرتبہ کا کون ہے؟ یہاں سے مایوس ہو کر یہ شخص ابو برزہؓ کے پاس گیا اور کہا عائذ کو دیکھئے، آپ کی وضع تک ان کو ناپسند ہے، گھوڑا سواری میں ہے، خز کا لباس زیب تن ہے، لیکن یہاں بھی وہی جواب ملا، کہ خدا عائذ پر رحم کرے، ہم میں انکا

---

[1] تہذیب الکمال ص ۴۰۶، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۶،

ہمرتبہ کون ہے[1]،

مسکین نوازی، ان کا خاص شعار تھا، صبح و شام معمولاً فقراء و مساکین کو کھانا کھلاتے تھے، حسن بن حکیم اپنی ماں کی زبانی بیان کرتے ہیں، کہ ابو برزہؓ ایک کاسہ ثرید (ایک قسم کا عربون کا مرغوب کھانا) صبح اور ایک کاسہ شام بیواؤن، یتیمون، اور مساکین کو کھلاتے ہین[2]،

احترام نبوت، صحابۂ کرام کو آنحضرت صلعم کی ذات کے ساتھ جو غیر معمولی عقیدت تھی، اس کا قدرتی اقتضا یہ تھا، کہ وہ آپ کی خفیف توہین پر برہم ہو جاتے تھے عبید اللہ بن زیاد کو حوض کوثر کے متعلق کچھ پوچھنا تھا اس نے لوگون سے پوچھا، حوض کوثر کے متعلق کون بتا سکتا ہے، انھون نے ابو برزہؓ کا نام لیا، عبید اللہ نے ان کو بلا بھیجا، یہ گئے، اس نے آتے دیکھا تو بہ سبیل استہزا، کہا کہ تمھارے یہ محمدیؐ ہین، ابو برزہؓ نے برہمی سے جواب دیا، خدا کا شکر ہے کہ مین ایسے زمانہ تک زندہ رہا، جسمین شرف صحبت پر عار دلایا جاتا ہے، اور اس برہمی کی حالت مین تخت پر بیٹھ گئے، عبید اللہ نے اپنا سوال پیش کیا، انھون نے جواب دیا، کہ جو شخص اس (حوض کوثر) کو جھٹلائے گا، وہ نہ اس کے پاس جانے پائے گا، اور نہ خدا اس کو اس سے سیراب کرے گا، یہ کہکر اُٹھ کے چلے آئے[3]،

---

[1] ابن سعد قسم اول جز ۴، ص ۲۵ [2] ایضاً [3] ایضاً،

حضرت ہشام بن عاص رض

نام ونسب، ہشام نام، ابو سعید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہشام بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم قرشی، اموی، مشہور صحابی عمرو بن العاص رض فاتح مصر کے چھوٹے بھائی تھے[1]

اسلام وہجرت، انسان کی خوش بختی اور بدبختی عمر کے تفاوت پر منحصر نہیں، گو ہشام رض عمرو بن العاص رض سے عمر میں چھوٹے تھے، لیکن انکی قسمت ان سے زیادہ یاور اور بخت ان سے زیادہ بیدار تھا، چنانچہ عمرو بن العاص رض جب کفر کی ضلالت مین گھرے ہوئے تھے، ہشام رض کی پیشانی پر اسلام کا نور چمک رہا تھا، اسلام کے بعد مہاجر قافلہ کے ساتھ حبشہ گئے، کچھ دنون رہ کر آنحضرت صلعم کی ہجرت کی خبر سنکر مکہ واپس آئے، یہان سے پھر مدینہ کا قصد کیا، لیکن باپ اور اہل خاندان نے قید کر دیا، عرصہ تک محصور رہے، غزوۂ خندق کے بعد موقع ملا تو مدینہ آئے[2]

غزوات، بدر، احد، خندق، وغیرہ کی لڑائیان ان کے ایام اسیری مین ختم ہو چکی تھین، البتہ خندق کے بعد جتنے معرکے پیش آئے، سب مین داد شجاعت دی[3]

عہدِ خلفاء، ہشام اس خاندان کے ممبر تھے، جو سپہ سالاری کے عہدۂ جلیل کا حامل اور اپنی شجاعت وشہامت مین ممتاز تھا، اس لئے تلوارون کی چھاؤن مین ان کی نشو ونما ہوئی تھی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رض کے عہدِ خلافت مین انکی تلوار

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱ کنیت اصابہ مین ہے، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۰ [3] ایضاً،

کے جوہر چکے، پھر عہد فاروقی مین شام کی مہم مین شریک ہوئے، ایک ہی دو معرکون کے بعد اجنادین کا معرکہ پیش آیا، اسمین قبقلار اور تذارق رومی سپہ سالار ایک لشکر جرار کے ساتھ اجنادین مین مسلمانون کے مقابلہ مین آئے، جمادی الاولی ۱۳؁ھ مین دونون کا سخت مقابلہ ہوا[1] مسلمانون مین کچھ کمزوری پیدا ہو چلی تھی، ہشام رضی کی نظر پڑی تو جوش مین آکر سر سے خود اُتار کر پھینکدی، اور للکار کر بولے مسلمانو! یہ غیر مختون تلوار کے سامنے نہین ٹھہر سکتے، جو مین کرتا ہون، وہی تم کرو، یہ کہکر رومیون کی صفین چیرتے ہوئے قلب لشکر مین گھستے چلے گئے اور مسلمانون کو غیرت دلاتے جاتے تھے، کہ مسلمانو! مین عاص بن وائل کا بیٹا ہشام ہون، میرے ساتھ آؤ، تم لوگ جنت سے بھاگتے ہو، اسی طرح للکارتے، شجاعت اور بہادری سے لڑتے مارتے شہید ہو گئے[2]، حضرت عمر رضی کو شہادت کا علم ہوا تو فرمایا خدا ان پر اپنی رحمت نازل کرے، اسلام کے بہترین مددگار تھے[3]،

ہشام کی شہادت کے بعد اکثر چند قریشی خانہ کعبہ کے عقب مین بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو بن العاص رضی طواف کرتے ہوئے گذرے، ان کو دیکھکر لوگون نے آپس مین پوچھا، کہ ہشام رضی افضل تھے یا عمرو بن العاص رضی، عمرو بن العاص رضی نے اسکو سن لیا، طواف ختم کرنے کے بعد آکر پوچھا، تم لوگ کیا باتین کرتے تھے لوگون نے کہا "تمھارا اور تمھارے بھائی کا مقابلہ کر رہے تھے کہ دونون مین کون افضل ہے"، کہا مین تمکو ایک واقعہ سناتا ہون، اس سے فضیلت کا اندازہ ہو جائے گا، ہم اور وہ دونون یرموک کی جنگ مین شریک ہوئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۰۳، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۰ شہادت کا ذکر ابن اثیر ج ۲ و فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۰ مین بھی ہے،

[3] ابن سعد جزء، قسم اول ص ۱۴۳،

اور رات بھر شہادت کے لئے دست بدعا رہے، صبح ہوئی تو ان کی دعا کا ثمرہ مل گیا، اور میری دعا نا مقبول رہی، اس سے تم فضیلت کا اندازہ کر لو،[1]

فضائل | اسلام کی پختگی کا آخری درجہ ایمان ہے، ہشامؓ کا اسلام اسی درجہ مین تھا، خود زبانِ نبوت نے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ ابن العاص مومنان یعنی ہشامؓ و عمرؓ،[2]

حضرت قدامہؓ بن مظعون

نام و نسب | قدامہ نام، ابو عمر کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح القرشی الجمحی، قدامہؓ حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے،[3]

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز مین دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے، اور اپنے بھائی عثمان اور عبد اللہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گئے،[4]

مغازی | پھر حبشہ سے مدینہ آئے، اور سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شرکت کا شرف حاصل کیا، پھر احد اور خندق وغیرہ سب مین شریک ہوتے رہے،[5]

بحرین کی گورنری | حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین قدامہ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا، اسی زمانہ مین ان پر شراب نوشی کی حد جاری ہوئی، گو حضرت عمرؓ کے سامنے انھون نے اس جرم کا اقرار نہ کیا، اور بدری صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کا بیان لائقِ اعتماد تھا تاہم

---

[1] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۴۱، اس روایت مین اجنادین کے بجائے یرموک کا نام ہے، غالباً راوی سے سہو ہو گیا ہے، یا ان دونون لڑائیون کی قربت کی وجہ سے خود عمرو بن العاصؓ کو التباس ہو گیا اور اجنادین مین ان کی شہادت طے شدہ ہے، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۵۳، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۵، [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۸، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۹،

چونکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک شہادت سے جرم ثابت ہو گیا تھا اس لئے آپ نے حد جاری کی،
اس کا واقعہ یہ ہے، ایک مرتبہ جارود بنو عبد قیس کا سردار حضرت عمرؓ کے پاس آپ کی شراب
نوشی کی شکایت لے کر آیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہارے علاوہ اور کون شاہد ہے، عرض
کیا ابوہریرہ، ان کو بلا کر پوچھا، انھون نے کہا مین نے شراب پیتے ہوئے تو نہین دیکھا
البتہ نشہ مین قے کرتے ہوئے دیکھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف اتنی شہادت سے جرم نہین
ثابت ہوتا، مزید تحقیقات کے لئے قدامہ کو بحرین سے طلب کیا، جب وہ آئے تو جارود نے
حضرت عمرؓ سے ان پر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم شاہد ہو یا فریق؟
کہا شاہد فرمایا، بس تم شہادت کا فرض ادا کر چکے، اب تم خاموش رہو، تیسری مرتبہ پھر جارود
نے قسم دلا کر حد کا مطالبہ کیا، اس اصرار پر حضرت عمرؓ کو شبہہ ہوا، آپ نے فرمایا تم اپنی زبان
قابو مین رکھو، ورنہ مجھ کو تنبیہ کرنا پڑیگی، جارود نے کہا عمرؓ! یہ انصاف سے بعید ہے کہ
تمھارا ابن عم شراب پئے اور تم الٹے میری تنبیہ کرو، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عمرؓ سے
کہا کہ اگر آپ کو شک ہو، تو قدامہ کی بیوی کو بلا کر پوچھ لیجئے، چنانچہ آپ نے ان کی
بیوی ہندہ کو بلا کر شہادت طلب کی، انھون نے ابوہریرہؓ کی تصدیق کی، اس پر عدل فاروقی
جوش مین آگیا، اور فرمایا قدامہ! حد کے لئے تیار ہو جاؤ، قدامہ نے کہا اگر بالفرض مین نے
ان لوگون کی شہادت کے بموجب شراب پی بھی، تو آپ کو اجرائے حد کا حق نہین ہے،
فرمایا، کیون؟ عرض کیا خدا فرماتا ہے:-

لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصلحٰت (مائدہ ع ۱۱)	جو لوگ ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، تو جو کچھ انھون نے (تحریم کے قبل) کھایا اس پر کوئی گناہ نہین ہے جبکہ انھون نے پرہیز کیا اور ایمان لائے، اور صا

فرمایا تم تاویل مین غلطی کر رہے ہو، اگر تم خدا سے ڈرتے تو قطعی حرام چیزون سے احتراز کرتے، اس وقت حضرت قدامۂ بیمار تھے، اس لئے حضرت عمرؓ نے لوگون سے مشورہ کیا، کہ فوراً حد جاری کر دی جائے یا صحت کا انتظار کیا جائے، لوگون نے کہا تا صحت ملتوی رکھنا چاہیئے، اس لئے کچھ دنون تک آپ خاموش رہے، لیکن اثبات جرم کے بعد اجرائے حد مین تاخیر آپ کے لئے بار تھی، اس لئے پھر لوگون سے مشورہ کیا، اب بھی لوگون نے التوا کا مشورہ دیا، فرمایا مجھکو یہ زیادہ پسند ہے، کہ وہ کوڑون کے نیچے خدا سے ملیں، بہ نسبت اس کے کہ مین خدا سے ملون اور ان کا بار میری گردن پر ہو، غرض اسی بیماری کی حالت مین آپ نے حد جاری کی، اور ان سے تعلقات منقطع کر لئے کچھ دنون کے بعد دونون نے ساتھ حج کیا، لوٹتے وقت ایک مقام پر حضرت عمرؓ کی آنکھ لگ گئی، خواب مین آپ کو قدامۂ سے صفائی کرنے کی ہدایت ہوئی، بیدار ہوتے ہی قدامۂ کو بلوایا، مگر انھون نے ملنے سے انکار کر دیا، دوسری مرتبہ پھر آدمی بھیجا کہ اگر آسانی سے نہ آوین تو زبردستی لاؤ، چنانچہ وہ آئے، اور آپ نے خود گفتگو کی ابتدا کی اور اس روز سے پھر بدستور تعلقات قایم ہو گئے[1]،

وفات، عمر کے ۶۸ مرحلہ طے کرنے کے بعد حضرت علیؓ کے عہد خلافت ۳۶ھ مین وفات پائی،

اہل وعیال، آپ کے تین بیویان اور ایک لونڈی تھی، جن سے حسب ذیل اولادین ہوئین،

نام بیوی	نام اولاد	نام بیوی	نام اولاد
ہند بنت ولید	عمر، فاطمہ	صفیہ بنت خطاب	رملہ
فاطمہ بنت ابی سفیان	عائشہ	ام ولد	حفصہ

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۸ [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۳۴ [3] ابن سعد جز ۳ ق ۱ ص ۲۹۱،

حضرت ابواحمد بن جحش رض

نام ونسب، عبد نام، ابو احمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد بن جحش بن رباب بن یعمر بن حبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر، ان کی والدہ امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھین، اور یہ ام المومنین حضرت زینب کے حقیقی اور آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے[1]،

اسلام وہجرت وہ اپنے بھائی عبد اللہ اور عبید اللہ کے ساتھ دعوت اسلام کے آغاز یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور بھائیون ہی کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے اور مبشر بن عبد المنذر کے گھر مہمان ہوئے[2]،

ابوسفیان کی شرارت، مکہ مین ایک خاص جماعت تھی، جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ جس طرح ہوسکے، اسلام کو نقصان پہنچائے، اور مسلمانون کو اذیت دے، ابوسفیان اور ابوجہل اس کے سرغنہ تھے، ابواحمد ہجرت کے بعد ان کے قابو سے باہر ہوچکے تھے، اس لئے براہِ راست ان پر کسی قسم کا ظلم نہین کرسکتے تھے، چنانچہ انھون نے مالی نقصان پہونچانے کے لئے ان کا گھر ابن علقمہ عامری کے ہاتھ بیچ ڈالا، فتح مکہ مین جب مسلمان فاتحانہ مکہ مین داخل ہوئے اور دشمنانِ اسلام کی قوتین ٹوٹ گئین، تو اس وقت ابواحمد رض نے سب کے سامنے اپنے مکان کا مطالبہ کیا، لیکن آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رض کے ذریعہ سے چپکے سے کچھ کہلا دیا، انھون نے ابواحمد رض کے کان مین جاکر کہدیا، اس کے بعد پھر آخر دم تک

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۱۸۱، [2] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۶۷،

انھون نے مکان کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا، بعد کو ان کی اولاد سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رضی کے ذریعہ سے کہلا یا تھا، کہ تم اس مکان کو جانے دو، اور اس کے عوض مین تم کو خلد بریں مین قصر ملے گا،[3]

وفات، سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہین کیا جا سکتا، لیکن ۲۰ھ کے قبل وفات پا چکے تھے، کیونکہ ان کی بہن حضرت زینب رضی کا انتقال ۲۰ھ مین ہوا، اور یہ ان کی زندگی مین وفات پا چکے تھے،[4]

ازواج و اولاد، اولاد کوئی نہ تھی، گھر مین تنہا بیوی تھین، ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ، عباس بن مطلب اور ابوجہل ادھر سے گذرے، رفاعہ کو تنہا دیکھکر عتبہ نے ٹھنڈی سانس لی، کہ افسوس آج بنی جحش کے گھر مین کوئی رہنے والا تک نہین، ابوجہل اپنی کینہ پروری کا ہر جگہ ثبوت دیتا تھا، ان سے کہا ان پر روتے کیا ہو، یہ سب ہمارے بھتیجے کا کیا دھرا ہے، انھین نے ہمارا شیرازہ درہم برہم کیا،[5]

فضل و کمال، شاعری قریش کا طغرائے کمال تھا، حضرت ابواحمد رضی بھی شاعر تھے، چنانچہ جب ابوسفیان نے ان کا گھر بیچا تو انھون نے ایک منظوم شکایت لکھی، جس کے دو شعر یہ ہین،:-

اقطعت عقدک بیننا — والجاریات الی ندامہ

دار ابن عمك بعتها — تشری بها عنك الندامه

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۷، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۱، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۳۴،

[4] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۶۷،

حضرت عمرو بن سعید بن العاص الاکبرؓ

نام ونسب، عمرو نام، ابو عقبہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس القرشی الاموی، ماں کا نام صفیہ تھا، قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں حضرت عمروؓ خالد بن ولیدؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے[1]،

اسلام وہجرت، ان کے گھر مین سب سے پہلے ان کے بھائی خالد بن سعید مشرف باسلام ہوئے[2] ان کے تھوڑے دنون کے بعد عمرو دائرۂ اسلام مین داخل ہوئے، تیسرے بھائی ابان نے جو ابھی تک اسلام نہین لائے تھے، دونون بھائیون کے اسلام پر اشعار مین ناپسندیدگی کا اظہار کیا، ان مین کا ایک شعر یہ ہے[3]،

الا لیت میتا بالظریبۃ شاھد　　لما یفتری فی الدین عمرو وخالد

"ان تینون کے والد مقام ظریبہ مین دفن تھے، ان کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے، کہ کاش ظریبہ کا مرنے والا دیکھتا کہ عمرو اور خالد نے دین مین کیا افترا پردازی کی ہے"

حضرت عمروؓ نے بھی اس کا جواب نظم مین دیا جس کا آخری شعر یہ ہے،

فدع عنک میتا قد مضی بسبیلہ　　واقبل علی الحق الذی ھو اظھر

"اب اس مرنے والے کا تذکرہ چھوڑ دو جو اپنا راستہ لے چکا، اور اس حق

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۶ [2] ایضًا، [3] اصابہ ج ۴ ص ۳۰۰،

کی طرف آؤ جس کا حق ہونا بالکل عیان ہے"

عمرو بن سعید اپنے بھائی خالد کی ہجرت کے دو سال بعد ہجرت ثانیہ مین مع اپنی بیوی فاطمہ کے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور وہان سے مسلمانون کے قافلہ کے ساتھ کشتی کے ذریعہ سے غزوۂ خیبر کے دوران مین مدینہ آئے[1]

غزوات مدینہ آنے کے بعد، فتح مکہ، حنین، طائف، اور تبوک وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[2]،

امارت آنحضرت صلعم نے ان کو مدینہ کے مغربی مقامات تبوک خیبر، اور فدک وغیرہ کا عامل مقرر کیا[3]، جہان تا حیات نبوی[ص] اپنے مفوضہ خدمات نہایت جانفشانی سے انجام دیتے رہے، اور آنحضرت صلعم کی خبر وفات سنکر، وہان سے واپس ہوئے، واپسی کے بعد حضرت ابوبکر[رض] نے فرمایا کہ تم سے زیادہ امارت کا کون مستحق ہو سکتا ہے[4]، اور دوبارہ واپس جانے کی خواہش کی، لیکن آپ نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کے عامل نہ بنین گے[5]،

فتوحات شام اور وفات امارت سے واپسی کے کچھ دنون بعد شام پر فوجکشی کی تیاریان شروع ہوئین، عمرو بھی اس فوج مین معمولی مجاہد کی حیثیت سے شریک ہو گئے، اور ۱۳ھ مین اجنادین کے معرکہ مین نہایت جوش و خروش سے لڑے، جس وقت مسلمانون کے پیرون مین ذرا بھی لغزش ہوتی یہ للکار کر ثبات و استقلال پر آمادہ کرتے، اکمرتبہ جوش مین آکر کہا کہ مین اپنے ساتھیون کا میدان جنگ مین پامردی سے بڑھ کر زور نہین دیکھ سکتا، اب مین خود گھستا ہون، یہ کہکر دشمنون کے قلب مین گھستے ہوئے چلے گئے اور بڑی بے جگری سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، شہادت کے بعد دیکھا گیا تو سارا بدن زخمون سے چھلنی ہو گیا تھا، شمار کرنے سے تیس سے زیادہ زخم جسم پر نکلے[6]،

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۷۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۱۴۱، [3] ایضاً ص ۴۲۲، [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۳، [5] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵، [6] واقعہ کی تفصیل اصابہ ج ۴ ص ۲۰۱ سے ماخوذ ہے، لیکن شہادت کا تذکرہ فتوح البلدان بلاذری فتح اجنادین مین ہے،

حضرت مسطح بن اثاثہؓ

نام ونسب، عوف نام، ابوعباد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف بن قصی قرشی مطلبی، عوف حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے[1]

اسلام وغزوات مسطح بہت ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے، البتہ ہجرت کا وقت متعین نہین ہے، لیکن بدر کے قبل ہجرت کرکے مدینہ آچکے تھے، اور بدر مین شریک تھے، بدر کے بعد اور غزوات مین بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ غزوۂ بنو مصطلق مین جسمین افک کا واقعہ پیش آیا، یہ شریک تھے، اور اس فتنہ مین ان کا دامن بھی محفوظ نہ رہ سکا، افک کا واقعہ بہت مشہور ہے، اس لئے تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہین ہے، جب افک کا واقعہ منافقین نے مشہور کیا تو بعض صحابہ بھی ان کے دام فریب مین آگئے، ان مین ایک مسطح بھی تھے، جنگ سے واپسی کے بعد انھون نے یہ واقعہ اپنی مان سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئین، اور ایک موقع پر مسطح کو بددعا دی، حضرت عائشہؓ نے کہا تم بدری صحابی کو بددعا دیتی ہو، انھون نے کہا تم کو نہین معلوم، ان لوگون نے کیا افترا پردازیان کی ہین اور کل واقعہ حضرت عائشہؓ کو سنایا، حضرت عائشہؓ کو اس افترا پردازی کا سب سے پہلے انھین کے ذریعہ سے علم ہوا، مسطح حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے، اس لئے وہ ان سے مسلوک

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۴

ہوا کرتے تھے، جب انھوں نے افک کے واقعہ مین شرکت کی اور بعد کو قرآن پاک نے اسکو افترا قرار دیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کی امداد بند کردی، اور فرمایا کہ اب مسطح پر ایک حبہ نہین خرچ کرون گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان	تم مین سے جو لوگ صاحبِ فضیلت اور صاحب
یوتوا اولی القربی والمسٰکین والمھاجرین	مقدرت ہین، وہ قرابت والون، محتاجون، اور
فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا	مہاجرین فی سبیل اللہ کو (مدد نہ دینے کی) قسم نہ کھائین
تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور	اور چاہیے کہ معاف کردین، اور درگذر کرین، مسلمانو!
رحیم (سورۂ نور، رکوع ۲)	کیا تم نہین چاہتے، کہ اللہ تمھاری مغفرت کرے
	اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

اس آیت کے نزول کے بعد، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ بدستور ان کی خبرگیری کرنے لگے،[1] لیکن چونکہ ایک محصنہ پر تہمت لگائی تھی، اور اس کی سزا قرآن نے یہ تجویز کی تھی،

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ	یعنی جو لوگ پاک دامن عورتون پر تہمت لگائین
شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (نور ع ۱)	اور چار گواہ نہ لاسکین توان کو اسّی کوڑے لگاؤ،

اس لئے دوسرے لوگون کے ساتھ ان پر بھی حد جاری ہوئی،[2]

وفات، زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، بعض روایتون سے ۳۴ھ عہدِ عثمانی مین وفات ثابت ہوتی ہے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت علیؓ کے عہد تک زندہ تھے، اور اور جنگِ صفین مین ان کی حمایت مین لڑے، اور اسی سال ۳۷ھ مین انتقال فرمایا، وفات کے وقت ۵۶ سال کی عمر تھی،[3] آخری روایت زیادہ مستند ہے،

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۳۶۴ و ۳۶۵ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۵ [3] ایضاً

حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ

نام ونسب مرثد نام، سلسلہ نسب یہ ہے، مرثد بن کناز بن حصین بن یربوع بن جہینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم بن یحیٰی بن یعصر بن سعد بن قیس عیلان بن مضر[1]،

اسلام وہجرت مرثد بہت ابتدا میں مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور بدر کے قبل ہجرت کرکے مدینہ گئے، آنحضرت صلعم نے اوس بن صامت سے مواخاة کرادی[2]،

بدر سلسلۂ غزوات کے سب سے پہلے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، میدان جنگ میں آنحضرت صلعم کے پہلو بہ پہلو سبل نامی گھوڑے پر سوار داد شجاعت دے رہے تھے،

نزول آیہ زمانۂ جاہلیت میں، مکہ کی ایک طوائف عناق سے تعلقات تھے، تحریم زنا کے بعد قطع تعلق کرلیا، مرثد نہایت قوی اور بہادر آدمی تھے، اس لئے قیدیوں کو مکہ سے مدینہ لے جانے کی خدمت انہیں کے سپرد تھی، اسی سلسلہ میں ایکمرتبہ مکہ جانے کا اتفاق ہوا، چاندنی رات میں ایک گلی سے گذر رہے تھے، اتفاق سے عناق کی نظر پڑگئی، اس نے آواز دی، یہ رک گئے، اس نے اپنے مخصوص انداز میں بہت خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا، اور شب باشی کی استدعا کی، فرمایا عناق! اب خدا نے زنا حرام کردیا ہے، اس کو اس خشک جواب پر غصہ آگیا، اور لوگوں سے کہدیا، کہ مرثد یہاں کے

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۳۲، [2] استیعاب ج اول ص ۲۷۰، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۱

قیدی مدینہ لیجاتے ہین، چنانچہ آٹھ آدمیون نے ان کا تعاقب کیا، مگر یہ ایک محفوظ مقام پر چھپ گئے، اور جب وہ لوگ تلاش کرکے واپس گئے تو مدینہ کا راستہ لیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ عناق سے میرا نکاح کردیجئے آپ نے کوئی جواب نہ دیا، اور اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا[1]،

الزانی لاینکح الا زانیۃ اومشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا زان اومشرک وحرم ذالک علی المؤمنین (سورۂ نور ع ۱) — بدکردار مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے نکاح کرے گا اور بدکردار عورت کو بدکار مرد یا مشرک کے سوا کوئی نکاح مین نہ لائے گا، اور ایمان والون پر یہ حرام ہے،

شہادت، | بنو عضل وقارہ نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلعم سے مذہبی تعلیم کے لئے چند معلم بھیجنے کی درخواست کی، آپ نے ان کی درخواست پر باختلاف روایت حضرت مرثدؓ یا عاصم بن ثابت کی زیر امارت ایک جماعت بھیجی یہ لوگ مقام رجیع تک پہونچے تھے کہ بنو ہذیل اچانک شمشیر برہنہ آگئے، اور کہا کہ ہمارا مقصد تمہارا خون بہانا نہین ہے، بلکہ تمہارے بدلہ مین اہل مکہ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہین اور تمہاری حفاظت جان کا عہد کرتے ہین حضرت مرثدؓ، خالد اور عاصم نے کہا کہ ہم مشرکین سے کسی قسم کا عہد کرنا نہین چاہتے، اور تینون نے لڑکر جان دی[2]،

فضل وکمال، | فضل وکمال کے اندازہ کے لئے اوپر کا واقعہ کافی ہے، کہ مذہبی تعلیم کیلئے آنحضرت صلعم ان کا انتخاب فرماتے تھے، چونکہ آنحضرت صلعم کی حیات مین انتقال کرگئے، اس لئے انکے علمی جوہر کھلنے نہ پائے، تاہم انکی روایت سے حدیث کی کتابین یکسر خالی نہیں ہین[3]،

---

[1] یہ واقعہ استیعاب ج ۱ ص ۲۸۰ مین مفصل اور ابوداؤد مین ج ۱ ص ۲۰۳ پر مجمل مذکور ہے ابن جریر نے اس آیت کے نزول کے سلسلہ مین منجملہ اور واقعات کے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۹، [3] تہذیب الکمال ص ۳۷۲،

حضرت ابورہم غفاریؓ

نام ونسب، کلثوم نام، ابورہم کنیت "منحور" لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، کلثوم بن حصین بن خالد بن عسعس بن زید بن عمیس بن احمس بن غفار[1]،

اسلام، آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے،

غزوۂ احد سب سے پہلے احد میں شریک ہوئے، اور ایک تیر سینہ پر کھاکر نشان امتیاز حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے زخم پر لعاب دہن لگایا، چونکہ سینہ پر آنحضرت صلعم نے لعاب دہن لگایا تھا، اور سینہ کو "نحر" کہتے ہیں، اس مناسبت سے لوگ ان کو "منحور" کہنے لگے[2]،

صلح حدیبیہ میں بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور بیعت رضوان میں شرف بیعت حاصل کیا[3]،

صلح حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے، مال غنیمت میں سے آنحضرت صلعم نے ان کو دوہرا حصہ دیا[4]،

فتح مکہ میں شریک نہ ہو سکے تھے، لیکن اس میں اس سے بھی بڑا یہ شرف حاصل ہوا کہ جب آنحضرت صلعم فتح مکہ کے لئے نکلے تو مدینہ میں ان کو اپنا قائم مقام بنا گئے، اس کے علاوہ عمرۃ القضا میں بھی یہ شرف حاصل ہوا تھا[5]،

---

[1] اصابہ ج ۷ص ۶۸ [2] ابن سعد جز ۴ قسم اص ۱۸۰، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹، [4] ایضاً ص ۱۹۷

[5] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۸،

طائف کے محاصرہ مین بھی شریک تھے، واپسی کے وقت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہی کہ جب آنحضرت صلعم طائف سے واپس ہوکر جعرانہ کی طرف چلے تو ابورہم کی اونٹنی آپ کی اونٹنی سے بھڑ گئی، اور ان کے جوتے کا کنارہ ران مبارک سے رگڑ کھا گیا، آنحضرت صلعم کو اس کی خراش سے تکلیف ہوئی آپ نے ان کے پاؤن کو کوڑے سے ٹھوکر دیکر فرمایا، پاؤن ہٹاؤ، میری ران مین خراش آگئی، ابورہم بہت خوفزدہ ہوئے کہ مبادا وحی مین اس گستاخی کی تنبیہ نہ ہو، صبح کو جب قافلہ جعرانہ پہونچکر خیمہ زن ہوا، تو ابورہم حسب معمول اونٹ چرانے نکل گئے مگر دل مین خطرہ لگا رہا، اس لئے واپس آتے ہی لوگون سے دریافت کیا، تو کسی حدتک یہ خطرہ صحیح نکلا، معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے یاد فرمایا تھا چنانچہ یہ ڈرتے ڈرتے حاضر خدمت ہوئے، لیکن یہ قیصر وکسریٰ کی شہنشاہی نہ تھی جس مین ادنیٰ گستاخی بھی سخت ترین پاداش کی مستوجب بنا دیتی ہے، بلکہ رحمۃ للعلمین کے لطف وکرم کا دربار تھا جس مین آقا وغلام، مالک اور مملوک کا کوئی امتیاز نہین، اور جس کی تعزیرات مین غیض وغضب، سزا اور انتقام سے زیادہ لطف وترحم کی دفعات ہین، چنانچہ جب یہ پہونچے تو آپ نے فرمایا، کہ تم نے مجھکو تکلیف پہونچائی تھی، اس کے بدلہ مین مین نے تمھارے پیر کو کوڑے سے ہٹایا تھا، اب اس کے عوض مین یہ بکریان انعام لو، حضرت ابورہم رض کہتے ہین، کہ آنحضرت صلعم کی اس وقت کی رضامندی میرے لئے دنیا ومافیہا سے بہتر تھی[1]،

غزوۂ تبوک مین بھی شریک ہوئے، اور اپنے ساتھ اپنے اور بہت سے قبیلہ والون کو شریک کیا، اسکا واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ تبوک مین عرب مین سخت قحط اور شدت کی گرمیان تھین کہ لوگونکا گھرون سے نکلنا دشوار تھا اور منافقین مسلمانونکو شرکت جنگ سے منع کرتے تھے، اسلئے آنحضرت صلعم کو اسکے لئے خاص

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۸۰،

اہتمام کی ضرورت پیش آئی چنانچہ جب ابورہم نے حسب معمول دوسرے غزوات کی طرح اس میں بھی شرکت کیلئے تیاریاں شروع کیں، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا تم جاکر اپنے قبیلہ والوں کو جنگ پر آمادہ کرو، چنانچہ غفار کی بڑی تعداد کو شرکت پر آمادہ کردیا، اور ان کی معتدبہ تعداد اس غزوہ میں شریک ہوئی،

اتفاق سے اس مرتبہ بھی واپسی میں ان کی سواری آنحضرت صلعم کی سواری کے پہلو میں تھی، اور رات کا وقت تھا، بار بار غنودگی طاری ہوجاتی تھی، اس لئے آنحضرت صلعم کی سواری سے بھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا تھا، اس لئے جہاں ایسا موقع آتا وہ فوراً اپنی سواری ہٹا لیتے،

وفات، کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں،

فضل وکمال آپ سے دو حدیثیں مروی ہیں،

حضرت عمرو بن امیہؓ

نام ونسب، عمرو نام، ابوامیہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی،

اسلام، بدر اور احد کی لڑائیوں میں مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانوں کے خلاف نہایت شجاعت اور پامردی سے لڑے، لیکن بدر واحد کے معرکوں میں جو شخص مسلمانوں کے خون سے پیاس

۱؎ ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۰۰، ۲؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۰، ۳؎ تہذیب الکمال ص ۲۳۱،

۴؎ اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۶،

بجھانے آیا تھا، وہ احد کے بعد اسلام کے سرچشمۂ ایمان سے سیراب ہوگیا[1]،

بیر معونہ | اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے بیر معونہ مین شریک ہوئے، اس کا واقعہ یہ ہے، کہ ۴ھ مین ابو براء قبیلۂ کلاب کے رئیس نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر درخواست کی، کہ آپ کچھ مسلمان ہمارے قبیلہ مین دعوتِ اسلام کے لئے بھیجیے، آپ نے فرمایا، مجھ کو نجد والون کی طرف سے خطرہ ہے، لیکن اس کی ضمانت کے بعد ستر آدمیون کی جماعت منذر بن عمرو کی ماتحتی مین بھیجدی، ان لوگون نے بیر معونہ پہونچ کر قیام کیا، اور حرام بن ملحان کے ہاتھ آنحضرت صلعم کا دعوت نامہ عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، اس نے انکو قتل کر دیا، اور عصیہ، رعل اور ذکوان وغیرہ کے قبائل مین منادی کرادی، یہ سب جمع ہوگئے، یہان جب حرام کی واپسی مین دیر ہوئی، تو مسلمان ان کی تلاش مین نکلے، لیکن آگے بڑھکر رعل و ذکوان وغیرہ کا سامنا ہوگیا، ان سب نے مل کر مسلمانون پر حملہ کر کے ان کی پوری جماعت تہِ تیغ کر دی، صرف حضرت عمرو بن امیہؓ کو عامر بن طفیل نے یہ کہکر کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر کی تھی" چھوڑ دیا، اور نشانِ ذلت کے طور پر پیشانی کے بال تراش لئے، یہ واپس ہو رہے تھے کہ راستہ مین دو کلابی شخص ملے، ان دونون کو آنحضرت صلعم نے امان دیدی تھی، لیکن عمروؓ کو معلوم نہ تھا، اس لئے دونون کو قصاص مین قتل کر دیا، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا، اور دونون کی دیت ادا کی[2]،

حضرت عمروؓ کی سفارت اور نجاشی کا اسلام | ۶ھ مین آنحضرت صلعم نے ان کو نجاشی کے پاس دعوتِ اسلام کا خط لیجانے پر مامور کیا، اس خط مین دعوتِ اسلام کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہؓ (جو اس وقت مہاجرینِ حبش کیساتھ

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۳، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۶،

حبشہ مین موجود تھین،) کے ساتھ نکاح کا پیام بھی تھا، اس دعوت نامہ کے اثر سے نجاشی حضرت جعفر رضؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اور آنحضرت صلعم کے نامۂ مبارک کے جواب مین ایک عریضہ لکھا، جسمین اسلام کا اقرار قدم بوسی کی تمنا، اور مہاجرین کی میزبانی وغیرہ کا ذکر تھا، اس کے بعد نجاشی نے حضرت اُم حبیبہ رضؓ کو آنحضرت صلعم کی طرف سے نکاح کا پیام دیا، اور خود آنحضرت صلعم کی طرف سے وکیل بنا، اور نکاح کے بعد آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر معجل ادا کیا،[1]

ایک سریہ، اس سفارت کے بعد ابو سفیان کی ایک شرارت کا بدلہ لینے کی خدمت سپرد ہوئی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ابو سفیان قریش کے کچھ لوگون کو آنحضرت صلعم کے قتل پر آمادہ کر رہا تھا، ایک اعرابی نے اس کا بیڑا اُٹھایا، اور ابو سفیان نے ضروری سامان مہیا کر دیا، وہ مدینہ پہونچا، آنحضرت صلعم مسجد مین تشریف رکھتے تھے، یہ بھی وہین پہونچا، لیکن آنحضرت صلعم اس کی نیت تاڑ گئے، فرمایا کہ یہ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے، اعرابی حملہ کرنے والا ہی تھا کہ حضرت اسید بن حضیر رضؓ نے جھپٹ کر دبوچ لیا، اعرابی کے ازار سے خنجر گرا، جرم کھلا ہوا تھا، کسی شاہد کی ضرورت نہ تھی، لیکن رحمۃ للعلمین نے معاف کر دیا، اس نے پورا پورا واقعہ سنایا، چونکہ اس جرم کا اصل بانی ابو سفیان تھا، اور اس کے بدولت اہل مدینہ اور قریش کی دائمی جنگ کی سی حالت قایم تھی، اس لئے آنحضرت صلعم نے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو اس غرض سے بھیجا کہ اگر موقع ملے تو اس فتنہ کے بانی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جائے، یہ دونون بزرگ مکہ پہونچے، لیکن معاویہ نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ان کو دیکھ لیا، اور قریش کو خبر کر دی، ان لوگون نے کہا، ان کا آنا بے سبب نہین ہے، اور یہ کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرینگے، ان لوگون نے جب دیکھا کہ راز فاش ہو گیا، تو مکہ سے نکل گئے، راستہ مین عبید اللہ بن مالک

---

[1] طبری ص ۱۵۶۹، ۱۵۷۰،

اور بنو ہذیل کا ایک آدمی ملا، عمروؓ نے عبید اللہ کا اور سلمہ نے دوسرے شخص کا کام تمام کردیا، اس کے بعد قریش کے دو جاسوس ملے جو انھین کی تلاش مین پھر رہے تھے، ان دونون بزرگون نے ان مین سے بھی ایک کو قتل کردیا، اور ایک کو پکڑ کے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے[1]،

وفات، امیر معاویہؓ کے آخر عہدِ امارت سنہ کے قبل مدینہ مین وفات پائی[2]

اولاد، جعفر، عبد اللہ اور فضل ۳ لڑکے یادگار تھے[3]،

فضل وکمال فضل وکمال مین گو کوئی ممتاز حیثیت نہ تھی، تاہم ان کی ۲۰ حدیثین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، تلامذہ مین ذیل کے نام ہین، عبد اللہ، جعفر، فضل، زبرقان، شعبی، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، ابو قلابہ جرمی، اور ابو المہاجر[4]،

عام حالات، شجاعت وشہامت اور جرات ودلیری مین عرب کے ممتاز لوگون مین تھے[5] اسی لئے آنحضرت صلعم اہم امور کی تکمیل ان کے سپرد فرماتے تھے[6]،

حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ،

نام ونسب، ابان نام، سلسلہ نسب یہ ہے ابان بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاموی، ماں کا نام ہند

---

[1] ابن سعد جزء ۲ قسم ۱ ص ۶۸، [2] تہذیب الکمال ص ۲۸۰، [3] تہذیب التہذیب، ج ۸ ص ۶، [4] تہذیب الکمال ص ۲۸۰، [5] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور، [6] اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۶،

بنت مغیرہ تھا، ان کا سلسلۂ نسب پانچوین پشت مین عبد مناف پر آنحضرت صلعم سے ملجاتا ہے[1]

زمانۂ جہالت

اسلام لانے کے بعد ابان بھی دوسرے اہلِ خاندان کی طرح آنحضرت صلعم اور مسلمانون کے سخت مخالف تھے، چنانچہ جب ان کے بھائی خالدؓ اور عمروؓ مشرف باسلام ہوئے تو انھون نے اشعار مین اظہارِ ناراضی کیا،[2] جس کا ایک شعر یہ ہے:-

الا لیت میتاً بالظریبة شاھد   لما یفتری فی الدین عمرو و خالد

(کاش ظریبہ مین موت کی نیند سونے والا دیکھتا کہ عمرو اور خالد نے دین مین کیا افترا کیا ہے)

غزوۂ بدر مین مسلمانون کے خلاف مشرکین کی حمایت مین اپنے بھائی عبیدہ اور عاص کے ساتھ لڑنے نکلے، عبیدہ اور عاص مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے، لیکن ابان بچ کر نکل گئے،[3] صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس صلح کی گفت وشنید کے لئے بھیجا، تو وہ ابان ہی کے یہان مہمان ہوئے تھے، کیونکہ یہ حضرت عثمانؓ کے عزیز تھے، اور انھین نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی تھی،[4]

ایک راہب سے گفتگو

گو ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے اختلاف تھا، تاہم اصل حقیقت کی تلاش رہتی تھی، اور آنحضرت صلعم کی نبوت کے بارہ مین یہ واقف کارون سے پوچھا کرتے تھے، اس وقت شام اصحابِ علم وخبر کا مرکز تھا، یہ تجارت کے سلسلہ مین یہان آیا جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک راہب سے کہا کہ مین قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتا ہون، اسی قبیلہ کا ایک شخص، اپنے کو خدا کا فرستادہ ظاہر کرتا ہے، اور کہتا ہے، کہ مجھکو بھی خدا نے عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کی طرح نبی بنا کر بھیجا ہے، راہب نے نام پوچھا، انھون نے بتایا محمدؐ، نام معلوم

۱؎ اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۵، ۲؎ ایضاً، ۳؎ اصابہ ج ۱ ص ۱۰، ۴؎ استیعاب ج ۱ ص ۳۵،

کرنے کے بعد راہب نے صحف آسمانی کی روسے نبی مبعوث کا سن اور نسب وغیرہ بتایا، ابان نے کہا اس مین تو یہ تمام باتین موجود ہین، اس تطابق کے بعد راہب بولا، خدا کی قسم! وہ شخص عرب پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد تمام دنیا پر چھا جائیگا، تم واپس جانا تو خدا کے اس نیک بندے تک میرا اسلام پہنچا دینا، وہان سے واپس ہوئے تو رنگ بدل چکا تھا، اسلام اور مسلمانون کے ساتھ وہ پرخاش باقی نہ رہی[۱]،

اسلام وہجرت | کچھ دنون تک آبائی مذہب کی لاج اور ہمچشمون کی طعنہ زنی کے خیال سے خاموش رہے لیکن زیادہ دنون تک جذبۂ حق نہ دب سکا، اور خیبر کے قبل مشرف باسلام ہوگئے[۲]، اور غالباً اسلام کے بعد ہی ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی،

غزوات | اسلام لانے کے بعد ہی آنحضرت صلعم نے ایک سریہ پر امیر بنا کر نجد روانہ کیا، وہان سے کامیاب ہوکر واپس ہوئے، تو خیبر فتح ہوچکا تھا، اسی وقت حضرت ابوہریرہؓ بھی مہاجرین حبش کے ساتھ واپس ہوئے تھے، دونون نے عرض کی، یا رسول اللہ! خیبر کے مال غنیمت سے کچھ ہم لوگون کو بھی مرحمت ہو، حضرت ابوہریرہؓ مین اور ان مین پہلے سے کچھ چشمک تھی، انھون نے کہا یا رسول اللہ! ان لوگون کو نہ دیجئے، ابان کو غصہ آگیا، بولے پہاڑ کی بھیڑی اتری وہ بھی بولی! آنحضرت صلعم نے دونون کو خاموش کیا[۳]،

نجد کے علاوہ آپ نے ان کو دوسرے سریون کی امارت بھی عطا فرمائی تھی،

بحرین کی امارت | علاء بن حضرمی کو معزول کرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کو بحرین کے بری اور بحری دونون حصون کا عامل مقرر کیا، آپ کی وفات تک یہ اپنے فرائض فرماداری

---

[۱] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۶ [۲] استیعاب ج ۱ ص ۳۵ [۳] بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خیبر مین دو مختلف قسم کی روایتین ہین، ہم نے دونون کی تطبیق کی کوشش کی ہے،

سے انجام دیتے رہے، وفات کی خبر سنکر وہان سے واپس ہوئے،[1]

خلافت صدیقی، حضرت ابوبکرؓ کی بیعت عام کے بعد قریش کے معدودے چند افراد کچھ دنون انکی بیعت سے کشمکش رہے تھے، ان مین ایک ابان بھی تھے، لیکن جب بنو ہاشم نے بھی بیعت کر لی تو ان کو بھی عذر نہ ہوا، اور صدیق اکبرؓ کے حلقہ اطاعت مین داخل ہو گئے، صدیق اکبرؓ آنحضرت صلعم کے کسی عامل کو معزول نہین کیا، ابان بھی آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ عامل تھے، اس لئے ان سے دوبارہ واپس جانے کی خواہش کی، لیکن انھون نے یہ کہکر انکار کر دیا، کہ مین آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا پیش کردہ عہدہ نہین قبول کر سکتا، مگر بعض روایتون سے معلوم ہوتا کہ زیادہ دنون تک اس عہد پر قائم نہ رہ سکے اور خلیفہ اول کے مزید اصرار پر یمن کی گورنری قبول کر لی تھی[2]

وفات، زمانہ وفات مین بہت اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت ابوبکرؓ کے آخر عہد خلافت مین جنگ اجنادین مین شہادت پائی، ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ جنگ یرموک مین شہید ہوئے، اور ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے، کہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک زندہ تھے، اور مصحف عثمانی انھین کی نگرانی مین حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی نے لکھا تھا لیکن ان سب مین مستند تر اجنادین کی شہادت کی روایت ہے، چنانچہ مصعب، زبیر اور دوسرے نسابون کا بھی یہی خیال ہے،[3]

---

1. استیعاب ج ۱ ص ۳۵
2. اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۷،
3. استیعاب ج ۱ ص ۳۶،

حضرت نعیم بن مسعودؓ

نام ونسب | نعیم نام، ابو سلمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن حلاوہ بن سبیع بن بکر بن اشجع بن ریث بن غطفان غطفانی اشجعی،

قبل اسلام | غزوۂ احزاب ۵ھ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ کو نکلے، گو یہ اس وقت اپنے آبائی مذہب پر تھے، لیکن آنحضرت صلعم سے قدیم شناسائی کی وجہ سے ان کا دل اسلام سے متأثر تھا، غزوۂ احزاب مین یہ اثر پورے طور پر نمایان ہوگیا،

چنانچہ ایک دن کسی کو اطلاع دیئے بغیر مغرب و عشا کے درمیان، آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اس وقت آپ نماز مین مشغول تھے، نماز تمام کرنے کے بعد ان کو دیکھا، پوچھا کیسے آئے، عرض کیا حلقہ بگوش ہونے آیا ہون، جو خدمت میرے قابل ہو اس کے لئے حاضر ہون، فرمایا اگر ان قبائل (احزاب کا اجتماع) کو کسی طرح ہٹا سکتے ہو تو ہٹادو، گو عرب کے ٹڈی دل قبائل کا منتشر کرنا دشوار تھا، تاہم انھون نے ان مین پھوٹ ڈلوادی، پہلے بنو قریظہ کے پاس گئے، اور کہا قریش اور غطفان کا کوئی اعتبار نہین، اگر موقعہ ملا تو مسلمانون سے لڑین گے، ورنہ واپس چلے جائین گے، تم لوگون کو ہمیشہ مسلمانون کے ساتھ رہنا ہے، اس لئے درمیان مین پڑکر خواہ مخواہ کیون جھگڑا خریدتے ہو، اگر تم کو قریش کا ساتھ ہی دینا ہے، تو ان کے کچھ آدمی ضمانت کے طور پر اپنے یہان رکھ لو کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی نہ کرسکین، ان لوگون نے بخوشی یہ مشورہ قبول کیا، اس کے بعد ابو سفیان کے پاس گئے،

اور کہا کہ قریظہ مسلمانوں کے ساتھ کشیدگی پر بہت نادم ہیں اور انہوں نے اپنے تعلقات خوشگوار بنانا چاہتے ہیں، چنانچہ انھوں نے محمدؐ کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے ستر آدمی عنقریب تمہارے پاس بھیجیں گے، تم ان کی گردن اڑا کر اپنا بدلہ لینا، اور ان دونوں کے ہٹانے میں بھی ہم تمہارے معاون و مددگار رہیں گے، اس لئے میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم ان کے دامِ فریب میں نہ آنا اگر وہ ضمانت وغیرہ میں کچھ آدمی مانگیں تو ہرگز نہ دو، ابوسفیان کو بھرنے کے بعد اپنے قبیلہ غطفان کو بھی یہی مشورہ دیا چونکہ یہ بھی اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے، اس لئے سب نے متفقہ انکی تائید کی،

اس کے بعد بنو قریظہ نے ابوسفیان کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم کو خوف ہے کہ تملوگ ہم کو چھوڑ کر محمدؐ کا ساتھ دیدوگے، اس لئے ہم اس وقت تک محمدؐ کے ساتھ جنگ کرنے میں تمھارا ساتھ نہیں دیسکتے، جب تک تم ہمارے اطمینان کے لئے ستر آدمی ضمانت کے طور پر ہمارے یہاں نہ بھیجدوگے، ابوسفیان نے کہا نعیم کا کہنا سچ تھا، اس کے بعد غطفان کے پاس بھی یہی پیام بھیجا لیکن سبھوں نے آدمی دینے سے انکار کردیا، اور کہا ہم آدمی تو نہیں دیسکتے، اگر تم کو یقین نہیں ہے تو ہمارے ساتھ نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کرو، یہودیوں نے کہا توراۃ کی قسم نعیم کا کہنا بالکل سچ تھا، غرض اس کے بعد کسی کو ایک دوسرے پر اعتبار نہ رہا، اور سب ایک دوسرے کی امداد و اعانت سے مایوس ہوگئے، اور آپس میں پھوٹ پڑگئی،[1]

اسی دوران میں ہوا کا ایسا زبردست طوفان آیا کہ خیمہ کی طنابیں اکھڑ اکھڑ گئیں، اور چولھوں پر سے ہانڈیاں الٹ گئیں، غرض کچھ باہمی نا اتفاقی اور کچھ موسم کی خرابی کی

---

[1] ابن سعد جز ۱، ق ۲ ص ۲۰، ۲۱،

وجہ سے سب کوچ کر گئے، اور نعیم کی کارکردگی سے کفار کے بادل ہوا ہوکر اڑ گئے،

ہجرت | اس غزوہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے[1]

غزوات | غزوۂ احزاب کے بعد دوسرے غزوات مین بھی شریک ہوتے رہے، غزوہ تبوک مین اپنے قبیلہ کو ابھار کر لائے، پھر فتحِ مکہ کے لئے بنو اشجع کو آمادہ کرنے کے لئے گئے[2]

وفات | کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ جنگِ جمل مین کام آئے، دوسری یہ ہے کہ اسی عہد مین وفات پائی[3]

فضل و کمال | کے اعتبار سے کوئی قابلِ ذکر مرتبہ نہ تھا، تاہم ان کے صاحبزادے سلمہ نے ان سے روایتین کی ہین[4]،

حضرت واقد بن عبد اللہ رض

نام و نسب | واقد نام، والد کا نام عبد اللہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، واقد بن عبد اللہ بن مناف بن عبد بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی حنظلی،

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور اذنِ ہجرت کے بعد وطن چھوڑ کر مدینہ کی غربت اختیار کی، اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے غربت کی اجنبیت دور کرنے کے لئے ان مین اور بشر بن براء بن معرور مین مواخاۃ کرادی[5]،

غزوات | ہجرت عظمیٰ کے بعد آنحضرت صلعم نے سب سے پہلا سریہ بمقام نخلہ مین عبد اللہ بن جحش

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۲۰ و ۲۱ [2] ایضاً [3] استیعاب ج اول ص ۳۱۲ و اصابہ تذکرہ نعیم بن مسعود
[4] تہذیب الکمال ص ۴۰۳، [5] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۴

کی زیر امارت قریش کی نقل وحرکت کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا، اس مین حضرت واقد[1] بھی تھے، ان لوگون نے منزل مقصود پر پہونچکر قیام کیا، انتظار کی زحمت زیادہ نہ اُٹھانا پڑی، اتفاق سے جلد ہی قریش کا قافلہ ادھر سے گذرا مسلمانون نے حملہ کا مشورہ کیا، لیکن رجب کا مہینہ تھا، اور اس مین خون ریزی عرب مین حرام تھی اسلئے سب ابتدا کرتے ہوئے جھجکتے تھے، لیکن حضرت واقد[1] نے ہمت کرکے عمرو بن حضرمی کو تیر کا نشانہ بنادیا، اس پر مکہ والون نے آنحضرت صلعم کے پاس شکایت بھیجی کہ تم لوگ شہر حرام کی حرمت کرتے ہو، اور اس مین خون ریزی بُری سمجھتے ہو، پھر تمہارے آدمی نے ہمارے ایک آدمی کا خون کیون بہایا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی،[1]

یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیه قل قتال فیه کبیر وصد عن سبیل الله و کفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اکبر عند الله والفتنة اکبر من القتل (بقرہ ع ۲۶)	اے محمدؐ مشرکین تم سے شہر حرام مین لڑائی کے متعلق پوچھتے ہین ان سے کہدو کہ اس مین لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کی راہ سے روکنا اور لوگون کو مسجد حرام مین نہ جانے دینا، اور اس مسجد مین عبادت کرنے والون کو نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فساد برپا کرنا قتل سے بھی بڑھ کر ہے،

سریہ نخلہ مین ایک مشرک کا سب سے پہلا خون تھا، جو حضرت واقد[1] کے ہاتھ سے بہا، اس سریہ کے بعد بدر، احد، خندق وغیرہ کی تمام معرکہ آرائیون مین برابر شریک ہوتے رہے،[2]

وفات، حضرت عمر[1] کے عہد خلافت مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال فضل وکمال کے لحاظ سے گو کوئی لائق ذکر مرتبہ نہ پا سکے تاہم انکی ایک آدھ روایت کتب احادیث

---

[1] تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۱۹۴، [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۰، [3] ایضاً،

حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ

نام ونسب، عیاش نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عیاش بن ابی ربیعہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، عیاشؓ، مشہور دشمنِ اسلام ابوجہل کے مان جائے بھائی تھے،[1]

اسلام وہجرت گو یہ ابوجہل جیسے کینہ پرور کے بھائی اور اس کے ہم صحبت تھے، تاہم ان کا آئینۂ قلب کدورتون سے پاک اور پرتوِ حق قبول کرنے کے لئے آمادہ تھا، چنانچہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے، اور ہجرتِ ثانیہ مین مع اپنی بیوی اسماء کے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، یہان ایک صاحبزادہ عبداللہ پیدا ہوئے، پھر حبشہ سے مکہ آئے اور مکہ سے حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرتِ مدینہ کا شرف حاصل کیا،[2]

ابتلا وآزمائش، ابوجہل جو دوسرون کو اسلام اور مسلمانون کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا اور اس جرم مین اپنے زیردستون کو سخت سے سخت سزائین دیتا تھا، اپنے بھائی کا اسلام کس طرح ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیتا، چنانچہ وہ ان کی تلاش مین مکہ سے مدینہ آیا، اور عیاش سے کہا کہ والدہ تمھاری جدائی سے سخت بے قرار ہین، اور انھون نے قسم کھالی ہے کہ جب تک وہ تم کو دوبارہ نہ دیکھ لین گی اس وقت تک نہ سر مین تیل ڈالین گی، اور نہ سایہ مین بیٹھین گی، عیاشؓ ماں کی یہ تباہ حالت سنکر ان کی محبت مین ابوجہل کے ساتھ مکہ واپس آئے، یہان پہونچ کر ابوجہل نے ان کو قید کر دیا، اور یہ عرصہ تک اس

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶۱، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۵،

قید مین گرفتار رہے، آنحضرت صلعم دوسرے مسلمان قیدیون کے ساتھ ان کے لئے بھی دعا فرماتے تھے، کہ خدایا! ان کو مشرکین کے ظلم سے نجات دلا،[1]

عیاش رضؓ کے ساتھ ایک اور بزرگ ولید بھی اسی جرم مین قید تھے، وہ کسی طرح چھوٹ کر نکل گئے، اور آنحضرت صلعم سے ان کی مصیبت بیان کی، آنحضرت صلعم نے انھین دوبارہ عیاش رضؓ اور سلمہؓ کو چھڑانے کے لئے واپس کیا، چنانچہ یہ مکہ آئے اور ان دونون بزرگون کو قید سے نکال لے گئے،[2]

وفات | حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد مین فتوحاتِ شام مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور ایک روایت کی رو سے اسی سلسلہ مین یرموک یا یمامہ کے معرکہ مین شہید ہوئے، اور دوسری روایت کی رو سے شام مین وفات پائی، لیکن طبری کے بیان کے مطابق شام سے واپس ہوکر مکہ مین پیوندِ خاک ہوئے،[3]

فضل وکمال | ان کی روایات احادیث کی کتابون مین موجود ہین، ان سے روایت کرنے والون مین انس اور عبد الرحمٰن قابلِ ذکر ہین،[4]

حضرت ابو فکیہہ رضؓ

نام ونسب | یسار نام، ابو فکیہہ کنیت، نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا، ابتدا مین بنو عبد دار کے غلام تھے،[5]

اسلام وشدائد | دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے آغازِ دعوت

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۹، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۵ [3] اصابہ ج ۵ ص ۴۷، [4] تہذیب الکمال ص ۳۰۰، [5] اصابہ ج ۲ ص ۲۷،

مین آزاد مسلمان بھی مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے، اور ابوفکیہہ رضؓ تو ایک بے یار و مددگار غلام تھے، پھر سنگدل آقا خود آمادۂ ستم تھے، چنانچہ یہ اسلام لانے کے بعد ان کے ظلم وستم کا نشانہ بن گئے، بنو عبد دار کے افراد اسلام کے جرم مین ان کو طرح طرح کی درد انگیز سزائین دیتے تھے، ٹھیک دوپہر کو تپتی ہوئی ریت پر منہ کے بل لٹا کر پیٹھ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتے تاکہ جنبش نہ کر سکین اور اس عبرت انگیز سزا کا سلسلہ اسوقت تک قایم رہتا جب تک حضرت ابوفکیہہ رضؓ بے ہوش نہ ہو جاتے، ایک مرتبہ امیہ نے پاؤن مین بیڑیان ڈال کر گھسیٹ کے جلتی ہوئی ریت پر ڈال دیا ادھر سے اس کا بیٹا صفوان گذرا یہ بھی ،،گرگ زادہ،، تھا، ابوفکیہہ رضؓ سے پوچھا کہ کیا یہ (امیہ) تیرے رب نہین ہین، ہ لیکن وہ زبان جو خدا کی توحید کا اعتراف کر چکی تھی، ایک حقیر انسان کی ربوبیت کے اعتراف سے کسطرح آلودہ ہو سکتی تھی، جواب دیا کہ میرا رب خدا ہے، اس جواب پر صفوان نے غضبناک ہو کر ابوفکیہہ رضؓ کا گلا گھونٹنا شروع کیا، اسکے دوسرے بھائی نے للکارا کہ ذرا اور زور سے، صفوان نے شکنجہ اور کس دیا، جب اسکو یقین ہو گیا کہ کشتۂ ستم بے جان ہو گیا، تو چھوڑ دیا، حسن اتفاق سے اسی وقت ستم زدہ غلامون کے مولیٰ (ابوبکر صدیق رضؓ) ادھر سے گذرے، انھون نے اس حال مین دیکھا تو خرید کر آزاد کر دیا، [1]

ہجرت ووفات، آزادی کے بعد ہجرت ثانیہ مین حبشہ چلے گئے، لیکن طرح طرح کے المناک عذاب سہتے سہتے قویٰ ضعیف اور اعضا کمزور ہو چکے تھے، اس لئے ہجرت کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نہ رہ سکے، اور غزوۂ بدر کے قبل انتقال کر کے کشتگان خنجر تسلیم مین جا ملے، [2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۳، [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۹۱،

حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدِ ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری، ماں کا نام بہنانہ تھا، اور قبیلہ بنو کنانہ سے تعلق رکھتی تھیں[1]،

اسلام وہجرت آغازِ دعوت میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا، پھر وہاں سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہاں اترے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور فروہ بن عمرو بیاضی میں مواخاۃ کرادی[2]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدرِ عظمیٰ میں شریک ہو کر بدری صحابی ہونے کا امتیاز حاصل کیا، اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، بدر کے بعد احد اور خندق وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[3]،

شہادت حضرت عبداللہ کا جذبۂ شہادت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ہر موئے بدن خونابہ فشانی کے لئے بے قرار رہتا تھا، چنانچہ آپ دعا کیا کرتے تھے کہ خدایا تو مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک میرے جسم زار کے جوڑ جوڑ تیری راہ میں زخموں سے چور چور نہ ہو جائیں، دلی دعا کے لئے کوئی روک نہیں، وہ سیدھی بابِ اجابت تک پہونچتی ہے، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی، یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اور عرب میں ارتداد کی

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۲، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۵، [3] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۴،

شورش رونما ہو چکی تھی، عبداللہ اس موقعہ کے منتظر ہی تھے، اس مین مجاہدانہ شریک ہو گئے، اور مرتدون کے مقابلہ مین اس بے جگری سے لڑے کہ جسم کے تمام جوڑ بند زخمون سے چور ہو گئے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، روزہ رکھے ہوئے تھے، عبداللہ بن عمرؓ غروب آفتاب کے وقت جب کہ ابن مخرمہ کا آفتاب عمر لب بام آچکا تھا، ان کی خبر لینے آئے، انھون نے پوچھا ابن عمرؓ تم افطار کر چکے؟ انھون نے کہا ہان، فرمایا میرے لئے بھی پانی لاؤ، لیکن پانی آتے آتے ابن مخرمہ تشنہ لب حوضِ کوثر پر پہونچ گئے، اس وقت ان کا اکتالیسوان سال تھا،[1]

اہل وعیال، اولاد مین صرف ایک صاحبزادہ مساحق کا پتہ چلتا ہے، یہ زینب بنت سراقہ کے بطن سے تھے،[2]

فضل وکمال، پرتوِ آفتاب سے ذرے چمک اٹھتے ہین، ابن مخرمہ بھی نورِ نبوت سے مستنیر تھے، اس لئے علم وعمل اور زہد وورع کے لحاظ سے ممتاز شخصیت کے مالک ہو گئے تھے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین وکان فاضلاً عابداً[3] یعنی ابن مخرمہؓ فاضل اور عبادت گذار تھے،

حضرت نعیم النحامؓ،

نام ونسب، نعیم نام، نحام لقب، نسب نامہ یہ ہے، نعیم بن عبداللہ بن اسید بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب عدوی قرشی، نحام کے لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے، کہ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۳۷۰، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۴،
[3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۳،

آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مین نے جنت مین نعیم کی ''نحمہ'' یعنی آواز سنی، اسی وقت سے نحام ان کا لقب ہو گیا[1]،

اسلام، نعیم نے اس وقت توحید کی دعوت پر لبیک کہا جب کل ۹ یا ۱۰ بندگانِ خدا اس دعوت مین شریک ہوئے تھے، حتی کہ حضرت عمرؓ بھی اسوقت تک کفر کے ظلمتکدہ مین محصور تھے[2]، لیکن چونکہ یہ بالکل ابتدائی زمانہ تھا اور اسلام کا اظہار قریش کی سرزمین مین شدید ترین جرم تھا، اس لئے عرصہ تک اپنے اسلام کا اعلان نہ کرسکے، جب ہجرت کا حکم ہوا اور ستم رسیدہ مسلمان جوق جوق مدینہ کے دار الامن مین پناہ گزین ہونے لگے، تو انھون نے بھی ارادہ کیا، مگر بنی عدی مین بیواؤن اور یتیمون کی پرورش اور خبرگیری کی وجہ سے اس قدر محبوب تھے کہ وہ لوگ اپنے محسن کی جدائی پر آمادہ نہ ہوئے، اور سبھون نے التجا کی کہ آپ ہم کو چھوڑ کر نہ جائیے، جس مذہب مین دل چاہے، رہئے مگر جانے کا قصد نہ کیجئے، آپ سے کوئی شخص تعرض نہین کرسکتا، پہلے ہم سب کی جانین قربان ہوجائین گی تب آپ کو کوئی گزند پہونچ سکے گا، غرض ان مجبوریون کی وجہ سے ابتدا مین ہجرت کا اعزاز نہ مل سکا[3]، لیکن یتیمون اور بیواؤن کی کفالت بجائے خود ایک ایسا اعزاز ہے، کہ اس کے مقابلہ مین ہجرت کی تاخیر چندان اہمیت نہین رکھتی،

ہجرت، لیکن چونکہ دائمی طور پر اس سے محروم رہنا بھی گوارا نہ تھا، اس لئے ۶ھ مین اپنے چالیس اہل خاندان کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے گلے لگا کر بوسہ دیا[4]، اور فرمایا نعیم تمھارا قبیلہ تمھارے حق مین میرے قبیلہ سے بہتر تھا، انھون نے عرض کیا

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۹، [2] استیعاب ج اول ص ۳۱۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۳، حاکم نے مستدرک مین روایت کیا ہے کہ حبشہ کی ہجرت مین شریک تھے لیکن اور تمام ارباب سیر اس کے مخالف ہین،
[4] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۰۲

یارسول اللہ صلعم آپ کا قبیلہ بہتر تھا، فرمایا یہ کیسے جبکہ میرے قبیلہ نے مجھکو نکال دیا، اور تمھارے قبیلہ نے تم کو ٹھہرائے رکھا، عرض کیا یارسول اللہ صلعم آپ کی قوم نے آپ کو ہجرت پر آمادہ کیا، اور میری قوم نے مجھ کو اس شرف سے محروم رکھا[۱]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے،

وفات زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی کے عہدِ خلافت مین اجنادین کے معرکہ مین شہادت پائی، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ھ مین یرموک مین شہید ہوئے[۲]،

اولاد وفات کے بعد اولاد ذکور مین ابراہیم اور اناث مین امہ چھوڑین، اول الذکر زینب بنت حنظلہ کے بطن سے تھے اور ثانی الذکر عاتکہ بنت حذیفہ کے بطن سے[۳] تھین،

عام حالات نہایت فیاض، اور رحم دل تھے، یتیمون کے ماویٰ، بیواؤن کے ملجا، اور غریبون کے مددگار تھے، بنی عدی مین یتیمون اور بیواؤن کے علاوہ اور جس قدر فقرا تھے ان سب کو مہینہ مہینہ کر کے کھانا کھلاتے تھے[۴]،

حضرت معمر بن عبداللہ رض

نام ونسب معمر نام، باپ کا نام عبداللہ، سلسلۂ نسب یہ ہے، معمر بن عبداللہ بن نضلہ بن عبدالعزیٰ ابن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی العدوی،

۱؎ اصابہ ج ۶ ص ۲۴۸، ۲؎ اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۳، ۳؎ ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۰۲، ۴؎ ایضاً،

اسلام وہجرت معمر ابتدائے دعوت اسلام مین اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے وہان سے مکہ آئے، اور عرصہ تک یہان مقیم رہے، اسی لئے مدینہ کی ہجرت مین تاخیر ہوئی، تاہم آخر آخر مین یہ شرف بھی حاصل ہوگیا[1]

حجۃ الوداع چونکہ اسلام کے بعد کا زمانہ زیادہ تر حبشہ اور مکہ مین گذرا اس لئے غزوات مین شرکت کا موقع نہ ملا، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے ساتھ حجۃ الوداع مین شریک ہوئے، اس سفر مین سواری مبارک کا اہتمام ان کے سپرد تھا، اور کجاوہ وغیرہ یہی کستے تھے، ایک دن کسی حاسد نے اس کو ڈھیلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ چلنے مین ہلنے لگا، صبح کو آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ "رات تنگ ڈھیلا معلوم ہوتا تھا، عرض کی "مین نے تو حسب معمول کس کے باندھا تھا، اس شرف پر کسی حاسد نے ڈھیلا کر دیا ہوگا، تاکہ آپ میری جگہ کسی دوسرے کو یہ خدمت سپرد کر دین،" آپ نے فرمایا "تم مطمئن رہو مین تمھارے علاوہ کسی دوسرے کو نہ مقرر کرونگا" اسی حج مین ان کو موئے مبارک تراشنے کا شرف بھی ملا، جب یہ استرہ لے کر تیار ہوئے، تو آنحضرت صلعم نے مذاقاً فرمایا، کہ "معمر تم کو رسول اللہ نے اپنے کان کی لو پر اس حالت مین قابو دیدیا ہے کہ تمھارے ہاتھ مین استرا ہے،" عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہ! یہ خدا کی کتنی بڑی نعمت اور اس کا کس قدر گران بہا احسان ہے، کہ مجھ کو حضور کے بال تراشنے کا فخر حاصل ہو رہا ہے[2]،

فضل وکمال چونکہ معمر کو آنحضرت صلعم کی صحبت کا زیادہ موقعہ نہ ملا، اس لئے کوئی علمی استفادہ نہ کرسکے، چنانچہ ان سے صرف دو حدیثین مروی ہین[3]،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ترجمہ معمر، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۴۰۰، [3] تہذیب الکمال ص ۳۸۴،

عمل بالحدیث | تاہم ایک صحابی کی حیثیت سے تعلیمات نبوی سے پورے طور پر متاثر تھے اگر کسی معاملہ مین ارشاد نبوی کی عدول حکمی کا خفیف سا پہلو بھی نکلتا تو اس سے احتراز کرتے، ایک مرتبہ غلام کو گیہون دیا کہ اسکو بیچ کر اس کی قیمت سے جَو خرید لائے، غلام نے بیچنے کے بجائے جَو سے بدل لیا، اور جَو کی مقدار زیادہ کی، ان کو معلوم ہوا تو باز پرس کی کہ تم نے کیون ایسا کیا، خبردار تبادلہ مین مساوات کا لحاظ رکھا کرو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی، کہ کھانے کی چیزون کا تبادلہ کھانے کی چیزون کے ساتھ برابر برابر ہونا چاہیے، اور اسی وقت غلام کو واپس کرنے کے لئے بھیجا،[۱]

حضرت عمرو بن عوف رضؓ،

نام ونسب، | عمرو نام، ابوعبداللہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن عوف بن زید بن ملیحہ بن عمرو بن بکر بن افرک بن عثمان بن عمرو بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر،

اسلام وہجرت، | عمرو بن عوفؓ ابتداے دعوتِ اسلام مین مشرف باسلام ہوئے، اور آنحضرت صلعم کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے،[۲]

غزوات، | ابن سعد کی روایت کے مطابق سب سے پہلے غزوۂ ابوا مین شریک ہوئے لیکن بعض خندق بتاتے ہین،[۳]

غزوۂ تبوک | غزوۂ تبوک کے سال عرب مین ایسا قحط تھا کہ ذی حیثیت صحابہ کے لئے انتظام مشکل تھا، اور نادار صحابہ کا تو ذکر ہی نہین، چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاریان شروع کین، اور دولت مند صحابہ نے اپنا سازوسامان درست

[۱] مسلم ج اول ص ۳۳۰ طبع مصر، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۴، [۳] اصابہ ج ۵ ص ۹،

کیا تو وہ صحابہ جو ایمان کی لازوال دولت کے سوا اور ہر طرح کی مادی دولت سے تہی دست تھے، خدمت نبوی مین حاضر ہوئے، ان مین حضرت عمرؓو بھی تھے، ان سب نے مل کر درخواست کی کہ "ہم بالکل بے مایہ ہین، اگر حضور ہمارے لئے کچھ انتظام فرمادین تو ہم لوگ بھی شرفِ جہاد سے محروم نہ رہین"، یہان فقر و فاقہ کے سوا کیا تھا، صاف جواب ملا، کہ میرے پاس کیا ہے، جو تمھارے لئے سامان مہیا کرون، یہ لوگ جہاد کی محرومی پر شکستہ دل ہوکر روتے ہوئے واپس ہوئے، لیکن یہ آنسو محض پانی کی بوندین نہ تھین جو ٹپکین اور رائگان گئین، بلکہ دل کا خون آنسوون کی شکل مین ٹپکا تھا، جس نے دامنِ رحمت کو نم کر دیا، اور اس حکم کے ذریعہ سے ان کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا گیا،[1]

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقوا (توبہ ع ۱۱)

اور نہ ان لوگون پر (الزام) ہے جو تمھارے پاس آئے کہ ان کو سواری بہم پہونچا دو تو تم نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہین ہے، جس پر تم کو سوار کرون (یہ سنکر) وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ میسر آنے کے غم مین انکی آنکھین اشکبار تھین،

وفات، امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت مین مدینہ مین وفات پائی،[2]

---

[1] تفسیر ابن جریر ج ۱۰ ص ۱۳۶،

[2] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۸،

حضرت عثمان بن طلحہؓ،

نام ونسب عثمان نام، والد کا نام طلحہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عثمان بن طلحہ بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد دار بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی العبدری، ماں کا نام سلامہ تھا، یہ قبیلہ بنی عمرو سے تھیں، عثمان کے والد طلحہ احد میں مشرکین کے ساتھ صف آرا تھے، اور حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آئے، لیکن ذو الفقار حیدری سے نہ بچ سکے،[1] زمانۂ جاہلیت میں خانہ کعبہ کی کلید برداری طلحہ کے متعلق تھی اور زمانۂ اسلام میں یہ وراثت عثمان کو ملی

اسلام وہجرت فتح مکہ کے پہلے خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا، اور ۸ھ میں ہجرت کر کے مدینہ کا قیام اختیار کیا،[2]

غزوۂ فتح ہجرت کے بعد سب سے پہلے غزوۂ فتح میں شریک ہوئے، اور خانہ کعبہ میں آنحضرت صلعم کے جلو میں داخل ہوئے اسوقت کلید برداری کے منصب پر یہی فائز تھے، آنحضرت صلعم نے ان سے کنجی طلب کی، انھوں نے گھر جا کر ماں سے مانگی، ماں نے دینے سے انکار کیا، (غالباً یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں) بولے ابھی حوالہ کر دو ورنہ خدا کی قسم یہ تلوار پیٹھ میں اتار دونگا، اس طرح دھمکی دیکر کنجی لائے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کی، آپ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، یہ بھی ساتھ ساتھ چلے گئے، اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا،[3] پھر تطہیر کعبہ کے بعد جب آپ برآمد ہوئے،

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷۲ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۲۹ [3] مسلم ج اول ص ۵۰۰ طبع مصر،

تو کنجی ان کے حوالہ کر کے فرمایا، جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا،[1]

وفات | تاحیات نبوی صلعم مدینہ مین رہے، آپ کی وفات کے بعد کلید برداری کے فرائض کی وجہ سے پھر مکہ چلے آئے، اور یہین سنہ ۴۲ھ مین وفات پائی،[2]

حضرت سہل بن بیضاءؓ

نام و نسب، | سہل نام، والد کا نام وہب، نسب نامہ یہ ہے، سہل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک، مان کا نام بیضار تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، بیضار بنت جحدم بن عمرو بن عائش بن ظرب بن حارث بن فہر، سہل کی نسبت باپ کے بجاے مان سے ہوئی، اور عام طور پر سہل بن بیضار کہلاتے تھے،

قبل از اسلام | سہل اسلام لانے سے پہلے ھی منصف مزاج اور رقیق القلب تھے، چنانچہ دعوتِ اسلام کے آغاز مین جب قریش نے باہم ایک معاہدہ کر کے آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ آپ کے خاندان والون کو محصور کر دیا، اور اس محاصرہ مین بنو ہاشم کئی برس تک مصیبتین جھیلتے رہے، تو بعض خدا ترس اور منصف مزاج اشخاص نے اس معاہدہ کے خلاف صداے احتجاج بلند کی اور ان کی کوششون سے یہ معاہدہ ٹوٹا، اس عدل پرور زمرہ کے ایک رکن سہل بھی تھے،[3]

اسلام، | اس معاہدہ کی شکست کے کچھ ہی دنون کے بعد سہل مشرف باسلام ہوئے، لیکن مشرکینِ مکہ کے خوف سے اپنے اسلام کا اعلان نہین کیا، اور مذہبی فرائض خفیہ ادا کرتے تھے،

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۷، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۸۵،

بدر، | کچھ دنون کے بعد غزوۂ بدر پیش آیا، ابھی تک انھون نے اسلام کا اعلان نہین کیا تھا، اس لئے مشرکین مکہ ان کو آبائی مذہب پر سمجھتے تھے، چنانچہ اپنے ساتھ بدر مین لیگئے، جب مشرکین کو شکست ہوئی تو سہل بھی گرفتار ہوئے، عبداللہ بن مسعود ان کے اسلام سے واقف تھے، اور مکہ مین ان کو نماز بھی پڑھتے دیکھ چکے تھے، انھون نے اصل حقیقت بیان کی، اور ان کی شہادت پر سہیل کی رہائی ہوئی[1]،

ہجرت اور غزوات، | رہائی کے بعد مستقلاً مدینہ مین رہنے لگے، اور بعض بعض غزوات مین بھی شریک ہوئے[2]،

وفات، | زمانہ وفات کی تعیین نہین کیجاسکتی، لیکن اس قدر یقینی ہے، کہ آنحضرت صلعم کے بعد وفات پائی،

حضرت سہیل رضؓ بن بیضاء،

نام ونسب | سہیل نام، ابو موسیٰ کنیت، باپ کا نام وہب تھا، حضرت سہیلؓ مذکور الصدر بزرگ حضرت سہلؓ کے حقیقی بھائی تھے،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے[3]، اسلام کے بعد

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۵۶، [2] ایضاً، [3] بعض ارباب سیر لکھتے ہین کہ انھون نے بھی اپنا اسلام چھپایا تھا لیکن یہ صحیح نہین ہے، یہ عبداللہ بن مسعود کے بھی پہلے اسلام لاچکے تھے، اور حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ جانے کے بعد غزوات مین برابر شریک ہوتے رہے، اسلام چھپانے والے ان کے بھائی حضرت سہلؓ تھے، جو بدر مین گرفتار ہوئے اور عبداللہ بن مسعود کی شہادت پر چھوڑے گئے، ابن سعد کا بھی یہی خیال ہے، دیکھو ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۵۶،

ہجرت کر کے حبشہ گئے، وہاں عرصہ تک مقیم رہے، اور جب اسلام کی علانیہ تبلیغ ہونے لگی تو مکہ واپس آئے، پھر آنحضرت صلعم کے ساتھ مدینہ گئے[1]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے، بدر کا معرکہ پیش آیا، اس مین شریک ہوئے اس وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی، اس کے بعد احد اور خندق وغیرہ کے تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[2]، غزوۂ تبوک مین آپ کے ساتھ آپ کی سواری پر سوار تھے، راستہ مین کئی بار ان کو دو تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا، یہ برابر جواب دیتے رہے، اور لوگ بھی اس پکار کا مقصد سمجھ گئے، اور سب آپ کے گرد جمع ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا، کہ جس شخص نے خدا کی وحدانیت کی شہادت دی، اس پر خدا آتش دوزخ حرام کر دے گا، اور جنت یقینی ہو جائے گی[3]،

وفات، تبوک سے واپسی کے بعد ۹ھ مین وفات پائی، آنحضرت صلعم نے مسجد مین نماز جنازہ پڑھائی[4]، موت کے بعد ان کی کوئی اولاد یادگار نہ تھی،

حضرت ابو قیس بن حارث رض

نام و نسب، نام اور کنیت دونون ابو قیس ہے، والد کا نام حارث تھا، نسب نامہ یہ ہے ابو قیس بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی السہمی، ان کے دادا قیس بن عدی سرداران قریش مین تھے، اور باپ حارث اس کینہ پرور گروہ مین تھا جو قرآن

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۱، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۲، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۰ مستدرک مین تبوک کا ذکر نہین ہی لیکن ابن سعد نے تصریح کر دی ہی، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۲۹،

کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا، اور جس کے متعلق یہ آیہ نازل ہوئی تھی[1]،

والذین جعلوا القرآن عضین فوربک لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستھزئین، (حجر ع ۵)

جن لوگون نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے، تمھارے رب کی قسم ہم ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کرین گے، پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو، جو لوگ تم پر ہنستے ہین، ہم ان کے لئے کافی ہین،

اسلام وہجرت لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے، کہ اسی آذر کے گھر مین ابو قیس جیسا بت شکن پیدا ہوا، جس نے دعوتِ حق کی آواز سنتے ہی لبیک کہکر سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل کیا، اسلام کے بعد پھر ہجرتِ حبشہ کا اعزاز حاصل کیا[2]،

غزوات احد اور خندق وغیرہ سب مین شریک ہوئے[3]،

شہادت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت مین ارتداد کے سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین شہادت پائی[4]،

حضرت ابو کبشہ رض

نام ونسب سلیم نام، ابو کبشہ کنیت، وطن اور نسب کے بارہ مین مختلف روایات ہین، بعض فارسی بعض دوسی اور بعض مکی بتاتے ہین، ابو کبشہ غلام تھے، آنحضرت صلعم نے

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۴، [2] اصابہ ج ۷ ص ۱۵۰، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۹، [4] اصابہ ج ۷ ص ۱۵۰،

خرید کر آزاد کیا[1]،

اسلام، آپ کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا، لیکن شرفِ غلامی سے قیاس ہوتا ہے، کہ دعوتِ اسلام کے قریب تر زمانہ مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہون گے،

ہجرت، مکہ کے اربابِ ثروت اور خاندانی مسلمانون کی عزت و آبرو بھی مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ نہ تھی، ابو کبشہ غلام تھے، ان کا پشت پناہ کون تھا، اس لئے اذنِ ہجرت کے بعد مدینہ چلے آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہان مقیم ہوئے[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدری ہونے کا شرف حاصل کیا، پھر احد اور دوسرے غزوات مین بھی شریک ہوتے رہے[3]،

مشرکین کی سفاہت، کفارِ قریش آنحضرت صلعم کی شانِ اقدس مین طرح طرح کی گستاخیان کرتے تھے، ازانجملہ ایک سفاہت یہ بھی تھی، کہ آپ کو نعوذ باللہ، ابو کبشہ کا بیٹا کہتے تھے، اربابِ سیر اس کی مختلف توجیہین کرتے ہین، ان مین سب سے زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ ابو کبشہ کے ننھیالی اجداد مین کوئی شخص ابو کبشہ گذرا تھا، جو تمام عرب کے خلاف "شعری" کی پرستش کرتا تھا، آنحضرت صلعم نے سرے سے بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی تھی، اس لئے عربون کی مخالفت کے اشتراک پر لوگ کہنے لگے کہ یہ دوسرا اس کا بیٹا پیدا ہوا اور یہ ابو کبشہ اصحاب کرام مین تھے، اس لئے ادھر ڈھال دیا کہ محمد ابو کبشہ کے بیٹے ہین[4]،

وفات، ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ یوم سہ شنبہ کو جس دن حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے وفات پائی[5]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۲، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۳ [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۴، [4] ایضاً، [5] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۳،

حضرت سلیط بن عمروؓ

نام ونسب: سلیط نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدوِدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی، ماں کا نام خولہ تھا، ناںہالی شجرہ نسب یہ ہے، خولہ بنت عمرو بن حارث بن عمرو بن عبس،

اسلام: دعوتِ اسلام کے آغاز مین مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور سب سے پہلے حبشہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا[۱]، پھر مدینہ آئے،

غزوات: مدینہ آنے کے بعد بدر واحد خندق وغیرہ تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[۲]

سفارت: سنہ ۶ھ مین جب آنحضرت صلعم نے آس پاس کے امراء اور سلاطین کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، تو ہوزہ بن علی حنفی کے پاس خط لیجانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی، ہوزہ نے بڑی خاطر و مدارات کی اور انعام و اکرام اور خلعت سے نوازا، اور جواب مین لکھا کہ تم جس چیز کی دعوت دیتے ہو، وہ بہت بہتر ہے، لیکن مین بھی عرب کا معزز و مقتدر شخص ہون اس لئے اگر بعض امور مین مجھے شریک کر لو تو مین تمھاری پیروی کے لئے تیار ہون آنحضرت صلعم نے یہ جواب سنا تو فرمایا کہ اگر وہ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگے تو مین نہین دیسکتا[۳]،

شہادت: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت مین فتنۂ ارتداد کی مشہور جنگ یمامہ مین شہید ہوئے، اولاد مین تنہا ایک لڑکے سلیط بن سلیط تھے[۴]،

---

[۱] اصابہ ج اول ص ۳۱۵، [۲] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۲۰۹ بدر کی شرکت کا ذکر اصابہ مین ہی، [۳] زرقانی ج ۳ ص ۴۰۰ و ۴۰۰، [۴] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۵۹،

حضرت ابو مرثد غنویؓ

نام ونسب کناز نام، ابو مرثد کنیت، باپ کا نام حصین تھا، نسب نامہ یہ ہے، کناز بن حصین بن یربوع بن جہینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم بن یحییٰ بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر،

اسلام و ہجرت ابو مرثد آغاز اسلام مین اسلام لائے، اور اذن ہجرت کے بعد مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان مین اور عبادہ بن صامتؓ مین مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات بدر، احد، خندق اور دوسری معرکہ آرائیون مین آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[2] مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ ہجرت کرکے مدینہ آگئے تھے، لیکن ان کے اہل وعیال مکہ ہی مین ان کے حلیف کے نگرانی مین تھے جب آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اپنے بال بچون کی حفاظت کے خیال سے اپنے حلیف کو اس کی تحریری اطلاع دیدی، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے چند سوار حضرت علیؓ کی سرکردگی مین اس تحریر کی تلاش مین دوڑائے، ان مین ایک ابو مرثد بھی تھے ان لوگون نے خاخ کے باغ مین خط لیجانے والی عورت کو گرفتار کرکے جامہ تلاشی لیکر خط برآمد کیا[3]،

وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت سنہ ۱۲ھ مین چھیاسٹھ ۶۶ سال کی عمر مین وفات پائی[4]

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۰، [2] ایضاً، [3] بخاری ج ۲، ص ۹۲۵،

[4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۴،

حضرت ذو الشمالین رضؓ

نام ونسب، عمیر نام ابو محمد کنیت، ذو الشمالین لقب، نسب نامہ یہ ہے، عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ بن عمرو بن غبشان بن سلیم بن مالک بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر، [1]

اسلام وہجرت، زمانۂ اسلام متعین نہین، اسلام کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آئے، اور سعد بن خثیمہ کے یہان مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان مین اور یزید بن حارث مین مواخاہ کرادی، [2]

شہادت، حضرت ذو الشمالین رضؓ ان خوش نصیب بزرگون مین تھے جن کا دامن

لہ بعض ارباب سیر ذو الشمالین اور ذو الیدین ایک ہی شخص کو قرار دیتے ہین لیکن یہ محض التباس ہے یہ دونون علیحدہ علیحدہ دو شخص ہین، احادیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، ذو الیدین کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے جسکو صحیحین نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے، کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے ۴ رکعتون کے بجائے دو ہی رکعتین نماز پڑھکر سلام پھیر دیا، تمام صحابہ متحیر تھے لیکن کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، ذو الیدین جری طبیعت کے آدمی تھے انھون نے بڑھکر پوچھا یا رسول اللہ نماز کم کردیگئی یا آپ بھول گئے؟ آنحضرت صلعم نے صحابہ رضؓ سے تصدیق چاہی، سبھون نے تائید کی، کہ ہان آپ نے دو ہی رکعتین پڑھین، تصدیق کے بعد آپ نے بقیہ دو رکعتین پوری کرکے سجدۂ سہو کیا (بخاری کتاب الاذان باب ہل یاخذ الامام اذا شک بقول الناس)

اس روایت کے راوی ابوہریرہ رضؓ ہین جو غزوہ خیبر سنہ ۷ھ مین اسلام لائے اور ذو الشمالین اس کے پانچ سال قبل بدر سنہ ۲ھ مین شہید ہوچکے تھے، اس لئے ذو الیدین اور ذو الشمالین دونون ایک شخص نہین ہوسکتے دونون کے نام مین بھی فرق ہے، ذو الیدین کا نام خرباق ہے اور ذو الشمالین کا عمیر تھا، ۲ے ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۱۸،

زیادہ عرصہ تک دنیا سے ملوث نہ ہونے پایا، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمیٰ مین شریک ہوئے، ان کا اول و آخر غزوہ یہی تھا، اس مین جامِ شہادت پی کر صاف و پاک دنیا سے اُٹھ گئے[۸]، غربت کے غمگسار بھائی یزید جو زندگی مین رفیق تھے سفرِ آخرت مین بھی ساتھ نہ چھوڑا، کہ یہ شانِ وفا سے بعید تھا اور انھون نے بھی اسی غزوہ مین مرتبۂ شہادت حاصل کیا[۸]،

حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم رضؓ

نام ونسب، ابو سبرہ کنیت ہے، مگر اس کی شہرت نے اصل نام چھپا دیا، نسب نامہ یہ ہے، ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ بن ابی قیس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری، ان کی والدہ برہ عبد المطلب کی بیٹی تھین، اس رشتہ سے یہ آنحضرت صلعم پھوپھی زاد بھائی ہوئے[۱]،

اسلام وہجرت حضرت ابو سبرہؓ سابقین اسلام مین تھے، سبقت فی الاسلام کے ساتھ حبشہ کی دونون ہجرتون کا شرف حاصل کیا، دوسری ہجرت مین ان کی بیوی کلثوم بھی ساتھ تھین، حبشہ سے دوسرے مہاجرین کے ساتھ مدینہ آئے، اور منذر بن محمدؓ کے یہان اترے، مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان مین اور سلمہ بن سلامہ مین مواخاۃ کرادی[۲]،

غزوات، ان کے مدینہ آنے کے بعد بدر، احد اور خندق وغیرہ جس قدر غزوات ہوئے سب مین شریک رہے[۳]، تا حیات نبوی صلعم مدینہ مین قیام رہا، آپ کی وفات کے بعد

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۱، [۲] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۹۱، [۳] ایضاً ص ۲۹۳، [۴] ایضاً،
[۵] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۶،

مکہ چلے آئے، بدری صحابیون مین تنہا یہی ہین جنھون نے مدینہ کا قیام ترک کرکے مکہ کی سکونت اختیار کی[1]

وفات، اور یہین حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی[2]

حضرت خنیس بن حذافہؓ

نام و نسب، خنیس نام، ابو حذیفہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے خنیس بن خدافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی قرشی، ام المومنین حضرت حفصہؓ پہلے انھین کی زوجیت مین تھین، ان کے انتقال کے بعد ام المومنین کے زمرہ مین شامل ہوئین[3]

اسلام و ہجرت، آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے پہلے آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے، پھر وہان سے مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان مین اور ابی عبس بن جبیر مین مواخاۃ کرادی[4]

غزوات و شہادت، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ مین تلوار کے جوہر دکھائے، پھر احد مین شریک ہوئے اور میدانِ جنگ مین زخم کھایا، زخم کاری تھا، اس سے جان بر نہ ہوسکے اور اسی کے صدمہ سے ۳ھ مین مدینہ مین وفات پائی، آنحضرت صلعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو مین دفن کئے گئے[5]، وفات کے وقت کوئی اولاد نہ تھی،

---

[1] اصابہ ج ۴، ص ۱۰، [2] ابن سعد جز و ۳ ق اول ص ۲۹۳، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۵،
[4] ابن سعد جز و ۳ ق اول ص ۲۸۶، [5] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۶ زخمی ہونے کا واقعہ استیعاب سے ماخوذ ہے،

حضرت عتبہ بن مسعودؓ

نام ونسب، عتبہ نام، والد کا نام مسعود تھا، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم، بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم، بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ حضرت عتبہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حقیقی بھائی تھے[1]،

اسلام وہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے، وہان سے مدینہ آئے[2]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے احد مین شریک ہوئے پھر اسکے بعد دوسرے غزوات مین بھی آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا فخر حاصل کرتے رہے[3]،

وفات، حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی، انھین نے نمازِ جنازہ پڑھائی[4] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت زندہ تھے، ان کو بھائی کی موت کا سخت قلق ہوا ضبط وتحمل کے باوجود بے اختیار آنسو جاری ہوگئے[5]، لوگون نے تعجب کے لہجہ مین پوچھا آپ بھی روتے ہین؟ جواب دیا میرا بھائی آنحضرت صلعم کی صحبت کا میرا ساتھی تھا اور عمر بن الخطاب کے علاوہ مجھے دنیا مین سب سے محبوب تھا[6]،

فضل وکمال عبداللہ بن مسعودؓ اپنے فضل وکمال کے لحاظ سے حبر الامۃ کہلاتے تھے، عتبہ بھی اپنی صلاحیتون کے اعتبار سے ان سے کم نہ تھے، لیکن دنیا سے کم سن گئے، اس لئے انکے جوہر نہ چمکنے پائے[7]،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۹۳، [2] ایضاً [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۸، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۸، [5] ابن سعد ج ۴ ص ۹۳، [6] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۸، [7] ایضاً،

حضرت صفوان بن بیضاءؓ،

نام ونسب | صفوان نام، ابوعمرو کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صفوان بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری، حضرت صفوانؓ، حضرت سہلؓ اور سہیلؓ کے بھائی تھے

اسلام وہجرت | حضرت سہلؓ کی طرح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے اور اذنِ ہجرت کے بعد مدینہ آئے اور کلثوم بن ہدمؓ کے یہاں اترے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور رافع بن معلی میں مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات | ہجرت کے بعد سب سے اول عبداللہ بن حجش کے ساتھ ایک سریہ میں شریک ہوئے، پھر بدر عظمٰی میں شرکت کر کے بدری صحابہ کی صف میں آگئے، ابن اسحٰق کی روایت کی رو سے اسی غزوہ میں طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے جامِ شہادت پیا، لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طاعون عمواس میں وفات پائی، اور بعض روایتوں سے ۳۸ھ میں وفات کا ثبوت ملتا ہے[2]،

حضرت سنان بن ابی سنانؓ،

نام ونسب | سنان نام، سلسلہ نسب یہ ہے، سنان بن ابی سنان بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ،

اسلام وہجرت | زمانہ اسلام وہجرت متعین نہیں لیکن غالباً اپنے والد حضرت ابی سنان کے ساتھ اسلام لا ہوئے گا ہوگے اور

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۳، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۵۱ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۷،

انھین کے ساتھ ہجرت کی ہوگی،

غزوات | بدر و احد و خندق وغیرہ تمام لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[۱]، پھر سنہ مین غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے، اور بیعت رضوان مین جب آنحضرت صلعم نے موت کی بیعت لینی شروع کی تو سنان نے بھی ہاتھ بڑھایا، آنحضرت صلعم نے پوچھا کس چیز پر بیعت کرتے ہو، عرض کی جو آپ کے دل مین ہے[۱]،

وفات | سنہ ۳۲ھ مین وفات پائی،

حضرت آنسہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب | آنسہ نام، ابو مسروح کنیت، سراۃ مین پیدا ہوئے، نسب کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ سرور عالم صلعم کی غلامی کا طوق ان کی گردن مین تھا[۳]،

اسلام وہجرت | طلوع آفتاب کے وقت سب سے پہلے اس کے قریب کی چیزین منور ہوتی ہین اس لئے آنسہ رضی اللہ عنہ دعوت اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کے زمانہ مین مدینہ آئے اور سعد بن خثیمہ کے مہمان ہوئے[۴]، اور جب تک زندہ رہے آنحضرت صلعم کی خدمت گزاری محبوب مشغلہ رہا،

غزوات | ہجرت کے بعد بدر عظمی مین شریک ہوئے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی مین شہید ہوئے

وفات | لیکن زیادہ روایتیں اسکی ہین کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مین وفات پائی[۵]،

---

[۱] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۶۶، [۲] ایضاً و استیعاب ج ۲ ص ۷۰، علامہ ابن عبد البر نے یہ واقعہ حضرت ابی سنان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن علامہ موصوف کو التباس ہوگیا ہے، کیونکہ ابی سنان بیعت رضوان کے قبل بنو قریظہ مین وفات پاچکے تھے، [۳] اسد الغابہ ج اول ص ۱۳۲، [۴] ابن سعد جز ۳ ق اول ص ۳۴، [۵] ابن سعد حوالہ مذکور و اصابہ تذکرہ آنسہ،

حضرت طفیل رضؓ بن حارث

نام ونسب، طفیل نام والد کا نام حارث، نسب نامہ یہ ہے، طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف قرشی مطلبی، ماں کا نام سخیلہ تھا، یہ ثقفی قبیلہ سے تھیں،

اسلام وہجرت، بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور سفیان بن نسر میں مواخاۃ کرادی[1]

غزوات، مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، بدر، احد اور خندق وغیرہ کوئی غزوہ نہ چھوٹا[2]

وفات، عمر کے ستر مرحلے طے کرنے کے بعد ۳۲ھ میں وفات پائی[3]

اولاد، اولاد میں صرف عامر بن طفیل کا پتہ چلتا ہے[4]

حضرت سائب رضؓ بن عثمان

نام ونسب، سائب نام باپ کا نام عثمان تھا نسب نامہ یہ ہے، سائب بن عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی الجمحی، ماں کا نام خولہ تھا، نانہالی سلسلہ نسب یہ ہے، خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص،

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۵۔ [2] استیعاب ج اول ص ۲۱۶۔ [3] ایضاً، [4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۵،

ہجرت حبشہ اور واپسی، دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے[1]، اور شہ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے[2]، وہان سے اہل مکہ کے اسلام کی افواہ سنکر مکہ واپس ہوئے، قریب پہونچے تو یہ خبر غلط نکلی، مگر اب واپس جانا بھی دشوار تھا، سخت کشمکش میں مبتلا ہوئے بالآخر حضرت عثمان بن مظعونؓ ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کرکے مکہ مین مقیم ہو گئے[3]،

ہجرت مدینہ، بدر کے پہلے ان کا پورا کنبہ ہجرت کرکے مدینہ روانہ ہوا تو انھون نے بھی مکہ کی سرزمین چھوڑ کر یثرب کی غریب الوطنی اختیار کی[4] مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان مین اور حارثہ بن سراقہ انصاری مین مواخاۃ کرادی[5]،

نیابت رسول، بدر کے پہلے آنحضرت صلعم وقتاً فوقتاً چھوٹے چھوٹے دستے قریش کے کاروان تجارت کا پتہ لگانے کے لئے بھیجتے تھے اور بعض مین بہ نفس نفیس شرکت فرماتے تھے، اسی سلسلہ کے ایک سریہ بواط مین نکلے تو سائب کو مدینہ مین اپنا قایم مقام بنا گئے[6]،

غزوات، سائب مشہور قادر انداز تھے، اس لئے غزوات مین نہایت جوش و ولولہ کے ساتھ شریک ہوتے تھے، چنانچہ بدر، احد، خندق اور ان کے علاوہ تمام معرکون مین داد شجاعت دی[7]،

وفات، حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت ۱۲؁ھ مین جنگ یمامہ مین شریک ہوئے، میدان جنگ مین ایسا کاری زخم کھایا کہ پھر نہ سنبھل سکے، اور اسی کے صدمہ سے کچھ دنون بعد وفات پا گئے، وفات کے وقت ۳۰ سال سے کچھ اوپر عمر تھی[8]،

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۲۰، [2] ابن سعد جز و ۳ ق اول ص ۲۹۲، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۵،
[4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۰۸، [5] ایضاً ص ۲۹۲، [6] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۴۱،
[7] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۰، [8] ابن سعد جز و ۳ ق اول ص ۲۹۲،

حضرت عامرؓ بن ابی وقاص

نام ونسب عامر نام والد کا نام ابی وقاص تھا، سلسلہ نسب یہ تھا، عامر بن ابی وقاص ابن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، ماں کا نام حمنہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس امویہ عامر مشہور صحابی سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کے حقیقی بھائی اور امیر معاویہؓ کے بھانجے تھے[1]

اسلام حضرت عامر کے نانا ابو سفیان اسلام اور پیمبر اسلام کے سخت دشمن تھے لیکن حضرت عامرؓ نے ایسے ماحول مین اور اس وقت دعوت اسلام کو لبیک کہا، جب مسلمانون کی تعداد انگلیون پر گنی جاسکتی تھی، اس لحاظ سے اسلام لانے والون مین ان کا دسوان نمبر ہے[2]

اس وقت آپ کی والدہ زندہ تھین، ان کو لڑکے کی اس "بے راہ روی" پر سخت صدمہ ہوا، انھون نے قسم کھائی کہ جب تک عامر اسلام سے تائب نہ ہو جائین گے اس وقت تک وہ نہ سایہ مین بیٹھینگی اور نہ کھانا کھائین گی، حضرت سعدؓ بھی اس وقت دولت اسلام سے بہرہ ور ہوچکے تھے، ماں کی اس بے جا ضد پر بولے اماں آپ عامر کے تبدیل مذہب کے لئے کیون عہد کرتی ہین، میرے لئے عہد کیجئے، انھون نے کہا کیون؟ کہا تاکہ اس وقت تک آپ نہ سایہ مین بیٹھ سکین اور نہ کھانا کھا سکین، جب تک اپنے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۹۱، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۷۴،

جائے قیام دوزخ کو نہ دیکھ لین، انھون نے جواب دیا مین تیرے لئے کیون عہد کرون مین اپنے سعادت مند بیٹے کے لئے عہد کرتی ہون، اس پر یہ آیہ نازل ہوئی،[1]

وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفاً (سورۂ لقمان)

اگر تیرے مان باپ تجھ کو اس بات پر مجبور کرین کہ تو کسی کو میرا شریک بنا جس کا تجھکو کوئی علم نہین تو اس مین ان کی اطاعت نہ کر ہان دنیا مین بھلائی کے ساتھ ان کی رفاقت کر

ہجرت اور غزوات، بالآخر مان کی ان بیجا زیادتیون سے تنگ آکر ہجرت ثانیہ مین حبشہ چلے گئے، اور وہان سے حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ آگئے[2] احد مین شریک ہوئے،[3]

وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین شام مین وفات پائی[4]

حضرت وہب بن سعدؓ

نام ونسب، وہب نام، والد کا نام سعد تھا، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حلیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی،

اسلام وہجرت، زمانۂ اسلام متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا، لیکن سرزمین مکہ مین اسلام لائے اسلام کے بعد مدینہ ہجرت کی، اور کلثوم بن ہدم کے یہان اترے آنحضرت صلعم نے انکو اور سوید بن عمرؓ کو رشتۂ اخوت مین منسلک کر دیا،[5]

غزوات، مدینہ آنے کے بعد احد خندق اور حدیبیہ وغیرہ تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ، وبعض ارباب سیر اس کا نزول حضرت سعدؓ کے متعلق کرتے ہین، [2] اصابہ ج ۶ ص ۱۶ [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۰۱، [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۶، [5] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۲۹۶

ہم رکاب رہے[2]،

شہادت، غزوہ موتہ ۸ھ میں حق مذہب ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کے اسلامی بھائی سوید جنھوں نے زندگی میں رفاقت کی تھی، موت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا اور وہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے[2]، شہادت کے وقت ان کی عمر ۴۰ سال تھی[3]،

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

نام ونسب، عبداللہ نام والد کا نام حارث تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن حارث ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی، ان کا نام عزیہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے عزیہ بنت قیس، بن طریف بن عبدالعزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر آبائی نام عبدشمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے عبداللہ رکھا[4]،

اسلام وہجرت، فتح مکہ کے پہلے اسلام لاکر مدینہ آئے[5]،

غزوات، اگو ان کی شرکت غزوات کی تفصیلات نہیں ملتی ہیں، تاہم اس قدر مسلم ہے کہ اس شرف سے محروم نہ تھے،

وفات، چنانچہ اسی سلسلہ میں کسی غزوہ کے لئے آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلے، وادی صفرا میں پہونچ کر وفات پاگئے، آنحضرت صلعم نے اپنے پیراہن مبارک میں کفنا کر دفن کیا[6]، اور فرمایا کہ انکو سعادت مل گئی،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۶، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۶۵، [4] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۳۳ [5] ایضاً، [6] اصابہ ج ۴ ص ۵۱ وابن سعد حوالہ مذکور،

حضرت عمرو بن سراقہ رضہ

نام ونسب، عمرو نام، والد کا نام سراقہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے، عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس ابن اواہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی،

اسلام وہجرت، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور بلاکشانِ اسلام کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے، اور رفاعہ بن عبد المنذر کے یہان مہمان ہوئے[1]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، بدر، احد اور خندق سب مین شرف جہاد حاصل کیا[2]، ان بڑے معرکون کے علاوہ چھوٹے چھوٹے سرایا مین بھی شریک ہوتے تھے، بعض بعض سریون مین فاقہ پر فاقہ ہوتے، لیکن جہاد فی سبیل اللہ کے ولولہ مین ابرو پر شکن نہ پڑتی عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہن، کہ ایک مرتبہ ایک سریہ مین عمرو بن سراقہ ہمارے ہمراہ تھے راستہ مین فاقہ کی نوبت آگئی، عمرو چھریرے بدن کے نازک اندام اور لمبے آدمی تھے، اس لئے ان کی حالت زیادہ نازک ہوگئی، اور پتھر باندھکر چلنے کے لایق ہوئے[3]،

وفات، حضرت عثمان رضہ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی، اولاد کوئی نہ تھی[4]،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۱، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۹۹، [3] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۱

[4] ایضاً،

حضرت عبداللہ رضؓ بن سراقہ

نام ونسب| عبداللہ نام نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اواہ بن رزاح ابن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی،

حضرت عبداللہ رضؓ مذکورالصدر صحابی حضرت عمرؓ کے بھائی تھے،

اسلام وہجرت، | بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور مکہ سے براہ راست مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے یہاں اترے[1]،

غزوات، | مدینہ آنے کے بعد بدر، احد وغیرہ تمام معرکوں میں شریک ہوتے رہے[2]،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، وفات کے بعد ان کی نسل نہ چلی[3]

حضرت اسود رضؓ بن نوفل،

نام ونسب، | اسود نام، والد کا نام نوفل تھا، شجرہ نسب یہ ہے، اسود بن نوفل بن خویلد ابن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اسدی، ماں کا نام فریعہ تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، فریعہ بنت عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی، حضرت اسود ام المومنین خدیجہ صدیقہ رضؓ کے بھتیجے اور ورقہ بن نوفل کے بھائی تھے، ان کے والد نوفل مخت کینہ پرورؔ

[1] ابن سعد جز ۳ ق اول ص ۱۰۴، [2] استیعاب ج اول ص ۳۹۳ و اصابہ ترجمہ عبداللہ بن سراقہ،
[3] تہذیب الکمال ص ۱۹۹،

مشرک اور مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے[1]

اسلام، لیکن قدرت الٰہی دیکھو کہ اسی آذر کے گھر میں اسود بت شکن پیدا ہوئے، اور جس گھر میں خدا کا نام لینا سخت ترین جرم تھا اسی سے توحید کی صدا بلند ہوئی،[2]

ہجرت، اسود نے سبقت اسلام کے ساتھ ہجرت حبشہ کا شرف بھی حاصل کیا، وہاں سے آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد مدینہ آئے،[3]

حضرت ثمامہ بن عدیؓ

نام ونسب، ثمامہ نام باپ کا نام عدی تھا، نسبی تعلق قریش سے تھا لیکن اس بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں، کہ اس کی کس شاخ سے تھے،[4]

اسلام، ان کے زمانہ اسلام کی تعیئن نہیں کیجا سکتی، مگر اتنا معلوم ہے کہ یہ شرف ابتدائی ایام میں حاصل ہوا، کیونکہ آپ کا اسم گرامی مہاجرین اولین کے زمرہ میں نظر آتا ہے،[5]

غزوات، ہجرت کے بعد بدر عظمیٰ میں شریک ہوکر عام صحابہ میں امتیاز حاصل کیا،[6]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں صنعار کی حکومت پر سرفراز ہوئے، آپ کی شہادت کے وقت یہیں تھے، یہ المناک خبر سنکر آنکھوں سے جوئے اشک رواں ہوگئی، اور اسی حالت میں خطبہ دیا، ضبط گریہ گلوگیر تھا، بمشکل یہ چند جملے کہہ سکے، "امت محمدؐ صلعم میں آج خلافت سلطنت سے بدل گئی، اب جو شخص جس چیز پر قابض ہوگا، اس کو کھا جائیگا،[7]

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۸۰، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج اول ص ۵۱ [4] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۸، [5] اصابہ ج اول ص ۲۱۲، [6] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۹، [7] استیعاب ج اول ص ۷۹،

حضرت سعد بن خولہؓ

نام ونسب، سعد نام، والد کا نام خولہ تھا، یہ عجمی نژاد یمنی مسکن اور بنو عامر بن لوئی کے حلیف تھے[1]

اسلام وہجرت حضرت سعد سابقین اسلام مین تھے، حضرت جعفر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی وہان سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہان قیام پذیر ہوئے[2]،

غزوات، بدر، احد، خندق اور حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، بدر مین پچیس سال کی عمر تھی[4]،

وفات، حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کے ساتھ مکہ آئے، یہان آکر بیمار پڑے، اور وفات پاگئے، مکہ مین وفات پانے سے آنحضرت صلعم بہت محزون ہوئے[3]، کیونکہ آپ مہاجرین کے لئے مکہ مین مرنا پسند نہ فرماتے تھے،

اولاد آپ کی وفات کے دو ہی ایک دن بعد آپ کی بیوی سبیعہ بنت حارث کے بطن سے ایک اولاد ہوئی، لیکن کچھ ہی دنون کے بعد فوت ہوگئی،

حضرت معمر بن ابی سرحؓ

نام ونسب، معمر نام ابو سعد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، معمر بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری، مان کا نام زینب تھا، ناتھالی شجرہ یہ ہے

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۷، [2] ایضاً، [3] مسلم ج اول ص ۵۰۰، طبع مصر،

[4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۷،

زینب بنت ربیعہ بن ہلال بن ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی،

اسلام و ہجرت دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین اسلام لائے، اسلام کے بعد دوسری ہجرت مین حبشہ گئے، وہان سے مدینہ آئے اور کلثوم بن ہدم کے مہمان ہوئے[۲]،

غزوات، بدر، احد اور خندق تمام مشہور لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[۳]،

وفات، حضرت عثمان رضؓ کے عہدِ خلافت ۳۳ھ مین وفات پائی[۴]،

ازواج واولاد حضرت عمرؓ کے دو بیویان تھین امامہ بنت عامر اور رامہ حضرت ابو عبیدؓہ کی بہن، پہلی کے لطن سے عبداللہ تھے، اور دوسری سے عمیر[۵]،

حضرت محمیہؓ بن جزء

نام ونسب محمیہ نام والد کا نام جزء تھا، نسب نامہ یہ تھا، محمیہ بن جزء بن عبد یغوث بن عویج ابن عمرو بن زبید الاصغر، بنو جمح کے حلیف تھے، حضرت عباسؓ کے چھوٹے صاحبزادے فضل کے ساتھ ان کی صاحبزادی بیاہی تھین،

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام مین اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[۶]،

غزوات، غزوہ مریسیع (بنو مصطلق) کے زمانہ مین مدینہ آئے، اسی غزوہ سے شرکت کی ابتدا ہوئی[۷]،

آنحضرت صلعم نے ان کو خمس کا عامل بنایا تھا، غزوہ مریسیع مین بھی یہ خدمت انھین کے سپرد تھی[۸]،

---

[۱] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۳، [۲] ایضاً، [۳] استیعاب ج ۱ ص ۴۷۸، [۴] ابن سعد حوالہ مذکور، [۵] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۴۵، [۶] استیعاب ج اول ص ۲۹۵، [۷] اصابہ ج ۶ ص ۶۸ و ابن سعد حوالہ مذکور،

آنحضرت صلعم ان سے بہت خوش رہا کرتے تھے، اور داد و دہش کی صورت مین اس کا اظہار فرماتے تھے، اسی سلسلہ مین ایک مرتبہ نہایت خوبصورت لونڈی عطا فرمائی تھی[۱]،

حضرت عدی بن نضلہؓ

نام و نسب عدی نام، والد کا نام نضلہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے، عدی بن نضلہ بن عبد العزیٰ ابن حرثان بن عوف بن عویج بن عدی بن کعب،

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز مین مکہ مین مشرف باسلام ہوئے پھر ہجرت کر کے حبشہ گئے[۲]،

وفات وقت آخر ہو چکا تھا، اس لئے مدینہ جانے کی نوبت نہ آئی، اور اسی غربت کدہ مین پیوند خاک ہو گئے، مہاجرین مین آپ پہلے شخص ہین جنھون نے ارض حبشہ کو آرام گاہ بنایا[۳]،

اولاد حضرت عدی نے وفات کے بعد متعدد اولادین یادگار چھوڑین، چنانچہ صاحبزادون مین نعمان اور نعیم اور صاحبزادیون مین آمنہ تھین، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین نعمان کو میسان کا عامل بنایا تھا، یہ شاعر آدمی تھے، ایک غزل مین ایک عورت کی تشبیب کر ڈالی حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انھون نے فوراً معزول کر دیا نعمان نے بہت صفائی پیش کی کہ اس کا مقصد صرف شاعری تھا، ورنہ واقعہ سے اسکو کوئی تعلق نہین لیکن اپنے کوئی عذر معقول نہ سمجھا اور فرمایا، ان اشعار کے بعد تم میرے عامل نہین رہ سکتے[۴]،

[۱] اصابہ ج ۶ ص ۲۰۴ [۲] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۰۳ [۳] ایضاً و اصابہ ج ۴ ص ۲۳۲ [۴] ابن سعد ج جزو ۴ ق اول ص ۱۰۳،

حضرت یزید بن زمعہؓ

نام ونسب، یزید نام والد کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب ابن اسد بن عبد العزیٰ قریشی اسدی ماں کا نام قریبہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھیں، یزید کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے مشورہ کے عہدۂ جلیل کا حامل چلا آتا تھا اور ظہور اسلام کے وقت یہ اس پر فائز تھے[1]،

اسلام وہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[2]،

غزوات وشہادت، مدینہ آنے کے بعد برابر آنحضرت صلعم کے ساتھ جہادمین شریک ہوتے رہے، غزوہ طائف مین آپ کے ساتھ تھے، اتفاق سے میدانِ جنگ مین ان کا گھوڑا بھڑک کر دشمنون کے قلعہ کی طرف بھاگا، انھون نے پکڑکے شہید کردیا[3]، کوئی اولاد نہ تھی،

حضرت سکران بن عمروؓ

نام ونسب، سکران نام والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، سکران بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قریشی عامری، ماں کا نام حُبّی تھا،

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۳۴۰، [2] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۹۰، [3] ایضاً و استیعاب ج ۲ ص ۶۲۲ واقعہ کی تفصیل ابن سعد مین ہی،

نانہالی شجرہ یہ ہے، حُبی بنت قیس بن ضبیس بن ثعلبہ بن حبان بن غنم بن ملیح بن عمرو خزاعی

اسلام وہجرت — دعوتِ اسلام کے آغاز مین داخل اسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین مع اپنی اہلیہ سودہ کے حبشہ گئے[1]

وفات، — موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق حبشہ مین وفات پائی اور ابن اسحاق کی روایت کے روسے حبشہ گئے مکہ آئے اور مدینہ جانے کی نوبت نہ آسکی، یہین وفات پاگئے[2]، ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی سودہ ام المومنین کے زمرہ مین شامل ہوئین،

حضرت ابو سنان بن محصن رض

نام ونسب — وہب نام ابوسنان کنیت والد کا نام محصن تھا، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن محصن بن حرثان بن قیس بن لبہ بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، وہب مشہور صحابی حضرت عکاشہ بن محصن کے بھائی اور قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے،

اسلام وہجرت — زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجا سکتی، لیکن اس قدر مسلم ہے کہ اذن ہجرت کے پہلے اسلام لاچکے تھے، اور بدر کے پہلے مدینہ آگئے تھے،

بدر — ان کے مدینہ آنے کے بعد ہی بدر کا معرکہ پیش آیا چنانچہ یہ اول اول اسی مین شریک ہوئے، پھر احد اور خندق مین جانبازیان دکھائین[3]،

وفات — ۵ھ مین بنو قریظہ کی مہم مین نکلے اور دوران محاصرہ مین انتقال کر گئے، اور بنو قریظہ کے قبرستان مین سپرد خاک ہوئے[4]

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۵۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۹ و ابن سعد حوالہ مذکور،

[3] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۶۵، [4] اصابہ ج ۸ ص ۹۲،

بعض ارباب سیر کا بیان ہے کہ ابو سنان صلح حدیبیہ میں موجود تھے، اور بیعت رضوان میں سب سے پہلے انھیں نے بیعت کی تھی، لیکن یہ محض التباس ہے غزوہ بنو قریظہ میں انکی وفات مسلم ہے، اور بیعت اس سے ایک سال بعد ۶ھ میں ہوئی بیعت کرنے والے یہ نہیں بلکہ ان کے لڑکے سنان بن ابو سنان تھے،

حضرت فراس بن نضر رضی اللہ عنہ

نام ونسب، فراس نام والد کا نام نضر تھا، نسب نامہ یہ ہے، فراس بن نضر بن حارث ابن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدار بن قصیٰ، ماں کا نام زینب تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے زینب بنت نباش بن زرارہ بن اسد بن عمرو بن تمیم تمیمی،

اسلام وہجرت، مکہ میں ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ چلے گئے،

شہادت، ان کی مدنی زندگی کے حالات کچھ نہیں معلوم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام کی لڑائیوں میں شریک ہوئے، اور اس سلسلہ کے مشہور معرکہ یرموک میں جام شہادت پیا،[1]

حضرت حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ

نام ونسب، حاطب نام، والد کا نام حارث تھا، نسب نامہ یہ ہے، حاطب بن حارث ابن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح، ماں کا نام قتیلہ تھا، نانہالی سلسلہ نسب یہ ہے، قتیلہ بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن خلافہ بن جمح،

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۰۰ و ۲ اصابہ و استیعاب ترجمہ فراس،

اسلام وہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت ثانیہ مین مع اہل و عیال حبشہ گئے[1]،

وفات | پیمانہ عمر لبریز ہوچکا تھا، اس لئے مدینہ آنے کی نوبت نہ آئی اور اسی زمین کو آرامگاہ بنایا[2] سنہ ۷ھ مین آپ کے اہل وعیال مدینہ واپس ہوئے، بچون مین محمدؐ اور حارث یادگار تھے،

حضرت معمرؓ بن حارث

نام ونسب | معمر نام، والد کا نام حارث تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ ابن جمح، مان کا نام قتیلہ تھا، حضرت معمر مشہور صحابی حضرت عثمان ابن مظعون کے بھانجے تھے،

اسلام وہجرت | آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کے زمانہ مین مکہ سے مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان مین اور معاذ بن عفراؓ مین مواخاۃ کرادی[3]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد بدر، احد، خندق وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[4]،

وفات[5] | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۷، [2] اصابہ ج اول ص ۳۱۵

[3] ابن سعد حوالہ مذکور، [4] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۳،

[5] استیعاب ج اول ص ۲۷۰، [6] ایضاً،

حضرت ابورُہم اشعری رضی اللہ عنہ

نام ونسب، مجدی نام، ابورہم کنیت سلسلہ نسب یہ ہے، مجدی بن قیس بن حضار بن حرب ابن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر، حضرت ابورہم رض مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کے بھائی تھے[1]

اسلام وہجرت اپنے برادر بزرگ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، اور انھین کیساتھ حبشہ گئے، اور حضرت جعفر رض کے ساتھ مدینہ آئے، یہ جنگ خیبر کا زمانہ تھا، ابورہم اس مین شریک نہ ہوسکے تھے، لیکن آنحضرت صلعم نے خیبر کے مال غنیمت مین ان کا حصہ بھی لگایا، اور فرمایا، تم لوگ دوہرے مہاجر ہو، ایک مکہ سے حبشہ کی ہجرت دوسری حبشہ سے مدینہ کی،[2]

مدینہ آنے کے بعد سے ان کے حالات معلوم نہین ہوتے، اس کے بعد دور فتن مین نظر آتے ہین، یہ بہت ہنگامہ پسند تھے، فتنہ کے زمانہ مین بھی بہت نکلتے تھے، اور حضرت ابوموسیٰ رض اُن کو روکتے تھے،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۵

[2] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۵،

حضرت ابوبردہؓ

نام ونسب| عامر نام ابوبردہ کنیت، یہ بھی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بھائی تھے،

اسلام| حضرت ابوموسیٰؓ کے ساتھ اسلام لائے اور انھیں کے ساتھ حبشہ گئے، پھر وہاں سے حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے[1]،

مدینہ آنے کے بعد کے حالات بالکل پوشیدہ ہیں،

حضرت حارث بن خالدؓ

نام ونسب| حارث نام، والد کا نام خالد تھا، نسب نامہ یہ ہے حارث بن خالد بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ،

اسلام وہجرت، دعوت کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے، اور دوسری ہجرت میں مع اپنی اہلیہ ریطہ کے حبشہ گئے[2]،

وفات، حبشہ میں ان کے ہاں اولادیں ہوئیں ہوسیٰ، عائشہ، زینب اور، فاطمہ، حبشہ سے مدینہ کی واپسی میں ایک مقام پر پانی پیا، اسمیں سمیت تھی، اس لئے گھر کا گھر صاف ہو گیا، البتہ خود بچ گئے، اور راہِ خدا میں پورے گھر کو دفنا کر یکہ وتنہا مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان کی دلجمعی کے لئے یزید بن ہاشم کے غلام کی لڑکی سے شادی کر دی[3]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹۰، [2] ابن سعد جز و ۴ ق اول ص ۹۵، [3] اصابہ ج اول ص ۲۹۰،

حضرت عیاض بن زہیر رض

نام نسب عیاض نام، ابوسعد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر قرشی، ماں کا نام سلمی تھا نانہالی شجرہ یہ ہے، سلمی بنت عامر بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث[1]

اسلام وہجرت، زمانہ اسلام کی تعیین نہیں کی جاسکتی ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے، وہان سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہان اترے[2]،

غزوات، بدر واحد اور خندق وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[3]

وفات ۳۰ھ مین وفات پائی[4]

حضرت خباب رض

نام ونسب خباب نام ابویحیی کنیت خباب بنو نوفل بن عبد مناف کے حلیف اور مشہور صحابی حضرت عتبہؓ بن غزوان کے غلام تھے،

[1] ارباب سیر مین عیاض بن زہیر اور عیاض بن غنم فاتح جزیرہ کے بارہ مین سخت اختلاف ہی بعض ان دونون کو دو شخص بتاتے ہین، اور عیاض بن غنم کو عیاض بن زہیر کا بھتیجا کہتے ہین، اور بعض دونون کو ایک ہی شخص لکھتے ہین اور نسبت کی توجیہ یہ کرتے ہین، کہ عیاض بن زہیر اپنے دادا زہیر کی طرف منسوب ہوگئے، ورنہ دراصل وہ ان کے بیٹے نہین بلکہ پوتے ہین اور اصل سلسلہ اس طرح ہی، عیاض بن غنم بن زہیر بہرحال جن لوگون کے نزدیک یہ دو شخص ہین انھون نے ان دونون کے حالات الگ الگ لکھے ہین لیکن عیاض بن غنم کا نام مہاجرین کے زمرہ مین کہین نہین ملتا، اس لئے وہ ہمارے موضوع سے خارج ہین، [2] ابن سعد جز ۳ ق اول ص ۳۰۴، [3] ایضاً، [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶۴،

اسلام وہجرت | ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین لیکن قیاس کہتا ہے کہ اپنے آقا حضرت عتبہؓ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے ہون گے حضرت عتبہؓ قدیم الاسلام تھے، انہین کے ساتھ انھون نے ہجرت کی، آنحضرت صلعم نے ان مین اور تمیم کے غلام خراش بن صمہ مین مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمی مین شریک ہوئے پھر احد اور خندق وغیرہ مین داد شجاعت دی[2]،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت ۱۹ھ مین مدینہ مین وفات پائی، وفات کے وقت پچاس سال کی عمر تھی[3]،

حضرت مسعودؓ بن ربیع

نام ونسب | مسعود نام، ابو عمیر کنیت نسب نامہ یہ ہے مسعود بن ربیع بن عمرو بن سعد ابن عبد العزی،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے آغاز مین یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، پھر ہجرت کے زمانہ مین مکہ سے مدینہ آئے آنحضرت صلعم نے غربت کی اجنبیت دور کرنے کے لئے ان مین اور عبید بن تیہان مین مواخاۃ کرادی[4]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد بدر، احد اور خندق وغیرہ تمام غزوات مین شریک ہوتے رہے[5]،

وفات | ۳۰ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ساٹھ سال سے اوپر کی عمر تھی[6]،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۳۸۲، ۳۸۳، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج اول ص ۱۵۶،
[4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۷، [5] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۱۵، [6] استیعاب ج اول ص ۲۵۱،

حضرت ربیعہ بن اکثم رضؓ

نام ونسب | ربیعہ نام، ابو زید کنیت، نسب نامہ یہ ہے ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ بن عمرو بن بکیر بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام وہجرت | بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آئے[1]

شہادت | مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ میں شریک ہوکر خلعتِ امتیاز حاصل کیا، پھر اس کے بعد کی تمام مھون احد، خندق اور حدیبیہ وغیرہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور غزوۂ خیبر مین حارث یہودی کے ہاتھ سے جام شہادت پیا[2]

حضرت عمیر بن رئاب رضؓ

نام ونسب، | عمیر نام، والد کا نام رئاب تھا، شجرۂ نسب یہ ہے، عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن جہشم بن سعد بن سلھم، مان کا نام ام وائل تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، ام وائل بنت معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح،

اسلام وہجرت | اذنِ ہجرت کے قبل اسلام لائے اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[3]

شہادت | عراق کی مہم مین خالد بن ولید رضؓ کے ساتھ تھے اور عین التمر کے معرکہ مین شہید ہوئے[4]،

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۰۵ [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۶۰ [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۵

[4] ج ۲ ص ۳۸۴،

حضرت عمرو بن عثمانؓ

نام ونسب | عمرو نام، والد کا نام عثمان تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، عمرو بن عثمان بن عمرو ابن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ،

اسلام وہجرت، | مکہ میں دعوت اسلام کے آغاز میں اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے،[1]

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران کی فوج کشی میں شریک ہوئے اور اس سلسلہ کے مشہور معرکہ قادسیہ میں شہادت پائی، شہادت کے وقت کوئی اولاد نہ تھی،[2]

حضرت خطاب بن حارثؓ

نام ونسب | خطاب نام، والد کا نام حارث تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، خطاب بن معمر ابن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح،

اسلام | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ میں مع بال بچوں کے حبشہ گئے،[3]

وفات، | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،[4]

---

[1] ابن سعد جز وسم ق اول ص ۲ ۹ [2] اصابہ ج ۵ ص ۶، [3] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱ [4] اصابہ ج ۳ ص ۱۰،

حضرت عاقل بن ابی بکیرؓ

نام ونسب، حضرت عاقلؓ ۴ بھائی تھے، عاقلؓ، ایاس، خالد اور عامر، ان کے والد کا نام ابی بکیر تھا، ان سب کا نسب نامہ یہ ہے، ابنا ابی بکیر بن عبد یالیل بن ناشب ابن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی لیثی،

اسلام وہجرت، ارقم کے گھر میں تبلیغ اسلام کا آغاز انھیں چارون بھائیون سے ہوا، چنانچہ آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے یہی چارون مشرف باسلام ہوئے، اور سبھون نے مع بال بچون کے ایک ساتھ مدینہ کی ہجرت کی اور گھر کے دروازہ بالکل بند ہو گئے، مدینہ آنے کے بعد سب رفاعہ بن عبد المنذر کے یہان اترے[1]، اور آنحضرت صلعم نے ایاس اور حارث بن خزیمہ مین، خالد اور یزید بن دثنہ مین، عاقل اور مجذر بن زیاد مین، اور عامر اور ثابت بن قیس بن شماس مین مواخاۃ کرادی،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد یہ چارون غزوات مین شریک ہوتے رہے، عاقل ان سب مین زیادہ خوش نصیب تھے، انھون نے بدر مین مالک بن زہیر کے ہاتھون حیات جاوید حاصل کی[2]، اس کے بعد خالد نے بدر اور احد کے معرکون مین شریک ہونے کے بعد سریہ رجیع مین ۳ھ مین جام شہادت پیا[3]، عامر بدر، احد

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۳، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج اول ص ۱۵۶،

اور خندق وغیرہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور ۱۳ھ مین مرتدون کی سرکوبی پر مامور ہوئے اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین شہادت حاصل کی،[۵] سب سے آخر مین ایاس، بدر، احد، خندق، خیبر اور دوسری معرکہ آرائیون مین شریک ہوتے ہوتے رہے، ۳۴ھ مین راہی ملک بقا ہوئے[۶]

غرض ان آخرالذکر بزرگ کے سوا ۱۳ سال کی مدت مین ۳ بھائی خدا کی راہ مین کام آئے،

حضرت ابو قیس بن حارث

نام ونسب حضرت ابوقیس سات بھائی تھے، ابوقیس[۱] بن حارث، عبد اللہ[۲] بن حارث، سائب[۳] بن حارث، حجاج[۴] بن حارث، تمیم[۵] بن حارث، سعید[۶] بن حارث، معبد[۷] ابن حارث، معبد کے سوا ۶ بھائی مہاجر تھے، عبد اللہ، حجاج اور سائب تین بھائی ایک مان کے بطن سے تھے، بقیہ چار مختلف ماؤن سے تھے، ان سب کا سلسلہ نسب یہ ہے، ابناء حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم[۸]،

اسلام وہجرت، ابوقیس دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے، بقیہ اورون کا زمانہ اسلام متعین نہین کیا جا سکتا، لیکن غالب گمان یہ ہے کہ سبنے قریب ہی قریب زمانہ مین اسلام قبول کیا ہوگا لیکن حبشہ کی ہجرت کا شرف سب نے حاصل کیا،[۹]

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۱، [۲] استیعاب ج اول ص ۲۸۰، [۳] اسد الغابہ ج اول ص ۱۵۳،
[۴] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۳ و ۱۴۴، [۵] ایضاً،

غزوات، | ابوقیسؓ احد اور خندق وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[1]
سائب بھی غزوات میں نظر آتے ہیں، چنانچہ طائف میں شرکت کی تصریح ملتی ہے[2]،
شہادت و وفات | یہ چھوؤں بھائی ان خوش نصیب اور سیدالجنت ہستیوں میں تھے
جنھوں نے راہِ خدا میں گردنیں کٹائیں، چنانچہ ابوقیس اور عبداللہ فتنہ ارتداد کی
مشہور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے[3]، حجاج اور سعید شام کے سلسلہ کے مشہور معرکہ
یرموک میں کام آئے[4]، اور تمیم نے بھی اسی سلسلہ کی جنگ اجنادین میں جام شہادت
پیا[5] اور سائب فحل کی جنگ میں شہید ہوئے[6]،

حضرت عبداللہ الاصغرؓ

نام و نسب، | عبداللہ نام، والد کا نام شہاب تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن شہاب
ابن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب، عبداللہ مشہور صحابی، حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ کے بھانجے اور امام شعبی کے نانا تھے،

ہجرت، | دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام میں اسلام قبول کیا، اور اذنِ ہجرت
کے بعد حبشہ گئے[7]،

وفات | پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا، اس لئے مدینہ آنے کی نوبت نہ آئی، اور اسی غربتکدہ
میں پیوندِ خاک ہوئے[8]

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۱۵۰ [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۴۳ [3] ایضاً، [4] ایضاً [5] اصابہ ج اول ص ۱۹۲
[6] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۳، [7] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۲ و اصابہ ج ۴ ص ۱۸۵ [8] ایضاً

حضرت قیس بن عبداللہؓ

نام و نسب | قیس نام، والد کا نام عبداللہ تھا، نسبی تعلق قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا، ان کی لڑکی آمنہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی دایہ تھیں اور یہ خود ان کے پہلے شوہر عبید اللہ ابن جحش کے خدمتگار تھے[1]

اسلام و ہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور اپنے آقا عبید اللہ بن جحش کے ساتھ مع اپنی بیوی برکہ بنت یسار کے حبشہ گئے، عبید اللہ نے یہاں اگر مذہب عیسوی قبول کرلیا، لیکن قیس نے اس میں آقا کی پیروی نہ کی، بلکہ اپنے مذہب پر قائم رہے[2]

حضرت مالک بن زمعہؓ

نام و نسب | مالک نام، والد کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے مالک بن زمعہ بن قیس ابن عبد شمس بن عبد ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، مالک ام المومنین حضرت سودہؓ کے حقیقی بھائی تھے[3]

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں مع اپنی بیوی عمیرہؓ کے حبشہ گئے[4] وفات کے حالات بالکل نہیں معلوم صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وفات کے بعد آیندہ نسل نہ چلی،

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۱ و اصابہ ج ۵ ص ۲۶ [2] ابن سعد جز و ۴ ق اول ص ۷۷، [3] ایضاً ص ۱۵۰ [4] ایضاً،

حضرت حاطب بن عمرو رضہ

نام ونسب، حاطب نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، ماں کا نام اسماء تھا[1]

اسلام وہجرت، آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد حبشہ کی ہجرت کی دونون ہجرتون کا شرف حاصل کیا[1]، پھر وہان سے مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمی مین شریک ہوئے[3]، بدر کے بعد احد مین بھی میدان مین نظر آتے ہین[4]،

وفات، لیکن اس کے بعد پھر کوئی پتہ نہین چلتا حتی کہ وفات کا بھی حال نہین معلوم،

حضرت اربد بن حمیر رضہ

نام ونسب، اربد نام، ابومخشی کینت، نسباً قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھے،

اسلام وہجرت، مکہ مین مشرف باسلام ہوئے پھر ہجرت کر کے حبشہ گئے، وہان سے ہجرت کے زمانہ مین مدینہ آئے[5]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمی مین شریک ہوئے، بدر کے بعد کے حالات کا پتہ نہین چلتا[6]،

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۳، [2] ابن سعد جز ۳ ق اول ص ۲۹،

[3] اصابہ ج اول ص ۳۱۵، [4] ابن سعد حوالہ مذکور،

[5] اسد الغابہ ج اول ص ۵۸ [6] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۶۸،

حضرت جہم بن قیس رض

نام ونسب، جہم نام، ابو خزیمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جہم بن قیس بن عبد اللہ بن شرحبیل ابن ہاشم بن عبد مناف بن عبد دار بن قصی، ماں کا نام رہیمہ تھا،[1]

اسلام وہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین مع بیوی بچون کے حبشہ گئے، یہین ان کی بیوی حرملیہ نے وفات پائی[2]، ان کی وفات کے حالات نہین معلوم،

حضرت ہاشم بن ابو حذیفہ رض

نام ونسب ہاشم نام، والد کا نام ابو حذیفہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہاشم بن ابو حذیفہ ابن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی،

ہجرت حضرت ہاشم قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے،[3]

وفات، وفات کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہے، کہ اس وقت کوئی اولاد نہ تھی،

---

[1] ابن سعد و اسد الغابہ ترجمہ جہم، [2] ایضاً، [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۹،

تصحیح

عمرو بن العاص کے حالات مین ص ۱۵۰ پر "حق پسندی" کی سرخی کے ماتحت جو واقعہ لکھا گیا ہے وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے غلطی سے عمرو بن العاص کی طرف منسوب ہو گیا ہے، اور حضرت ابو قیس بن حارث کے حالات ص ۳۲۶ و ۳۵۹ پر دو جگہ لکھے گئے ہین، ناظرین تصحیح کر لین،

سیرۃ النبی صلعم

رسول اللہ صلعم کے حالات، غزوات، اور اخلاق وعادات کے متعلق بہت سے رطب و یابس واقعات تاریخ وسیر کی کتابون مین مذکور ہین لیکن اس کتاب کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین اس قسم کی تمام روایتون سے قطع نظر کرلی گئی ہے، اور صرف وہ واقعات بیان کیے گیے ہین جو قرآن مجید اور احادیث مین مذکور ہین، اور جن کی صحت مین کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجایش نہین، تاریخ وسیر سے بھی وہی واقعات لیے گئے ہین، جنکی صحت پر عقلی و نقلی حیثیت سے کوئی اعتراض واقع نہ ہو،

ابتک اس کتاب کے تین حصے شایع ہو چکے ہین، اور تین حصے اور باقی ہین، پہلے حصے مین ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات ہین، اور ابتدا مین ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے جس مین سیرت کی کتابون پر تنقید کیگئی ہے اور ان کی خصوصیات بتائی گئی ہین، اسی مقدمہ مین آپکی سوانح کے متعلق اور بھی چند اہم اور اصولی مباحث مذکور ہین. دوسرے حصہ مین آپ کی وفات، آپ کے اخلاق وعادات اور اعمال وعبادات وغیرہ کا مفصل بیان ہے، اور یہ حصہ تمامتر قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے،

تیسرے حصہ مین آپ کے معجزات وخصائص نبوت پر بحث ہے اس مین سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد اصولی بحثین کیگئی ہین، پھر اُن معجزات کی تفصیل ہے جو بروایت صحیحہ ثابت ہین اس کے بعد ان معجزات کے متعلق غلط روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہے، قیمت باختلاف کاغذ حصہ اول تقطیع خورد ۶ روپے وللعہ، حصہ دویم تقطیع کلان عـــہ۱۲ حصہ دویم تقطیع خورد ۵ و ۲ روپے، حصہ سویم تقطیع کلان عـــہ۱ و ۶ روپے،

منیجر دار المصنفین اعظم گڈہ